بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ.
مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰہَ. (النساء:80)
وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ.(الحشر:7)
فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.(صحیح مسلم:2042)

نورالمصابیح

ترجمہ زجاجۃ المصابیح (جلد چہارم)

مؤلفہ

حقائق آ گاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین
حضرت ابوالحسنات **سید عبداللہ شاہ نقشبندی** مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

اشرف العلماء حضرت علامہ مولانا محمد خواجہ شریف صاحب دامت برکاتہم العالیہ
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وناظم مرکز تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد

ناشر

دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز
نزد:GHMC آفس، کوٹلہ عالیجاہ روڈ، چارمینار، حیدرآباد۔500 002
Phone:040-24511777,64633777

نام کتاب : نور المصابیح (جلد دہم)

ترجمہ زجاجۃ المصابیح (جلد چہارم)

موضوع : حدیث وفقہ

رشحات قلم : فخر العلماء والمحدثین حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : اشرف العلماء حضرت علامہ مولانا محمد خواجہ شریف صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ حیدر آباد، تلنگانہ، الہند۔

تعداد : 1000

اشاعت : 2015/1437ء

قیمت :

ناشر : **دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز**

ملنے کے پتے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمُ

فہرست مضامین نور المصابیح (جلد دہم)

﴿ذیلی فہرست مضامین نورالمصابیح﴾

......فہرست ختم شد......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مترجم

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی خیر خلقه وآله وصحبه والتابعین لهم باحسان الی یوم الدین اجمعین.

امابعد! فقد قال تعالی: وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم ولعلهم یتفکرون. (نحل،آیت:44)۔

یہ نورالمصابیح کی دسویں جلد ہے،اس جلد کا آغاز **کتاب الفتن** سے ہے: فتنہ کے معنی دین میں بگاڑ یاامتحان وآزمائش ہے، ہر شخص کسی نہ کسی فتنہ میں گھرا ہوا ہے، امیر وفقیر عالم وجاہل، شوہر وبیوی، والدین واولاد، رشتہ دار وپڑوسی، حاکم ورعایا، ہرایک کسی نہ کسی آفت، آزمائش وامتحان سے دوچار ہے، اس فتنہ سے جونکل گیا وہی کامیاب ہے، حالات مختلف ہوتے ہیں، کسی وقت اس کے لئے جلوت ومیل ملاپ کی ضرورت ہوتی ہے، تو کبھی خلوت اورعزلت نشینی اور تنہائی مناسب ہوتی ہے، اس عنوان میں فتنوں کے اقسام، اس سے بچنے کی صورتیں، جلوت وخلوت سے متعلق تفصیل ہے، آج کے پرفتن دور میں اس عنوان کی شدید ضرورت ہے۔

اورایک عنوان **باب الملاحم** :یعنی جنگوں سے متعلق ہے، جنگ دنیا میں فساد کا ذریعہ اورقتل وخونریزی اور جان ومال کے اتلاف کا سبب رہی ہے؛ مگر اسلام جوامن وسلامتی کا علمبردار، دنیا کوحسن کا پیکر اورحسین سے حسین تر بنانے کے لئے آیا ہے، اسکا اعلان ہے: **والصلح خیر.** (سورہ نساء، آیت ۱۲۸) صلح سب سے بہتر ہے، اور جنگ صرف فتنہ کومٹانے کے لئے ہے **حتی لا تکون فتنه** (سورہ انفال، آیت ۳۹) اوراللہ کی طرف بندگان خدا کوبلانے کے لئے ہے **حتی تفیئی الی امر الله** (حجرات، آیت ۹)۔

اہل دنیا جنگ کرتے ہے تو فتنہ ہوتا ہیں اوراہل اسلام جنگ کرتے ہیں تو فتنہ مٹتا ہے۔ یہ عنوان موجودہ دور کا ایک گرم واہم موضوع ہے، جنگوں کے بارے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ سلم نے روزاول

سے تا قیامِ قیامت چھوٹی بڑی ہر قسم کی تفصیلات بیان فرمائی ،جنگوں میں قتل ہونے والوں کی تعداد،ان کے مقامات ،ان میں شریک ملکوں اور قوموں کے نام اور ہتھیاروں کا ذکر ،اسباب جنگ اوراس کے نتائج اور کون کامیاب ہوگا اورکون ناکام ہوگا ؟اورمسلمان ،غیرمسلم ،عیسائی ،یہودی ہرایک کے درمیان واقع ہونے والی لڑائیاں سب کی تفصیل بتادی ۔

یہ عنوان اہم موضوع ہے، آج عیسائی ، یہودی اوراسلام دشمن ،مسلمانوں کے خلاف جو کچھ کررہے ہیں اور کرینگے اور جو حملے ہورہے ہیں اور جو جنگیں ہورہی ہیں ،اور جو جنگِ عظیم عیسائی اور مسلم دنیا کے درمیان ہوگی ،اور یہودی قوم کا جو خاتمہ اورانجام ہوگا یہ سب کچھ اس عنوان میں ملے گا ،یہ عنوان ضروری بھی ہےاور دلچسپ بھی ۔

ان ابواب میں دنیاوآخرت کی زندگی کا خلاصہ ہےاورایمان واسلام کی جھلکیاں ہیں ''الایمان بینالخوف والرجاء'' کا منظرنظر آتا ہے،مسلسل چھ سات ابواب قیامت اوراس کی نشانیوں سے متعلق ہیں اور ہر باب کے واقعات اس قدر ہولناک اورقیامت خیز ہیں کہ جب اس کو پڑھنے لگتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے قیامت سر پرکھڑی ہےاورآنکھوں سےاس کودیکھ رہے ہیں ،اورقیامت کبریٰ توصرف کفار پرقائم ہوگی ۔

مگر ہرآنے والا دن قیامت وسطیٰ اور قیامت صغریٰ کولارہاہے ،آج کی بمبار دنیا میں آئے دن بمباری سے جوآبادیاں اورشہراورانسانوں کی جماعت کی جماعت موت کے منہ میں ڈھکیل دی جارہی ہے یہ ان کی قیامت وسطی ہےاوراس سےبھی زیادہ فکرانگیز بات یہ ہے کہ '' من مات قامت قیامته'' جو جب بھی انتقال کرتاہےاس کی قیامت قائم ہوجاتی ہے ۔

قیامت دورنہیں ،ہرایک کی قیامت اس کے سر پرکھڑی ہے ،رات دن میں کسی بھی وقت وہ آرہی ہے ،اس قیامت خیز زمانے میں جب کہ ساری دنیااسلام اور مسلمانوں کے خلاف برسرجنگ ہے اور یاجوج وماجوج کی اسلام دشمن قوم بھی آنے والی ہے،ایک خوشخبری بھی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے امام مہدی کی آمداورسیدناعیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے نزول بھی ہونے والا ہے،ہرطرف اسلام کا جھنڈا بھی لہرائیگا ۔

باب الحشر، حساب، کتاب، قصاص، میزان اور حوض وشفاعت پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی نافرمان قومیں ننگے دھڑ نگے ذلیل وخوار ہوکر قبروں سے اٹھیں گے، اور شکل وصورت انتہائی بگڑی ہوئی منہ کے بل چل رہے ہوں گے، تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شان بلند وبالا ہوگی، قبروں سے اٹھتے ہوئے ہی کپڑے پہنے ہوئے سواریوں پر چل رہے ہوں گے، محشر بپا ہوگا، ہر ایک کو نفسی نفسی ہوگی تو سید الاولین والاخرین، باعث تخلیق کون ومکاں کی شان دکھائی جائیگی۔ میں تمہاری حاجت روائی کرونگا، پھر آپ شفاعت فرمائیں گے تو ساری کائنات کا حساب وکتاب ہوگا پھر اس کے بعد کیا ہوگا ساری کائنات کو محشر کے مابقی آدھے دن میں جو پانچ سو (۵۰۰) یا پچیس (۲۵) ہزار سال کا ہوگا، آپ کے مقام محمود کی شان دکھائی جائیگی، آپ عرش پر سیدھے جانب جلوہ افروز ہوں گے اور ساری کائنات آپ کی تعریف کے گن گاتی رہیگی، کفار ومشرکین بدکار انسان دوزخ میں جائیں گے "**باب صفة الجنة وباب صفة النار**" اور اس کے متعلقات کو پڑھتے ہیں دوزخ کا پیپ وخون دوزخی جس کو پئیں گے اس کا ایک قطرہ ساری دنیا وجہاں کو بدبودار کردے گا، اس کو صرف سن کر انسان خوف سے لرز جاتا ہے۔

دوسری طرف جنت میں جانے والے ایسے خوش نصیب ہیں کہ ایک ادنیٰ جنتی کا جنت میں حصہ اس دنیا سے دس گناہ زیادہ رہیگا۔ جس میں حسن کے بازار بھی ہوں گے، ہر قسم کی خوشیاں اور نعمتیں جس کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں رہیگی، اور ہر ایک کو اس کے درجہ کے اعتبار سے اللہ رب العزت کا دیدار ہوتا رہیگا۔

"**باب بدء الخلق وذكر الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام**" مخلوق کی ابتداء اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر۔

یہ زجاجۃ المصابیح کی چوتھی جلد کا آخری عنوان ہے، اور اس کے دو جزء ہیں: ایک جزء "انبیاء علیہم السلام کا ذکر" ہے، جس کے متعلق جامع صغیر میں ہے: "**ذكر الانبياء من العبادة**" کہ وہ از قسم عبادت ہے۔ اور دوسرا جزء "مخلوق کی ابتداء" ہے، اس عنوان میں قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کی دعوت ہے، اس سے ایمان میں تقویت اور تازگی پیدا ہوتی ہے، مؤلف رحمہ اللہ نے اس عنوان میں (39) احادیث کی تخریج کی ہے، اور حواشی میں ایمان افروز تشریحات اور معانی ومطالب کے ایسے سمندر میں سفر کرایا ہے جس میں ہر شخص کو اس کی ہمت کے مطابق علم وعرفان کے چمکتے موتی دستیاب ہیں جس سے اس کی دنیا وآخرت روشن اور چمکتی ہے۔

انبیاءعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداداور نبی ورسول میں فرق اوران میں فرق مراتب کا ایسا دل نشین ایمان افروز بیان ہے کہ ہرایک کی شان وعظمت بھی قائم ہے اور کسی کی تنقیص کا شائبہ بھی نہیں ؛ کیونکہ کسی بھی پیغمبر کی تنقیص کفر ہے، انبیاءعلیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی صورت وسیرت میں ہرعیب سے پاک اورمنزہ ہوتے ہیں۔اس مضمون میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اوراس سے متعلق متعارض احادیث میں توافق اور چند عظیم المرتبت پیغمبروں کا ذکراوران کی نورانی صورت وسیرت اور پیام ہدایت کی بنیادی باتیں اوران کی شریعت غراءاوران کے علم وحکم کی وسعت اورصالحین کے لئے طی زمان ومکان اورطی لسان سے سرفرازی کا ذکر ہے،اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے از روزِ اوّل تا قیامِ قیامت اور جنت ودوزخ میں جانے اوراس کے بعد کے بھی تمام امورواقعات نام بنام بتادئے ہیں۔

اورحضرت خضرعلیہ السلام کے نبی یاولی ہونے سے متعلق تفصیلی بحث اوران کی حضرت الیاس علیہ السلام سے سدّ ذوالقرنین کے پاس ہرروزرات میں ملاقات اور ہرسال کعبۃ اللہ میں دونوں کی ملاقات اورآبِ زمزم کا ایک سال کے لئے نوش فرمانا اورصحابہ کا اپنی حاجت میں حضورصلی اللہ علیہ وسلم سے توسل لینا جیسے مفید ودلچسپ واقعات کا ذکر ہے۔انسان اورفرشتوں کے درمیان افضلیت کی بحث اورافضلیت کے مراتب کاتفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

عنوان کا دوسرا جزء ''بدء الخلق ''مخلوق کی ابتداء یہ بھی ایمان افروزاورایمان کی تقویت کا باعث بیان ہے،اس اس میں زمین وآسمان' عرش وفرش' پانی وپہاڑ اورتمام افلاک عالم کےکونی حقائق کا ذکر ہے،آج سائنس اپنی تمام تر بلندیوں کوپہنچ کربھی ایسامحسوس ہوتا ہے وہ ابھی ابتدائی مرحلہ میں ہے۔

حدیث شریف میں ہے: پہلے پانی کو بنایا، پھر پانی سے ساری زمین وآسمان اورسارے افلاک کو بنایا۔ سات زمین اورسات آسمانوں کی تفصیلات ہیں اور یہ کہ ہردو کے درمیان پانچ سوسال کا فاصلہ ہے اورساتویں آسمان اورعرش کے درمیان پانی کا ایسا عظیم سمندررکھا ہے جس کی گہرائی پانچ سو(500) سال کی مسافت کی ہے اس کی موجوں کے ذکر سے دل دہل جائیں،''وانزلنا من السماء ماء' 'انہی آسمانوں کےاوپر کےسمندر سے حسب ضرورت زمین کے سمندروں میں پانی اتارکررکھدیا گیا ہے، پھراس کوبادلوں کی شکلوں میں اٹھا کرضرورت کے مقام پر برسایا جاتا ہے،طلبۂ سائنس کے لئے یہ نہایت مفید مضمون ہے۔

سائنس بھی انسان کی ضرورت سے ہے، اسلام سائنسی علوم کو سیکھنے کی ترغیب دیتا ہے بلکہ حسب ضرورت اس کا سیکھنا فرض کفایہ ہے۔

اس باب کے اختتام میں عورت کے کمال کا ذکر ہے، اسلام نے روزِ اول سے عورت کو سماج میں اہم مقام عطا کیا ہے۔ عورت کے کمال سے متعلق یہ اہم مضمون ہے، قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں میں سے کوئی بھی نبی نہیں ہیں البتہ بعض عورتیں مرتبۂ کمال پر فائز ہیں، عورتوں کا کمال صدیقیت ہے، اس کے علاوہ کمال کے مفہوم میں جو وسعت ہے حضرت محدث علیہ الرحمہ نے حواشی میں اس پر جامع بحث لائی ہے۔ وللّٰہ درہ۔

یہ سب ابواب پوری شریعت کا ماحصل ہیں، ان کو توجہ کے ساتھ پڑھیں! اللہ تعالیٰ اس ترجمہ کو قبول فرمائے اور ہر ایک کے لئے مفید بنائے اور میزان حسنات میں شامل کرے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ وآلہ وصحبہ ومحبیہ

والتابعین لھم باحسان الی یوم الدین اجمعین والحمد للہ رب العالمین.

محمد خواجہ شریف

شیخ الحدیث وناظم مرکز تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ
ومدیر المعہد الدینی العربی حیدرآباد
(بموقع طبع اول)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمُ

(26) كِتَابُ الْفِتَنِ

فتنوں[1] کا بیان

1/6778 ﴿سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہم میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وقت قیام[2] فرمایا اور آپ نے قیامت تک آنے والی کوئی چیز کو نہیں چھوڑی، مگر اسی جگہ اسکی خبر دی جس نے اسکو یاد رکھا وہ یاد رکھا جو بھول گیا وہ بھول گیا میرے یہ احباب اسکو جانتے ہیں اور اس میں سے کوئی چیز واقع ہوتی ہے جسکو میں بھول چکا

---

[1] ﴿ قوله : كتاب الفتن (فتنوں کے مضامین) لفظ ''فتن'' فتنة کی جمع ہے اور یہ لفظ اور معنی کے اعتبار سے ''محن'' کی طرح ہے جو ''محنة'' کی جمع ہے اور فتنہ آزمائش وامتحان کو کہتے ہیں، پھر صاحب مشکوۃ رحمہ اللہ نے کتاب الفتن قائم کیا اور کتاب کے آخر تک اس میں کئی ابواب بیان کئے جس کی اس میں کوئی خاص وجہ معلوم نہیں ہوتی خاص طور پر بـاب الفضائل و المناقب اسکے ضمن میں لانے کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے اور نہ اس میں فتنہ کا کوئی مفہوم ظاہر ہوتا ہے اگر یہ سمجھا جائے کہ یہ ہمیں اس پر اعتقاد رکھنے اور اس پر عمل کرنے کے اعتبار سے ہے تو کتاب میں جو کچھ مذکور ہے سب اسی قبیل سے ہے، پھر وجہ تخصیص کیا ہے۔ (لمعات)۔

[2] ﴿ قـولـه : قـام فيـنـا رسـول الله ﷺ مقاما (ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وقت قیام فرمایا) لفظ ''مقام'' یا تو مصدر میمی ہے یا ظرف مکان ہے۔ ایک قول ظرف زماں ہونے کا ہے اور منفی جملہ یعنی آپکا فرمان: ماتـرک شيئا الخ اسکی صفت ہے اور آپکا فرمان يـكـون يوجد کے معنی میں ہے جو شيئا کی صفت ہے اور آپکا فرمان فـي مـقـامـه تـرک کے متعلق ہے اور لفظ مقامہ کو موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے اور آپکا فرمان ذلـک مـقــامــه کی صفت ہے اس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی طرف اشارہ ہے، اور آپکا فرمان: الـى قيـام السـاعة ليكو ن کی غایت ہے۔ مطلب یہ ہے اس طرح قیام فرمائے کہ اس میں ہونے والی کسی چیز کو ترک نہیں فرمائے اور مناسب یہ ہے کہ آپ نے ان سب فتنوں کی خبر دی جو اس وقت قیامت تک ظہور پذیر ہونگیں۔ (مرقات)۔

ہوتا ہوں اور اسکو دیکھتا ہوں تو اسکو ایسے یاد کرلیتا ہوں جیسے کوئی آدمی اپنے سے غائب کسی شخص کا چہرہ ذہن میں رکھتا ہے، پھر جب اسکو دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے۔(متفق علیہ)۔

2/6779﴿انہی سے روایت ہے اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا میرے ساتھی بھول گئے یا بھلا بیٹھے ہیں اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے ختم ہونے تک آنے والے فتنے کے کسی 1 قائد کو نہیں چھوڑا جن کی تعداد تین سو یا اس سے کچھ زیادہ تک پہنچتی ہے مگر آپ نے اس کا نام اور اس کے باپ اور قبیلہ کا نام ہم کو بتا دیا۔(ابوداؤد)۔

3/6780﴿انہی سے روایت ہے فرمایا: لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق دریافت کرتے تھے اور میں آپ سے شر کے بارے میں دریافت کرتا تھا اس اندیشے سے کہ کہیں وہ مجھے آنہ پہنچے وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم جہالت اور شر میں تھے اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس یہ خیر لایا، کیا اس 2 خیر کے بعد کوئی شر ہوگا؟ فرمایا: ہاں، میں نے عرض

1﴿ قولہ : قائد فتنة (فتنہ کا قائد) یعنی گمراہی کی دعوت دینے والا اور بدعت نکالنے والا۔(مرقات)۔

2﴿ قولہ : فهل بعد هذا الخير من شر الخ (اور کیا اس خیر کے بعد شر ہے) اس بارے میں کہا گیا کہ پہلے شر سے مراد وہ فتنے ہیں جو سیدنا عثمان رضی اللہ کی شہادت کے وقت اور اس کے بعد رونما ہوئے اور دوسرے خیر سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ظاہر ہونے والا خیر مراد ہے۔اور الذين تعرف منهم وتنكر سے وہ امراء مراد ہیں جو آپکے بعد ہوئے ان میں سے بعض وہ تھے جو سنت اور عدل کو تھامے رہے اور بعض وہ تھے جو بدعت کی طرف بلاتے اور ظلم کیا کرتے تھے، یا ان میں سے بعض وہ ہیں جو کبھی اچھائی پر عمل کرتے اور کبھی خواہش نفس کی اتباع میں اور دنیوی معاملات سے متعلق اپنے اغراض حاصل کرنے کی خاطر برائی پر عمل کرتے ایسا نہیں کہ وہ زیادہ بہتر امر کی تلاش اور آخرت کی رعایت چاہتے ہوں جیسا کہ ہمارے زمانے کے بعض امراء کی حالت ہے۔اور کہا گیا: شر اول سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد کا زمانہ مراد ہے اور خیر ثانی سے سیدنا امام حسن کی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ صلح واقع ہونا اور اس پر اجماع مراد ہے اور دخن سے آپکے زمانے کے بعض امراء جیسے عراق میں۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔

کیا: کیا اس شر کے بعد کوئی خیر ہوگا؟ فرمایا: ہاں، اور اس میں کدورت بھی ہوگی میں نے عرض کیا: اس کی کدورت کیا ہوگی؟ فرمایا: ایک قوم ہوگی جو میری سنت وطریقہ کے سوا دوسرے طریقے پر عمل کریگی اور وہ میرے راستہ کے سوا دوسرے پر چلے گی ان کی بعض باتوں کو تم اچھی پاؤ گے اور پہچان لوگے اور بعض کا انکار کروگے۔ میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا' فرمایا: ہاں، جہنم کے دروازوں پر بلانے والے ہونگے جو اسکی کی طرف جانے میں انکی بات مانے گا تو اس کو اس میں پھینک دیں گے۔ میں نے عرض کیا: ہمیں انکا وصف بتائیے' فرمایا: وہ ہمارے قبیلے سے ہوں گے اور ہماری زبانوں میں بات کریں گے' میں نے عرض کیا: اگر وہ میرے پاس پہنچ جائیں تو آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں، فرمایا: تم مسلمانوں کی جماعت اور انکے امام کو پکڑے رہنا، میں نے عرض کیا: اگر انکی جماعت اور امام نہ ہو؟ فرمایا: تو تم ان تمام فرقوں سے الگ رہو اگر چہ تم کو دانتوں سے درخت کی جڑ کترنا پڑے یہاں تک کہ تم کو اسی حالت پر موت آجائے۔ (متفق علیہ)۔

4/6781 اور مسلم کی روایت میں ہے فرمایا کہ میرے بعد کچھ ایسے ائمہ ہونگے جو میری راہ پر نہیں چلیں گے اور میری سنت پر عمل نہیں کرینگے اور ان میں ایسے لوگ بھی اٹھیں گے انسانوں کے جسموں میں ان کے دل شیطانوں کے دل ہونگے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اگر میں اس زمانہ کو پاؤں تو کیا کروں؟ فرمایا: تم امیر کی بات سنو! اور اسکی اطاعت کرو اگر چیکہ وہ تمہاری پیٹھ پر مارے اور تمہارا مال لے لے تب بھی سنو اور اطاعت کرو۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ زیادتھا اور وہ اختلاف ہے جو اس بارے میں خوارج نے کہا تھا اور آپ کا فرمان: **دعاۃ علی ابواب جھنم** داع کی جمع ہے محدث اشرف نے کہا: یعنی ایسی جماعت جو لوگوں کو گمراہی کی طرف بلاتی ہے اور انکو انواع واقسام کے شبہ میں ڈالنے اور خیر سے شر کی طرف' سنت سے بدعت کی طرف اور زہد سے رغبت کی طرف لیجانے کے ذریعہ ہدایت سے روکتی ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ نے بلانے والوں کی دعوت اور بلائے جانے والوں کا قبول کرنا انکو جہنم میں لیجانے اور انکے جانے کا سبب بنایا اور شبہ میں ڈالنے کے اقسام میں سے ہر قسم کو جہنم کے دروازوں میں ایک دروازہ کے درجہ میں قرار دیا۔ (مرقات)۔

5/6782 ﴿انہی سے روایت ہے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ جیسا اس سے پہلے شر تھا' فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا حفاظت کی چیز کیا ہے؟ فرمایا: تلوار' میں نے عرض کیا: کیا تلوار کے بعد بھی کچھ باقی رہیگا' فرمایا: ہاں، حکومت تکلیف دہ چیزوں پر اور صلح کدورت پر قائم ہوگی' میں نے عرض کیا: پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر گمراہی کے داعی پیدا ہونگے اگر زمین میں اللہ تعالیٰ کا کوئی خلیفہ ہو جو تمہاری پیٹھ پر کوڑے مارے اور تمہارا مال لے لے تو بھی تم اسکی اطاعت کرو اور اگر ایسا نہ ہو تو تم درخت کی جڑ کو دانتوں سے پکڑے ہوئے [1] انتقال کرنا' میں نے عرض کیا: پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر اسکے بعد دجال نکلے گا اس کے ساتھ ایک نہر اور ایک آگ ہوگی پس جو اسکی آگ میں گریگا اسکا اجر ثابت ہوجائیگا اور اسکا گناہ معاف ہوجائیگا، اور جو اسکی نہر میں گریگا اسکا گناہ ثابت اور اسکا ثواب ختم ہوجائیگا، حضرت حذیفہ نے کہا: میں نے عرض کیا: پھر کیا ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑی کا بچہ پیدا ہوگا اور اس پر سواری نہیں کی جائیگی یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائیگی۔(ابوداؤد)۔

6/6783 ﴿ایک اور روایت میں ہے، صلح کدورت پر اور اجتماعیت تکلیف دہ چیزوں پر رہیگی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! **الھدنة علی الدخن** کیا ہے؟ فرمایا: قوموں کے دل اس حالت پر نہیں لوٹیں گے جس پر وہ تھے، میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد شر ہے؟ فرمایا: اندھا بہرہ فتنہ ہوگا اس پر دوزخ کے دروازوں پر بلانے والے ہوں گے' اے حذیفہ! اگر تم کسی جڑ کو دانتوں سے پکڑے ہوئے انتقال کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس بات سے کہ تم ان میں سے کسی کی اتباع کرو۔(ابوداؤد)۔

---

[1] ﴿ **قولہ : فمت** (تُو انتقال کرے) گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گمنامی اور عزلت نشینی کو موت سے تعبیر فرمایا کیونکہ زندگی کی لذت عموماً شہرت اور میل ملاپ سے ہوتی ہے اور آپ کا فرمان: **انت عاض علی جذل شجرة** (تم درخت کی جڑ کو دانتوں سے پکڑلو، عزلت نشینی کو اختیار کرلو) **جذل الشجر** درخت کی جڑ اور **عض جذل الشجرة** مصائب برداشت کرنے سے کنایہ ہے۔(مرقات)۔

7/6784 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب بہرہ 1، گونگا، اندھا فتنہ ہوگا جو اسکی طرف جھانکے گا اور اسکو اچک لیگا اور اس میں زبان چلانا تلوار چلانے کی طرح ہوگا۔ (ابوداؤد)۔

8/6785 سیدنا عبداللہ بن عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ نے فتنوں کا ذکر کیا اور بہت زیادہ بیان کیا یہاں تک کہ فتنہ احلاس 2 کا ذکر فرمایا، کسی کہنے والے نے کہا: فتنہ احلاس کیا ہے؟ فرمایا: وہ بھاگنا اور لڑنا ہے، پھر فتنہء سراء کا ذکر کیا، اسکی ابتداء میرے اہل 3 بیت میں

---

1 قولہ : فتنة صماء الخ (بہرہ فتنہ) مطلب یہ ہے کہ وہ اس فتنہ کے زمانہ میں حق اور باطل کے درمیان تمیز نہیں کرینگے اور نصیحت نہیں سنینگے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی نہیں کریں گے بلکہ جو اس میں حق بات کہے گا اسکو تکلیف دی جائیگی اور وہ آزمائشوں اور مصائب میں گرفتار ہوگا۔ (مرقات)۔

2 قولہ : فتنة الاحلاس (ٹاٹ کا فتنہ) حلس کا مطلب تو حدیث شریف میں معلوم ہو گیا فتنہ کی نسبت حلس کی طرف اسکے دوام کی وجہ سے ہے؛ کیونکہ ٹاٹ فرش کے کپڑے کے نیچے ہمیشہ رہتا ہے یا اسکو کدورت سے تشبیہ دینا ہے یا یہ نسبت صرف اس لئے ہے کہ ٹاٹ گھروں میں بچھائے اور پھیلائے جاتے ہیں پس اس میں اس زمانے میں گوشہ نشینی اختیار کرنے اور گھروں میں ہی رہنے کی طرف اشارہ ہے۔ فتنہ السراء رفع کے ساتھ مبتداء ہے اور ''دخنها'' اسکی خبر ہے ''هی هرب وحرب'' پر اس کا عطف ہے اور نصب سے بھی پڑھا گیا ہے تو اس صورت میں اس کا عطف فتنه الاحلاس پر ہوگا اور ذخنها الخ یہ جملہ مستأنفہ ہے یہ اس فتنہ کے بیان کے لئے لایا گیا ہے یعنی اسی فتنہ سراء کا سبب تعیُّشات کی کثرت اور دولت کی زیادتی سے طرب وسرور ہوگا، یا یہ اس لئے فتنہ سراء ہے کہ مسلمانوں کے دین میں خلل اور سستی کی وجہ سے کفار کو سرور، وخوشی ہوگی۔ (لمعات قدرے تغیر کے ساتھ)۔

3 قولہ : دخنها من تحت قدمی رجل من اهل بیتی (اس کی ابتداء میرے اہل بیت کے ایک آدمی کے پیروں کے نیچے سے ہوگی) صاحب البذل مجھو دنے کہا: جو بات مجھے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ فتنہ وہی ہے جو ماہ رمضان ۱۳۳۴ھ میں واقع ہوا اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ شریف حسین بن علی۔۔ بقیہ حاشیہ اگلہ صفحہ پر۔۔

سے ایک شخص کے قدموں کے نیچے سے ہوگی وہ یہ کہے گا کہ وہ مجھ سے ہے حالانکہ وہ مجھ سے نہیں، میرے دوست تو متقی ہیں، پھر لوگ ایک ایسے شخص پر صلح کرینگے جو پسلی پر سرین 1 کی طرح ہوگا، پھر کالا فتنہ ہوگا وہ اس امت میں سے کسی کو نہیں چھوڑیگا مگر اسکو ایک طمانچہ ماریگا

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔ترکوں کی حکومت میں انکی حکومت کا شریف تابعدار گونر تھا، پھر جنگ عظیم کے زمانے میں نصاری کی ایک سلطنت سے خط وکتابت کی اور یہ جنگ حکومت ترک اور حکومت نصاری کے درمیان تھی پس اس نے نصرانی حکومت سے راز داری میں جاملا اور ترکوں سے جنگ کرنے پران سے موافقت کرلیا اور مکہ مکرمہ میں رہنے والے ترکی لشکر کو قتل کیا اور انکی عورتوں کو قید کیا، پھر خود مختار حکومت بنالیا اور خود کو ملک الحجاز کا نام دیا اور اسکی حکومت تقریبا دس سال رہی پھر اس کا معاملہ کمزور پڑ گیا تو لوگ اس کے بیٹے علی بن حسین سے حکومت پر مصالحت کرلئے لیکن اس کا نظام مضبوط نہیں رہا اور یہ ایسا ہوگیا جیسے سرین پھسلی پر ہو، اس فتنہ کو فتنہ السراء سے موسوم کیا گیا کیونکہ اسکی بنیاد اوران دونوں کی گفتگو کے اسباب پوشیدہ تھے کیونکہ نصرانی حکومت نے رازدارانہ طور پر اسکو مائل کیا اور ہزاروں رقومات پوشیدہ طور پر اسکی طرف روانہ کیا تاکہ سلطنت اسلامی پر چڑھائی کرے اور اس سے منحرف ہوجائے، پھر ان رقومات کو مختلف دیہاتوں میں تقسیم کیا اور مسلمان ترکوں سے جنگ کرنے پران سے اتفاق کرلیا اور یہ سب خفیہ طور پر ہوا، اتفاق سے مکہ میں موجود ترکی قائد کو اس فتنہ کی کچھ خبر مل گئی تو وہ شریف مکہ سے اس کے بارے میں پوچھ گچھ کیا تو اس نے کعبہ کے پاس قسم کھائی کہ اس کی کوئی اصل نہیں یہاں تک کہ اس سے ترکی قائد مطمئن ہوگیا، پھر مسلمانوں کو قتل کرنے اور انکی عورتوں کو قید کرنے اور انکو کفار کے حوالے کرنے کا جو واقعہ بھی ہونا تھا ہوا۔ **لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم**۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "سراء" سرور سے ہو، کیونکہ اس زمانے میں تحدیدات اور سخت تنگی اور انتہائی فقر کے بعد اہل عرب کے پاس رقومات اور ہر قسم کے غلے اور کھانوں کی اسقدر کثرت ہوئی کہ تنگدست عربوں میں سے ایک شخص جو دو پیسہ کا مالک نہیں، اڑتالیس ہزار جنیہ روپیوں کا مالک ہوگیا اور یہ شخص عبیداللہ بن ہویمل حازمی ہے اسی طرح اور بھی دوسرے ہیں، میں نے یہ بات علماء مدینہ منورہ کے ایک معتبر ثقہ عالم سے سنا ہے۔

1﴾ **قولہ : کورک علی ضلع** (جو پسلی اور سرین کی طرح ہوگا) یہ ایک مثال ہے مطلب یہ ہے کہ وہ ثابت قدم نہ رہیگا کیونکہ سرین بوجھل ہونے کی وجہ سے پسلی پر اسکے باریک ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں رہتی، معنی یہ ہے کہ وہ اپنی کم علمی اور کمزور رائے اور کم بردباری کی وجہ سے بادشاہت کا اہل نہ ہوگا۔ (مرقات)۔

جب کہا جائیگا کہ فتنہ ختم ہوگیا تو اور پھیل جائیگا کہ آدمی اس میں ایمان کی حالت میں صبح کریگا اور شام کریگا کافر ہوکر' حتی کہ لوگ دو خیموں کی طرف پلٹ جائینگے' ایک ایمان کا خیمہ جس میں کوئی نفاق 1؎ نہیں دوسرا نفاق کا خیمہ جس میں کچھ بھی ایمان نہیں ہوگا، جب یہ واقع ہو تو اسی دن یا اسکے بعد کے دن سے دجال کا انتظار کرو۔ (ابوداؤد)۔

9/6786 ﴿ سیدنا ابوموسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کہ قرب قیامت بہت فتنے ہوں گے تاریک رات کے ٹکڑوں 2؎ کی طرح سے آدمی صبح کریگا ایمان کی حالت میں تو شام کریگا کافر ہوکر 3؎ اور شام میں مومن رہیگا صبح کافر ہوجائیگا۔ بیٹھنے والا اس میں کھڑے رہنے والے سے بہتر ہے چلنے والا اس میں دوڑنے والے سے بہتر ہے۔ پس تم اس میں اپنی کمانوں کو توڑ دو اور اس میں اپنے تانت کو کاٹ دو اور اپنی تلواروں کو پتھر سے ماردو، اگر وہ تم میں کسی پر گھس کر آئے تو اولاد آدم میں کے بہترین شخص کی طرح ہوجاؤ۔ (ابوداؤد)۔

10/6787 ﴿ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں آپ کے ارشاد "خیر من الساعی"

1؎ قولہ : فسطاط نفاق لا ایمان فیہ (نفاق کا خیمہ جس میں کچھ بھی ایمان نہ ہوگا) اس سے مراد اصل ایمان ہے یا کمال ایمان ہے، اس میں منافقین کے اعمال جیسے جھوٹ' خیانت' عہد شکنی اور اس جیسی چیزیں ہونے کی وجہ سے ہے۔ (مرقات)۔

2؎ قولہ : قولہ کقطع اللیل المظلم (تاریک رات کے ٹکڑوں کے جیسا) یعنی ہر فتنہ اپنی شدت اور تاریکی میں اور اس کا معاملہ غیر واضح ہونے میں تاریک رات کے ٹکڑے کی طرح ہوگا۔ (مرقات)۔

3؎ قولہ : یمسی مؤمنا ویصبح کافرا (شام کریگا ایمان کی حالت میں اور صبح کریگا کافر ہوکر) راجح قول یہ ہے کہ اصباح اور امساء سے وقتاً فوقتاً لوگوں کی تبدیلی مراد ہے اس سے وہ خاص دو وقت مراد نہیں ہیں، اس میں کنایہ ہے کہ ان کے احوال بدلتے جائیں اور ان کی باتوں میں تذبذب ہوگا اور ان کے کام قسم قسم کے ہوتے جائیں گے، جیسے عہد کرنا توڑنا' امانت اور خیانت' اچھائی اور برائی' سنت و بدعت' ایمان و کفر کہ ہر وقت ایک ایک قسم کا کام کریں گے۔ (مرقات)۔

تک ذکر کیا گیا، پھرانہوں نے عرض کیا: تو آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جاؤ۔(ابوداؤد)۔

11/6788 ﴿ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فتنہ میں تم اپنی کمانوں کو توڑ دو اور اس میں اپنی تانت کاٹ دو اور اس میں اپنے گھروں کے اندرونی حصوں کو لازم کرلو اور ابن آدم کی طرح ہوجاؤ! اور فرمایا: یہ حدیث صحیح غریب ہے۔(ترمذی)۔

12/6789 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اعمال میں 1 جلدی کروان فتنوں سے پہلے جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح ہیں۔ آدمی صبح ایمان کی حالت میں کریگا اور شام کریگا کافر ہوکر، اور شام کریگا مومن ہوکر اور صبح کریگا کافر ہوکر، اپنے دین کو دنیا کے سامان کے عوض بیچ دیگا۔(مسلم)۔

13/6790 ﴿ انہی سے روایت ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنقریب ایسے فتنہ ہونگے، بیٹھا ہوا شخص ان میں بہتر ہوگا کھڑے ہوئے شخص سے، اور ان میں کھڑا ہوا بہتر ہوگا چلنے والے سے، اور ان میں چلنے والا بہتر ہوگا دوڑنے والے سے، جو شخص ان کی طرف جھانکے گا تو وہ اسکو اچک لینگے، جو شخص کوئی ٹھکانہ، یا پناہ کی جگہ پائے تو اسکی پناہ لے لے۔(متفق علیہ)۔

14/6791 ﴿ اور مسلم کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا: ایسا فتنہ ہوگا اس میں سونے والا بہتر ہوگا جاگنے والے سے اور جاگنے والا اس میں بہتر ہوگا کھڑے ہونے والے سے اور اس

1﴿ قولہ : بادروا بالاعمال الخ (نیک کاموں میں جلدی کرو) اس کا خلاصہ یہ ہیکہ تاریک فتنے جیسے قتل وغارتگری ہے، مسلمانوں کے درمیان دین ودنیا کے معاملہ میں اختلافات کے رونما ہونے سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو، کیونکہ ان فتنوں میں کامل طور پر عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے، یہاں مراد فتنوں کی حالت کو تشبیہ دیکر بیان کرنا ہے کہ وہ زمانہ نہایت خراب اور برا ہے، فتنہ کے سبب کا پتہ نہیں چلے گا فتنہ سے نکلنے اور بچنے کا راستہ بھی معلوم نہیں ہوسکتا۔(مرقات)۔

میں کھڑے ہونے والا بہتر ہوگا دوڑنے والے سے پس جو شخص کوئی ٹھکانہ یا پناہ کی جگہ پائے تو اس کی پناہ لے لے۔(مسلم)۔

15/6792 ﴿سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب فتنے ہونگے سنو! پھر فتنے ہونگے' سنو! پھر ایک فتنہ ہوگا کہ اس میں بیٹھا ہوا چلنے والے سے بہتر ہوگا' اور اس میں چلنے والا اسکی طرف دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔سنو! جب یہ فتنہ واقع ہوتو جس شخص کے لئے اونٹ ہوتو وہ اپنے اونٹوں میں چلا جائے اور جس کے لئے بکریاں ہوں تو وہ اپنی بکریوں میں چلا جائے اور جس شخص کی کوئی زمین ہوتو وہ اپنی زمین میں چلا جائے ،تو ایک صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کیا فرماتے ہیں جس کے لئے کوئی اونٹ اور بکریاں نہ ہوں اور زمین بھی نہ ہو،تو آپ نے فرمایا: تو وہ اپنی تلوار کی طرف ارادہ کرلے اور اسکی دھار کو پتھر سے کوٹ دے' پھر الگ ہوجائے اگر الگ ہوجانے کی استطاعت ہو۔اے اللہ! کیا میں نے پہنچادیا' اسکو آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔پھر ایک صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کیا فرماتے ہیں اگر مجھے مجبور کیا جائے یہاں تک کہ مجھے دو جماعتوں میں سے کسی ایک کی طرف لے جایا جائے اور کوئی شخص اپنی تلوار سے مجھے مارے یا کوئی تیر مجھے آکر قتل کردے تو آپ نے فرمایا: وہ اپنا گناہ اور تیرا گناہ لے کر لوٹے گا اور وہ دوزخیوں میں سے ہوگا۔(مسلم)۔

16/6793 ﴿سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین[1] مال وہ بکریاں ہوں گی جسکو لیکر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور پانی کے مقامات میں چلے جائے ،دین کے لئے فتنوں سے بھاگے۔(بخاری)۔

---

[1] ﴿ **قولہ : خیر مال المسلم** (مسلمان کا بہترین مال) اگر آپ یہ کہیں کہ اس میں گوشہ نشینی افضل ہونا ثابت ہے اور اسلامی اصول وقواعد تو میل جول افضل ہونے کے متقاضی ہیں اسی لئے اہل محلّہ کے میل جول کیلئے پنجگانہ نمازوں میں جماعت اور اہلیان شہر کے میل جول کیلئے جمعہ،شہر اور اس کے اطراف واکناف کے افراد کے میل جول کے لئے عید اور اہل آفاق کے اجتماع کے لئے۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

17/6794 ﷺسیدتنا ام مالک بھز یہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا اور اسکو سمجھ سے قریب کر کے بتلایا، میں نے عرض کیا: اس میں بہترین شخص کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: وہ شخص جو اپنے مویشیوں میں رہے انکا حق ادا کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت کرے اور وہ شخص جو اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑا رہے دشمن کو ڈرائے اور دشمن اسکو ڈراتے ہوں۔(ترمذی)۔

18/6795 ﷺسیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں ایک دن دراز گوش پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، تو جب ہم مدینہ کے گھروں سے آگے بڑھ گئے تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ طیبہ میں بھوک ہوگی تم اپنے بستر سے اٹھو گے اور تمہاری مسجد تک نہ پہنچو گے یہاں تک کہ بھوک تم کو مشقت میں ڈال دیگی؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اسکے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! صبرو1 پاکیزگی اختیار کرو، آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! تمہارا کیا حال ہوگا؟ جب مدینہ طیبہ میں عام موت ہوگی، گھر غلام (کی قیمت) کو پہنچ جائیگا یہاں2 تک کہ قبر غلام کے عوض بیچی جائیگی، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکے رسول بہتر جانتے ہیں

۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔میدان عرفات کا وقوف مقرر کیا گیا، اسی لئے لقیط کو یعنی کہیں گرا ہوا بچہ مل جائے تو اس کو شہر سے گاؤں کی طرف لے جانا منع ہے اور اس کا عکس جائز ہے یعنی گاؤں سے شہر کولانا جائز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اوقات واحوال مختلف ہوتے ہیں تو نیک صالح ہمنشین تنہائی سے بہتر ہے اور تنہائی برے ہمنشین سے بہتر ہے۔(کرمانی)۔

1﴾ **قولہ : تعفف** (صبر کرو) صیغہ امر کے ساتھ ہے بھوک کی تکلیف میں صبر وعفت، تقوی و پرہیزگاری اور حرام سے بچنے کو لازم کرلو۔ اسی طرح شبہ کی چیزوں سے اور مخلوق سے مانگنے اور مخلوق سے امید لگائے رکھنے اور اسکی ذلت ورسوائی سے بچو۔(مرقات)۔

2﴾ **قولہ : انہ یباع القبر بالعبد** (قبر کو غلام کے عوض فروخت کیا جائیگا) یہ لفظ ''بیت'' سے ہونے والے ابہام کی وضاحت ہے، نھایہ میں ہے یہاں پر بیت سے مراد قبر ہے، حضور ﷺ کی مراد یہ ہے قبور کی جگہ تنگ ہو جائیگی تو لوگ ہر قبر کو غلام کے عوض فروخت کریں گے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! صبر کرو! آپ نے فرمایا: اے ابوذر! تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ طیبہ میں ایسا قتل عام ہوگا کہ خون 1 ڈبودیگا احجار الزیت (تیل کے پتھروں) کو' حضرت ابوذر

تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ قول محل نظر ہے اگرچیکہ زندوں کو مسلسل موت آجائے اوران میں پوری طرح سے پھیل جائے تب بھی وہ ان کو اس حد تک نہیں پہنچا سکتی ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے جگہ وسیع اور کشادہ بنا رکھا ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ قبور کیلئے مقررہ خاص مقام ہے عام طور پر عادت یہ ہے کہ لوگ اس علاقہ سے تجاوز نہیں کرتے۔ شرح السنہ میں ہے اس کے مفہوم کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ قبر کھودنے بنانے والے اپنی صورت حالت کی بناء پر مردوں کی تدفین سے اعراض کریں گے' یہاں تک کہ قبر کھودنے اور تدفین کرنے والا کوئی نہیں ملے گا مگر یہ کہ اسکو ایک غلام یا ایک غلام کی قیمت ادا کی جائے۔

علامہ خطابی نے کہا: اس حدیث سے ان حضرات کا استدلال ہے جن کے پاس کفن چور کے ہاتھ کاٹنا واجب ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے قبر کو بیت کہا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ گھروں کی طرح محفوظ مقام ہے۔

میں کہتا ہوں خصوصاً جب کہ یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کفن چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا: لیکن ہمارے اصحاب نے اسکو سیاست پر محمول کیا ہے۔ (مرقات)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سے متعلق ایک دوسری جگہ فرمایا: قبر پر لفظ بیت کے حقیقۃ یا حکما اطلاق کرنے سے اس کا محفوظ مقام ہونا لازم نہیں آتا، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر کسی نے ایسے گھر سے کوئی چیز لے لی جس کا دروازہ بند نہیں تھا یا جس کا کوئی پہریدار نہیں تھا تو بلا کسی اختلاف اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

1﴾ **قولہ : تعمر الدماء احجار الزیت** (خون ڈبودیگا احجار زیت کو) تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ حرہ مقام ہے جہاں یزید کے زمانے میں سانحہ پیش آیا تھا اوراس سرکش افواج کے سربراہ مسلم بن عقبہ المری کے زمانے میں جس نے رسول اللہ ﷺ کے حرم پاک کو مباح قرار دیا تھا وہ اپنی فوج کے ساتھ مدینہ شریف کے حرہ مقام مغربی جانب پڑاؤ ڈالا تھا اس نے اسکی حرمت کو جائز قرار دیا اوراس کے حضرات کو قتل کیا تین دن بعض روایات میں پانچ دن اس میں فساد پھیلاتا رہا، تو یقیناً وہ ایسا گھل گیا جیسا کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے اور کچھ وقت نہیں گذرا جب کہ وہ حرمین شریفین کے درمیان تھا موت اسکو پکڑلی اور باطل پرست وہاں پر خسارہ میں ہوگئے۔ (مرقات)۔

بذل المجھود میں ہے یہ اسوقت کا واقعہ ہے جب حجاج نے مدینہ شریف کے علماء کبار کو شہید کیا، کہا جاتا ہے کہ اس نے دس ہزار علماء کا قتل کیا مولانا یحییٰ مرحوم نے ''التقریر'' میں اس کو تحریر کیا ہے۔

نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: تم جن میں سے ہو ان میں (بال بچوں میں) چلے جاؤ، حضرت ابوذر فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: کیا میں ہتھیار باندھ لوں؟ آپ نے فرمایا: تو تم بھی اس قوم میں شامل ہو گئے میں نے عرض کیا: تو میں کیا کروں یارسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تلوار کی شعاعیں تمہیں چوندھیا دیں گی تو تم اپنے چہرہ پر اپنے کپڑے کا کونہ ڈال لو، تاکہ وہ تمہارے گناہ اور اپنے گناہ لیکر لوٹے۔(ابوداؤد)۔

19/6796 ﴾ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ٹیلوں میں سے کسی ٹیلہ پر تشریف لے گئے اور فرمایا: کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں، آپ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں فتنوں کو گر رہے ہیں تمہارے گھروں کے درمیان جیسے بارش گرتی ہے۔(متفق علیہ)۔

20/6797 ﴾ سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں دلوں پر 1 فتنے آئیں گے، چٹائی کی کاڑی کاڑی کی طرح پس جو دل فتنے پلا دیا گیا تو اس میں وہ ایک کالا دھبہ آجائیگا اور جو دل ان کا انکار کریگا تو اس میں وہ ایک سفید نشان پیدا ہو جائیگا یہاں تک کہ آدمی دو قسم کے دل پر ہو جائیں گے، ایک تو صاف پتھر کی طرح جب تک آسمان اور زمین ہیں کوئی فتنہ اسکو ضرر نہیں پہنچائیگا اور دوسرا کالا راکھ کے رنگ کا الٹی صراحی کی طرح وہ کسی نیکی کو نہیں پہچانیگا اور کسی برائی کو برا نہیں جانیگا سوائے اس خواہش کے جو اس کو پلا دی گئی ہے۔(مسلم)۔

21/6798 ﴾ انہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دو 2 باتیں

---

1 ﴾ قولہ : تعرض الفتن (فتنے آئیں گے یعنی آزمائش ومصائب) یہ بھی کہا گیا اس سے مراد فاسد عقائد اور باطل خواہشات ہیں۔

2 ﴾ قولہ : حدیثین (دو باتیں بیان فرمائیں) یعنی فتنہ کے زمانہ میں۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

بیان فرمائیں ان میں دو میں سے ایک کو میں نے دیکھ لیا اور دوسری کا میں انتظار کر رہا ہوں، آپ نے ہم کو بیان کیا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں اتری، پھرانہوں نے قرآن کو سیکھا

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔امانت کے معاملہ میں پیش آنے والی باتیں' اسی سے ان دونوں کو باب میں ذکر کرنے کی وجہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: پہلی روایت' **حدثنا ان الامانة نزلت الی اٰخرہ** ' آپ نے ہم کو بیان کیا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں اتری (الی آخرہ)۔دوسری روایت'' **حدثنا عن رفعها** '' (آپ نے ہم کو اس کے اٹھائے جانے کے بارے میں بیان فرمایا) امانت سے مراد وہ تکلیف ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مکلّف کیا ہے اور وہ عہد و پیمان جو ان سے لیا ہے۔شارحین نے کہا **جذر کل شئی اصله** کے معنی کسی بھی چیز کی جڑ ہے یعنی امانت جو سب سے پہلے مردان خدا کے قلوب میں اتری اور ان پر جم گئی اور وہی کتاب وسنت کو تھامنے کا باعث ہوئی' حضور ﷺ کا قول'' **ثم علموا** '' کے یہی معنی ہیں اور حضور ﷺ کا قول'' **النومة** '' سونا وہ یا تو اپنی حقیقت پر ہے جو اس کے بعد ہے وہ امر اضطراری ہے۔نیند وہ کنایہ ہے ایسی غفلت سے جو برائی کے ارتکاب کا سبب بنتی ہے اور امانت وایمان میں کمی کا باعث ہوتی ہے اور شرح مسلم میں ہے صاحب التحریر نے کہا: اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ امانت دلوں سے تھوڑی تھوڑی ختم ہوجائے گی جب اسکا پہلا حصہ زائل ہوجائے گا تو اسکا نور بھی زائل ہوجاتا ہے اور اس کے پیچھے چھالے کی طرح ایک تاریکی آجاتی ہے اور وہ اپنے سے پہلے والے رنگ کے خلاف ایک نئے رنگ کا آجانا ہے اور جب اس کے بعد کل حصہ زائل ہوجاتا ہے تو وہ آبلہ کی طرح ہوجاتا ہے اور وہ ایک مضبوط دھبہ ہوتا ہے جو ایک مدت کے بعد ہی زائل ہوتا ہے اور یہ تاریکی پہلے والی سے بڑھ کر ہوتی ہے، پھر اس نور کے دل میں وقوع پذیر ہوکر زائل ہونے اور اس کے اس (دل) میں قرار پانے کے بعد نکلنے اور اس کے پیچھے تاریکی کے آجانے کو ایک چنگاری سے تشبیہ دی جس کو وہ اپنے پیر پر ڈالتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس میں اثر انداز ہوتی ہے، پھر وہ چنگاری ہٹ جاتی ہے اور وہ آبلہ کے مانند باقی رہ جاتا ہے جس کو تم پھولا ہوا اونچا اور بڑا پاتے ہو جس کے نیچے کچھ نہیں ہوتا۔ ہمارے علماء میں سے ایک شارح نے کہا کہ امانت کا دلوں سے اٹھالیا جانا (امانت) والوں کیلئے ان کے ارتکاب کئے گئے گناہ کی سزاء ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنی نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو وہ اپنے قلوب کو اسکی سابقہ حالت پر نہیں پاتے اور اس میں ایک دھبہ باقی رہ جاتا ہے کبھی تو وہ چھالے کی طرح ہوتا ہے اور کبھی آبلہ کی طرح جیسے کام کی وجہ ہاتھ پر گٹھا آجاتا ہے۔(ماخوذ از مرقات)۔

پھر حدیث کا بھی علم حاصل کیا اور آپ ﷺ نے اس امانت کے اٹھالئے جانے کے بارے میں بھی ہم سے بیان فرمایا اور فرمایا: آدمی ایک نیند سوئیگا تو امانت اس کے دل سے اٹھالی جائیگی اور اس کا اثر چھالے کی طرح رہ جائے گا، پھر ایک نیند سوئیگا اور امانت اٹھالی جائیگی تو اس کا اثر آبلے کی طرح رہیگا جیسے ایک چنگاری جسکو تم اپنے پاؤں پر لُڑکاؤ تو وہ ابھر جائیگا تم اسکو پھلا ہوا دیکھو گے حالانکہ اس میں کوئی چیز نہیں ہے اور لوگ خرید وفروخت کریں گے' اور ایک آدمی بھی امانت ادا کرنے والا نہ ہوگا اور کہا جائیگا: فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار شخص ہے اور ایک شخص کے بارے میں کہا جائیگا کتنا عقلمند ہے اور کس قدر خوش طبع ہے اور کس قدر مضبوط طاقتور ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔ (متفق علیہ)۔

22/6799 ﴿سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لوگوں کے بھوسے میں رہ جاؤ گے اور ان کے عہد و پیمان اور امانتیں گڈمڈ ہوجائیں گی اور وہ آپس میں اختلاف 1 کرینگے اور وہ اس طرح ہوجائیں گے، آپ نے اپنی انگلیوں کے درمیان جال ڈالا تو انہوں نے عرض کیا: آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں: تو آپ نے فرمایا: تم اس چیز کو جس کو تم نیکی جانتے ہو اختیار کرو اور جس کو تم برائی سمجھتے ہو اسکو چھوڑ دو اور تم خاص اپنے نفس کو اختیار کرلو اور عوام کے معاملات سے اپنے کو علیحدہ کرلو۔

23/6800 ﴿اور ایک روایت میں ہے اپنے گھر کو لازم کرلو اور اپنی زبان کو اپنے اوپر قابو میں رکھو اور جو نیکی تم جانتے ہو اس کو اختیار کرلو اور جس کو تم برائی سمجھتے ہو اس کو چھوڑ دو' اور تم خاص اپنے نفس کو اختیار کرو اور عوام کا معاملہ چھوڑ دو۔ (ترمذی) اور امام ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

1﴿ قولہ : واختلفوا الخ (وہ آپس میں اختلاف کریں گے) وہ ایک دوسرے میں گھس پڑیں گے اور ان کے دین کا معاملہ مشتبہ ہوجائے گا تو امانت دار اور خائن' نیک اور بد پہچانے نہیں جائیں گے۔ (مرقات)۔

24/6801 ﷺ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ قریب قریب ہوجائے گا 1 اور علم اٹھالیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے اور بخل ڈالدیا جائیگا' اور ہرج (قتل) زیادہ ہوگا صحابہ نے عرض کیا: ہرج کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قتل ہے۔ (متفق علیہ)۔

25/6802 ﷺ انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ لوگوں پر ایسا دن آئے گا کہ قاتل نہیں جانے گا کہ وہ کس لئے قتل کیا اور مقتول نہیں جانیگا کہ وہ کس لئے قتل کیا گیا عرض کیا گیا: یہ کیسے ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: قتل عام ہوجائے گا قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں 2 جائیں گے۔ (مسلم)۔

---

1 ﷺ قولہ : یتقارب الزمان (زمانہ قریب قریب ہوجائے گا) یعنی دنیا و آخرت کا زمانہ قریب ہوجائے گا اس سے مراد قیامت کا قریب ہونا ہے علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس سے حضور ﷺ کی مراد قرب قیامت ہے۔

یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے حضور ﷺ کی مراد زمانہ والوں کا شر میں بعض کا بعض سے قریب ہونا ہے، یا نفس زمانہ کا ایک دوسرے سے شر میں قریب ہونا ہے یہاں تک کہ پہلا اور آخری ایک دوسرے کے مشابہ ہوجائیں گے یہ بھی کہا گیا کہ اہل (زمانہ) کی عمریں کم ہوجائیں گی یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کنایہ ہے کہ کثرت سے نافرمانی کی وجہ سے زمانہ میں برکت کم ہوجائے گی۔ علامہ قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس میں احتمال ہے اس کی مراد یہ ہے کہ حکومتیں اور زمانے ختم ہونے کو ہوں گے تو انکا زمانہ قریب ہوجائے گا اور ان کا وقت بھی قریب آجائے گا۔ (مرقات)۔

2 ﷺ قولہ : القاتل والمقتول فی النار (قاتل ومقتول دوزخ میں ہوں گے) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اب رہا قاتل تو ظاہر ہے اور مقتول کیوں کہ وہ اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور اس میں صحیح اور مشہور مذہب کی دلیل موجود ہے کہ جو برائی کی نیت کیا اور اسی نیت پر مصر رہا تو گناہ گار رہوگا اگرچہ وہ اس پر عمل نہ کیا ہو اور اس کو بولا بھی نہ ہو۔ (مرقات)۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری جگہ کہا: قاتل اور مقتول کا اہل دوزخ سے ہونا یہ ایسے شخص پر محمول کیا جائے جس کیلئے کوئی تاویل نہیں ہے اور دونوں کا لڑنا عصبیت وغیرہ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

261/6803 ﴾ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فتنہ کے زمانے 1 میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کے جیسا ہے۔(مسلم)۔

27/6804 ﴾ زبیر بن عدی سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہم انس بن مالک کے پاس آئے اور ان کی خدمت میں ان مصائب کو بیان کئے جو حجاج سے اٹھا رہے تھے تو آپ نے فرمایا: صبر کرو! کیونکہ تم پر کوئی زمانہ نہیں آئے گا مگر اس کے بعد جو زمانہ بھی آئے گا وہ اس سے زیادہ خراب ہے، یہاں تک کہ تم اپنے پروردگار سے ملاقات کرو۔ اس کو میں نے تمہارے نبی اکرم ﷺ سے سنا ہوں۔(بخاری)۔

۔۔۔ ماقبی حاشیہ۔۔۔ کی وجہ سے ہوگا، پھر اس کے آگ میں ہونے کا مطلب یہ ہے وہ اس کا مستحق ہوگیا ہے ہوسکتا ہے اسکی سزا دی جائے اور ہوسکتا اللہ تعالیٰ اس کو درگزر فرمائے اور یہ اہل حق کا مذہب ہے، اس پر اس جیسے اور امور کی اسی طرح تاویل کی جائے گی، اس بات کو جان لو کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان جو خون بہا وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

اہل سنت وحق کا مذہب یہ ہے کہ ان سے متعلق اچھا گمان کیا جائے جو امور ان کے درمیان رونما ہوئے ان چیزوں سے کف لسان کیا جائے اور ان کے درمیان جنگوں کی اچھی تاویل کی جائے گی جب یہ سب حضرات مجتہد ہیں اور وہ اسکی اچھی تاویل رکھتے ہیں انہونے نہ کبھی نافرمانی کا قصد کیا اور نہ دنیا کا بلکہ ہر فریق نے یہی اعتقاد رکھا کہ وہ حق پر ہے اور ان کا مخالف باغی ہے جس سے لڑنا واجب ہے تا کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ کر آجائیں ان میں سے بعض حق پر تھے اور بعض اجتہادی خطا پر تھے اور اس خطا میں وہ معذور ہیں؛ کیونکہ وہ اجتہاد کی وجہ سے تھا اور جب مجتہد خطا کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ان جنگوں میں حق اور درستگی پر تھے یہ اہل سنت کا مذہب ہے، معاملات مشتبہ تھے یہاں تک کہ صحابہ کی ایک جماعت حیران تھی اور انہوں نے دونوں جماعتوں سے علیحدگی اختیار کی اور قتال نہیں کئے اور انہیں صواب کا یقین نہیں ہوا۔

1 ﴾ قولہ : فی الھرج (عام فتنہ) یعنی کے فتنہ اور مسلمانوں کے درمیان جنگوں کے زمانہ میں۔(مرقات)۔

28/6805 سیدنا مقدام بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں کہ نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنوں سے بچالیا گیا، یقیناً نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنوں سے بچالیا گیا، یقیناً نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنوں سے بچالیا گیا اور جو شخص مبتلاء کیا گیا تو صبر کیا تو وہ کس قدر 1 اچھا ہے۔ (ابوداؤد)۔

29/6806 سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خرابی ہے عرب کے لئے اس شر سے جو قریب آ گیا ہے اور کامیاب ہو گیا وہ شخص جو اپنا ہاتھ روک لیا۔ (ابوداؤد)۔

30/6807 سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنقریب ایک ایسا فتنہ ہوگا جو عرب کو گھیر لیگا اس میں قتل ہونے والے دوزخ میں جائیں گے اس میں زبان چلانا تلوار چلانے سے زیادہ سخت ہوگا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

31/6808 ابن مسیّب سے روایت ہے انہوں نے کہا: پہلا فتنہ یعنی حضرت عثمان کی شہادت کا واقعہ ہوا اور اصحاب بدر میں سے کوئی بھی باقی نہیں 2 رہا، پھر دوسرا فتنہ یعنی حرہ کا ہوا اصحاب حدیبیہ میں سے کوئی باقی نہیں رہا، پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا وہ ختم نہیں ہوا اس حال میں کہ لوگوں میں عقل رہی ہو۔ (بخاری)۔

32/6809 سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

---

1 قولہ : قولہ فواہ (کس قدر اچھا ہے) اس کے معنی حسرت ورنج کرنے کے ہیں اور کبھی کسی چیز پر خوش ہونے اور اچھا سمجھنے کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔

یعنی کیا ہی خوب اور کیا ہی اچھا اس کا صبر ہے جس نے صبر کیا اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کے معنی ''اس کیلئے خوشخبری ہے''۔

2 قولہ : فلم یبق من اصحاب بدر احد (اصحاب بدر سے کوئی باقی نہیں رہا) یعنی وہ لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے فتنہ سے واقعہ حرہ کے فتنہ تک انتقال کر گئے، کیونکہ وہ سب اس فتنہ میں شہید کئے گئے اور حضراتِ بدریین میں جنہوں نے سب سے اخیر میں انتقال کیا' وہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں وہ واقعہء حرہ سے چند سال پہلے وصال فرمائے، اس کا خلاصہ یہ ہے ---بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی ہلاکت قریش کے چند نوجوان لڑکوں کے ہاتھوں 1 پر ہوگی۔(بخاری)۔

33/6810 ﴿سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں میری امت پر گمراہ کرنے والے ائمہ کا اندیشہ کرتا ہوں، اور جب میری امت میں تلوار چلے گی تو قیامت تک ان سے اٹھائی نہیں جائے گی 2۔(ابوداؤد،ترمذی)۔

34/6811 ﴿ان ہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت میں تلوار چلے گی تو اس سے قیامت تک نہیں اٹھائی جائیگی اور قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبائل مشرکین سے مل جائیں گے اور یہاں تک کہ میری امت کے بعض قبائل بتوں کی پوجا کریں گے اور یہ کہ میری امت میں تیس (30) جھوٹے نکلیں گے اور ان میں کا ہر ایک دعوی کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اور ہمیشہ میری امت میں سے ایک جماعت حق پر غالب رہے گی، جو ان کی مخالفت کریگا

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔ کہ وہ دو مرتبہ فتنہ میں مبتلا نہیں ہوئے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کی برکت سے انکی حفاظت وصیانت فرمائی، حضور علیہ السلام کا قول پھر تیسرا فتنہ واقعہ ہوگا، کہا گیا تیسرے فتنہ سے مراد ابن حمزہ خارجی کا خروج کرنا جو مروان بن محمد بن مروان بن حکم کے زمانے میں ہوا اور یہ بھی کہا گیا کہ ازارقۃ کا فتنہ ہے لیکن پہلا قول مناسب ہے کیونکہ وہ مدینہ شریف کے ساتھ مخصوص ہے اور ازارقۃ کا فتنہ اس کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ظاہر حدیث سے پہلے دو فتنوں کی طرح اس فتنہ کا بھی اختصاص سمجھ میں آتا ہے جیسا کہ حواشی میں ہے۔(لمعات)۔

1﴿ قولہ: علی یدی غلمۃ من قریش (قریش کے چند نوجوان لڑکوں کے ہاتھ پر ہلاکت ہوگی) علامہ مظہر نے کہا: ہوسکتا ہے ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو خلفاء راشدین کے بعد تھے جیسے یزید، اور عبدالملک بن مروان اور ان کے علاوہ۔(مرقات)۔

2﴿ قولہ: لم یرفع الخ (تلوار نہیں اٹھائی جائے گی) اگر وہ ایک شہر میں نہیں چلی تو کسی دوسرے شہر میں چلتی رہے گی۔(مرقات)۔

وہ ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آئے گا۔(ابوداؤد' ترمذی)۔

35/6812 سیدنا سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: خلافت تیس (30) سال رہے گی' پھر ملوکیت ہوگی' پھر حضرت سفینہ نے سیدنا ابوبکر کی خلافت کے دو سال' حضرت عمر کی دس سال' حضرت عثمان کی بارہ سال' اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی چھ سال کو شمار کیا۔(احمد' ترمذی' ابوداؤد)۔

36/6813 سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی چکی پینتیس 35 یا چھتیس 36 یا سینتیس 37 سال گھومے گی' اگر وہ ہلاک ہوں گے' غلط راستہ چلیں گے تو ہلاک ہونے والوں کا راستہ ہے اور اگر ان کے لئے ان کا دین قائم رہے گا تو ان کے لئے وہ ستر سال قائم رہے گا، تو میں نے عرض کیا: اس کا شمار ما بقی زمانہ سے ہوگا یا گذرے ہوئے زمانہ سے ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: گزرے ہوئے زمانے سے ہوگا۔(ابوداؤد)۔

37/6814 سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ حنین کیلئے نکلے' مشرکین کے ایک درخت کے پاس سے آپ کا گذر ہوا جس پر وہ لوگ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے' اسکو ''ذات انواط'' کہا جاتا تھا' انہوں نے (صحابہ) نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے لئے بھی ایک ذات انـــــواط مقرر کردیجئے جیسا کہ ان کیلئے ذات انواط ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ' یہ بات ویسے ہی ہے جیسا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی، تم ہمارے لئے ایک معبود بنادو' جیسے ان کے معبود ہیں' اور قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! تم ضرور ان کے طور طریقوں پر چلوگے جو تم سے پہلے تھے۔(ترمذی)۔

کِتَابُ الْفِتَنِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

1/234 بَابُ الْمَلَاحِمِ

لڑائیوں کا بیان

38/6815 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی اسوقت تک جب تک کہ دو بڑی جماعتیں جنگ نہ کریں، جنکے درمیان زبردست قتل وخون ہوگا، اُن دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا اور (اُسوقت تک قائم نہ ہوگی) جب تک کہ تیس کے قریب دجّال کذاب 1 نہ اُٹھیں گے، اُن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کریگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور یہاں تک کہ علم اُٹھا لیا جائے گا 2، زلزلوں کی کثرت 3 ہوجائے گی زمانہ قریب قریب

---

1 ﴿ قولہ : قریب من ثلاثین (تیس کے قریب) یہ حدیث سابقہ حدیث کے مخالف نہیں ہے جس میں قطعی طور پر تیس (30) کا عدد، ارشاد فرمایا تھا؛ کیونکہ وہ یا تو متأخر ہے، یا اُس سے مراد قریبی عدد بیان کرنا ہے اوراسی طرح یہ اُس حدیث کے خلاف بھی نہیں ہے جسکو امام طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ: ''اور قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ستر جھوٹے کذاب نکلیں گے''، کیونکہ اس سے کثرت کا اظہار مقصود ہے، یا وہ تیس دعوائے نبوّت کے ساتھ مقیّد ہیں، اور باقی اسکے بغیر ہونگے، اس میں یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ستّر افراد تیس کے علاوہ ہوں، پس اس سے سو پورے ہوجاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قولہ : يقبض العلم (علم اٹھالیا جائیگا) اس سے مراد وہ علم ہے جو نفع بخش، اور کتاب وسنت سے متعلق ہے، جو اہل سنت وجماعت کے علماء کے اُٹھالئے جانے سے اٹھالیا جائیگا، پھر جہالت اور بدعت والوں کی کثرت ہوجائے گی۔ (مرقات)

3 ﴿ قولہ : تكثير الزلازلُ (زلزلوں کی کثرت ہوجائیگی) یعنی حسی اور ظاہری زلزلے اور یہ زمین کو ہلا دینا ہے، یا معنوی زلزلے ہونگے اور یہ قسم قسم کی مصیبتیں ہیں۔ (مرقات)۔

ہوجائے گا، فتنے ظاہر ہوجائیں اور ''ھَرَج'' زیادہ ہوجائیگا اور وہ قتل ہے اور یہاں تک کہ تم میں مال زیادہ ہوجائیگا اور بہنے لگے گا، یہاں تک کہ صاحب مال اُس شخص کو تلاش کریگا جو اُسکے صدقہ کو قبول کرے، یہاں تک کہ وہ اس پر مال کو پیش کریگا، تو جس پر وہ پیش کیا ہے وہ کہے گا: مجھے اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے 1 اور یہاں تک کہ لوگ عمارتوں میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے 2 اور یہاں تک کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کی قبر کے پاس سے گذرے تو یہ کہے گا: ہائے کاش اس کی جگہ میں ہوتا اور یہاں تک کہ سورج اپنے مغرب سے نکلے، پس جب وہ (مغرب سے) نکلے گا اور لوگ اس کو دیکھ لیں تو سب کے سب ایمان لائینگے، اور یہ وہ وقت ہوگا جبکہ ایسے کسی نفس کو اُسکا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا جو اب تک ایمان نہیں لایا تھا، یا جو اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمایا 3 ہو اور قیامت

1﴾ قولہ : لا أرب لی (مجھے اسکی کوئی ضرورت وحاجت نہیں) یہ یا تو اسکے دل کی بے نیازی کی وجہ سے ہوگا یا اسکے ہاتھ کی بے نیازی کی وجہ سے اور راجح بات یہ ہیکہ یہ (بے نیازی) ایک ساتھ اُن دونوں کی وجہ سے ہوگی، پس اُس زمانہ کے تمام لوگ اُن لوگوں میں سے ہونگے جن پر اللہ تعالی عنایت فرمائیگا، یہاں تک کہ وہ لوگ رضاء بہ قضاء اور قناعت بقدر کفایت کے مرتبہ میں ہوں گے۔ (مرقات)۔

2﴾ قولہ : حتی یتطاول الناسُ فی البنیان (یہاں تک کہ لوگ عمارت میں ایک دوسرے پر مسابقت وفخر کرینگے یہاں تک کہ لوگ اسکو اونچی اور چوڑی بنانے میں ایک دوسرے سے بڑھتے جائینگے، یا وہ اسکی تزئین کاری اور اسکو آراستہ کرنے میں باہم فخر کرینگے اور یہ امام مہدی کے زمانہ کے ساتھ مقید نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد یا تو اسکے بعد ہے، یا اس سے پہلے ہے، کیونکہ اب تعمیرات کی کثرت ہوگئی ہے اور اُس پر اہل زمانہ فخر کرنے لگے ہیں اور ہر جگہ اُس کی تعمیر پر زبان فخر ومباہات کا اظہار کرنے لگی، اور بھلائی کے کاموں کیلئے بنائی ہوئی عمارتوں کو لوگوں نے ڈھادیا اور اُنہیں گھر، باغات اور تفریح اور لہو ولعب کے مقامات بنادیا ہے۔ (مرقات)۔

3﴾ قولہ : اَوْ كَسَبَتْ فِيٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا (6۔الانعام، آیت:158) (یا جو اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمایا ہو) اسکا عطف ''اٰمنت'' پر ہے۔ اور خیر سے توبہ یا اخلاص مراد ہے اسکی تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ یعنی ایسے نفس کو اسکا نہ ایمان لانا نفع دیگا اور نہ توبہ قبول ہوگی کہ وہ دونوں اسکے لئے مفید ہوں، لفظ ''اَوْ'' بیانِ نوع کیلئے ہے، تو گویا حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ اسکو نہ شرک سے توبہ کرنا فائدہ ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

ضرور ضرور آئیگی حال یہ ہوگا کہ دو آدمی اپنے درمیان اپنے کپڑے کو پھیلائے 1 ہوئے ہونگے، اسکی خرید وفروخت نہ کرسکیں گے، اور اسکو لپیٹ نہیں سکیں گے اور قیامت ضرور ضرور آئے گی اس حال میں کہ آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ لیکر پلٹ کر آیا ہوگا لیکن وہ اسکو پی نہ سکے گا اور قیامت ضرور ضرور قائم ہوگی اس حال میں کہ وہ شخص اپنے حوض کو لیپ رہا ہوگا لیکن اسمیں پانی پلا نہ سکے گا اور قیامت ضرور ضرور آئیگی اس حال میں کہ وہ اپنا نوالہ منہ تک اُٹھالیا ہوگا مگر اُسکو کھا نہ سکے گا۔ (متفق علیہ)۔

39/6816 ﴾ حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا: ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو انہوں نے کہا: فتنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث تم میں سے کس کو یاد ہے؟ تو میں نے کہا: مجھے اُسی طرح یاد ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اُنہوں نے کہا: لاؤ سناؤ' واقعی تم جرأتمند ہو! اور اسکی کیا کیفیت ہوگی؟ اُنہوں نے کہا' میں نے عرض کیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آدمی کا فتنہ وآزمائش اسکے گھر میں' اس کے مال میں' اسکی جان میں' اسکی اولاد میں اور اسکے پڑوسی میں ہوتی ہے'

۔۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ دیگانہ گناہوں سے توبہ کرنا' اور اسی سے دفع ہوجاتا ہے معتزلہ کا اس آیت سے اپنے اس عقیدہ پر استدلال کرنا کہ "عمل جسکو خیر سے تعبیر کیا گیا وہ جزءِ ایمان ہے"، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے قول "فِیۡۤ اِیۡـمَـانِهَا خَیۡرًا" کا ظاہر خود ان کے اس استدلال کو دفع کررہا ہے، پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُس وقت ایمان اور توبہ کا قبول نہ ہونا اُس آدمی کے ساتھ مخصوص ہے جو سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کو دیکھے گا اور جو شخص اس کے بعد پیدا ہو یا اسکو نہ دیکھا ہو' اس سے یہ دونوں باتیں قبول کئے جائینگے۔ لیکن صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ کسی کے لئے خاص نہیں ہے' اسلئے کہ صحیح حدیث شریف میں ہے کہ توبہ برابر مقبول ہوتی رہیگی جب تک کہ اس کا دروازہ بند نہ ہو' پس جب سورج اپنے مغرب سے نکلے گا تو وہ بند کردیا جائے گا۔ (مرقات)۔

1 ﴾ قوله : وقد نشر ابلرجلان الخ (اس حال میں کہ دو آدمی اپنے کپڑے پھیلائے ہوئے ہونگے) اسکا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کا آنا لوگوں کے حق میں اچانک ہوگا' جبکہ وہ اپنے کاموں میں ہونگے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَاتَاۡتِیۡکُمۡ اِلَّا بَغۡتَةً" (7۔الاعراف' آیت: 187) وہ تم پر اچانک آجائیگی۔ (مرقات)۔

روزہ، نماز، صدقہ، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اس کا کفارہ بن جاتا ہے۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری مراد یہ نہیں ہے، میری مراد تو وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موج کی طرح موج مار رہا ہوگا، وہ (حذیفہ رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں، میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپکا اُس سے کیا تعلق ہے؟ کیونکہ آپکے اور اُسکے درمیان ایک بند دروازہ ہے، آپ نے فرمایا: تو کیا وہ دروازہ توڑا جائیگا یا کھولا جائیگا؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: نہیں، بلکہ وہ توڑا جائیگا، آپ نے فرمایا: وہ اس لائق رہیگا کہ بند نہیں کیا جاسکے گا، اُنہوں (شقیق رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا: پس ہم نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: کیا حضرت عمر جانتے تھے وہ دروازہ کونسا ہے؟ اُنہوں نے کہا: ہاں، جس طرح وہ یہ جانتے تھے کہ کل کے دن سے پہلے رات ہے، درحقیقت میں نے اُن سے ایسی حدیث بیان کی جو پہیلی اور معمّہ نہیں ہے، اُنہوں (شقیق رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا: پس ہم کو سیدنا حذیفہ سے یہ دریافت کرنے میں ڈر لگا کہ وہ دروازہ کونسا ہے؟ تو ہم نے مسروق سے کہا: تم اُن سے دریافت کرو، چنانچہ وہ اُن سے دریافت کئے تو اُنہوں نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (متفق علیہ)۔

40/6817 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اُسوقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم اُس قوم سے جنگ [1] نہ کرو، جنکی جوتیاں بال والی کھال کی ہونگی، اور یہاں تک کہ تم ترکوں سے جنگ کروگے، جو چھوٹی آنکھوں والے، چہرے سُرخ والے، اور چپٹی ناک والے ہوں گے گویا اُنکے چہرے گول یا تہہ بہ تہہ جلد سے بنی ہوئی ڈھال ہونگے۔ (متفق علیہ)۔

41/6818 ﴿ اُنہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت نہیں آئیگی

---

1 ﴿ قولہ : حتّی تقاتلوا قومًا الخ (یہاں تک کہ تم ایک ایسی قوم سے جنگ کروگے) زیادہ قریب الفہم بات یہ ہے کہ اس میں چنگیز خاں کے واقعہ اور اُس فساد انگیزی کی جانب اشارہ ہے جو اسکی طرف سے واقع ہوئی اور خصوصاً بغداد شریف میں۔ (مرقات)۔

جب تک کہ تم قومِ خورا1 اور کرِمان سے جنگ نہ کرو؛ جوسُرخ چہرے والے، چپٹی ناک والے چھوٹی آنکھوں والے ہونگے، اُنکے چہرے تہہ بہ تہہ جلد سے بنائی ہوئی ڈھال (کی طرح) ہونگے، اُنکی جوتیاں بال والی کھال کی ہونگی۔ (بخاری)۔

42/6819﴿اور اُسکی ایک روایت میں سیدنا عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے ''عِرَاضَ الوجوہِ'' چوڑے چہرے والے مروی ہے۔

43/6820﴿سیدنا بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ چھوٹی آنکھوں والی ایک قوم تم سے جنگ کریگی؛ یعنی تُرک، حضور ﷺ نے فرمایا: تم اُنہیں تین مرتبہ بھگاؤ گے یہاں تک کہ تم اُنہیں جزیرۃ العرب میں پہنچادوگے، اب رہا پہلی مرتبہ ہانکنے کے وقت تو اُنمیں سے جو بھاگ جائیگا وہ نجات پائیگا، اب رہا دوسری مرتبہ ہانکنے کے وقت تو بعض بچ نکلیں گے اور بعض ہلاک ہوجائینگے، اور تیسری مرتبہ ہانکنے کے وقت تو وہ جڑ پیڑ سے ختم ہوجائیں گے۔ یا حضور ﷺ نے جیسے ارشاد فرمایا۔ (ابوداؤد)۔

صاحب ''عونُ المعبود'' نے کہا ہیکہ ابوداؤد کی یہ حدیث اور مسند احمد کی حدیث دونوں بظاہر ایک دوسرے کے مخالف ہیں، کیونکہ مسند احمد کی روایت یہ بتارہی ہے کہ تُرک ہی مسلمانوں کو تین مرتبہ ہانکیں گے یہاں تک کہ اُنہیں جزیرۃ العرب میں پہنچا ئینگے اور قرطبی نے مسند احمد کی حدیث کی نقل کرکے کہا: اسکی اسناد صحیح ہے، پھر صاحبِ ''عون المعبود'' کہتے ہیں کہ میرے نزدیک مسند احمد کی روایت ہی درست ہے۔ اب رہا ابوداؤد کی روایت تو ظاہر ہیکہ اُسمیں بعض

1﴿ قولہ: خورا و کرمان (قومِ خُورا اور کرِمان) ایک شارح نے کہا: اس سے تُرکوں کی دو قسمیں مراد ہیں، آپ نے اُنہیں اُنکے باپ کے نام سے موسوم فرمایا، اور ہم اسکو شہر خورستان اور کرمان کے باشندگان پر محمول نہیں کرینگے، کیونکہ وہ لوگ حدیث میں بیان کردہ صفت پر نہیں پائے گئے، بلکہ اس پر ترک پائے گئے ہیں۔ (مرقات)۔

راویوں سے وہم ہوگیا ہے، پھر اُنہوں نے چند وجوہ سے مسند احمد کی روایت کو تائید دی ' اُنمیں سے ایک وجہ یہ ہے کہ تاتاریوں کا فتنہ مسند احمد کی تفصیلی حدیث کے مطابق پیش آیا ہے۔ پس اللہ آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

44/6821 ﴿سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ ایک وسیع نشیبی علاقہ میں اُتریں گے' جسکا نام وہ بصرہ رکھیں گے، ایک نہر کے پاس جسکو ''دِجلہ'' کہا جاتا ہے' جس پر ایک پُل ہوگا' پڑاوٴ ڈالیں گے 1' جسکے باشندے کثیر ہونگے' اور وہ مسلمانوں کے شہروں میں سے ہوگا' اور جب اخیر زمانہ آئیگا تو بنی ''قنطوراء'' آئینگے' جنکے چہرے چوڑے' آنکھیں چھوٹی ہونگی' یہانتک کہ وہ نہر کے کنارہ پر اُتریں گے' تو اُسکے باشندگان تین گروہوں میں بٹ جائینگے، ایک گروہ 2 ایسا ہوگا جو گائے کی دموں اور جنگل کو اختیار

---

1 ﴿ قولہ : یسمونه البصرة عند نهر الخ (جسکا نام وہ بصرہ رکھیں گے ایک نہر کے پاس) محدث اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حضور ﷺ نے اس شہر سے ''مدینۃ السلام بغداد'' مراد لیا ہے' کیونکہ دجلہ اُسی کے کنارے ہے اور اُسکا پل وسطِ بغداد میں ہے نہ کہ وسطِ بصرہ میں اور نبی اکرم ﷺ نے اس کا تعارف بصرہ سے اسلئے کروایا کہ بغداد کے باہر اور اس کے دروازے کے قریب ایک مقام ہے جسکو ''باب بصرہ'' کہا جاتا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے اس ایک جز کے نام سے پورے شہر کو موسوم فرمایا' یا اس میں مضاف کو حذف کیا گیا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ''واسئل القرية'' اور نبی اکرم ﷺ کے عہد میں بغداد اس ہیئت پر تعمیر شدہ نہ تھا اور نہ وہ شہروں میں سے کوئی شہر تھا؛ بلکہ آپ ﷺ کے عہد میں وہاں چیدہ چیدہ بستیاں تھیں، یہی وجہ ہیکہ آپ ﷺ نے مستقبل کے صیغہ سے فرمایا: ''ويكون من امصار المسلمين'' وہ مسلمانوں کے شہروں میں سے ہوگا' اور فی الواقع ہمارے زمانہ میں کسی نے جنگ وقتال کیلئے تُرکوں کے بصرہ میں داخل ہونے کو کبھی نہیں سنا۔ اھ۔

اور اگر شہر معروف بصرہ اس سے مراد ہو تو ممکن ہیکہ ایسا آئندہ پیش آئے' کیونکہ یہ بات کبھی نہیں سنی گئی کہ کفار جنگ کیلئے وہاں پڑاوٴ ڈالے ہوں۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قولہ : فرقة يأخذون لأنفسهم وهلكوا (ایک گروہ ایسا ہوگا جو۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

کریں گے اور وہ ہلاک ہو جائیگا اور ایک گروہ ایسا ہوگا جو اپنی جانوں کیلئے امان لے لیگا اور ہلاک ہو جائے گا، اور ایک گروہ ایسا ہوگا جو اپنے بال بچوں کو اپنے پیٹھ پیچھے رکھے گا اور اُن سے معرکہ جنگ کریگا اور یہ لوگ شہداء ہیں ۔ (ابوداؤد)۔

45/6822﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ائے انس! لوگ کچھ شہر بسائیں گے تو اُنمیں سے ایک شہر کو بصرہ کہا جائیگا' پس اگر اسکے پاس سے تم گذرو تم اُس میں داخل ہو تو تم وہاں کے شور بنجر زمین سے اور مقام ''کلاءٗ'' سے اور وہاں کے کھجوروں کے باغ اور وہاں کے بازار اور وہاں کے اُمَرَاء کے دروازہ سے خود کو دور رکھو اور تم اس کے اطراف واکناف کے علاقہ کو اختیار کرو، کیونکہ اُن مقامات میں ''خسف'' (زمین میں دھنسنا)' پتھر برسنا' زلزلہ ہوگا اور ایک ایسی قوم ہوگی جو رات بسر کریگی اور صبح کریگی تو بندر اور خنزیر بن کر۔ (ابوداؤد)۔

46/6823﴿حضرت صالح بن درہم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: ہم حج کرنے کیلئے جارہے تھے تو اچانک ایک صاحب ملے اور انھوں نے ہم سے کہا: تمہارے بازو میں ایک بستی ہے جسکو ''اُبُلّته''[1] کہا جاتا ہے' ہم نے کہا: ہاں' اُنہوں نے کہا: تم میں سے مجھے کون

۔۔۔ ماقبل حاشیہ ۔۔۔ اپنی جانوں کیلئے امان لے لیگا اور ہلاک ہوگا) یعنی اپنے ہاتھوں سے' ممکن ہیکہ اس گروہ سے مُستعصِم باللہ اور اس کے ہمنوا مسلمان مراد ہوں' جو خود کیلئے اور اہلیان بغداد کیلئے امان کے طلبگار ہوئے اور آخر کار خود اپنے ہاتھوں سے سب کے سب ہلاک ہوئے' اور یہ واقعہ بماہ صفر ۶۵۶ھ پیش آیا۔ (مرقات)۔

[1]﴿ قولہ : الاُبُلّة (اُبلہ) ہمزہ اور باء کے ضمّہ اور لام تشدید کے ساتھ ہے' بصرہ کے قریب اسکے سمندری جانب مشہور شہر ہے۔ (النھایۃ) اور وہ سیر وتفریح کے چار مقامات میں سے ایک ہے اور یہ بصرہ سے قدیم ہے' ایک شارح نے کہا: وہ دنیا کی جنتوں میں سے ہے جو چار ہیں: (1) بصرہ کا اُبلّہ ۔ (2) دمشق کا غوطہ (3) سمرقند کا سغد (4) بوان کی گھاٹی، پھر یہ بھی کہا گیا کہ ''بوان''، ''کرمان'' کا نام ہے، اور کہا گیا کہ وہ فارس کا ''نوبندجان'' ہے قولہ : مسجد العشار : مسجد عشار وہ مشہور مسجد ہے جسمیں نماز ادا کر کے برکت حاصل کی جاتی ہے' یہ بات علامہ میرک شاہ نے بیان کی۔

قولہ: مما یلی النھر: یعنی جو دریائے فُرات سے قریب ہے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

اِس بات کی ضمانت دیگا کہ وہ میرے لئے مسجد العشّار میں دو یا چار رکعت نماز پڑھے اور کہے کہ یہ ابوہریرہ[1] کیلئے ہے، میں نے اپنے خلیل ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہیکہ اللہ بزرگ و برتر روز قیامت مسجد عشّار سے ایسے شہداء کو اُٹھائیگا کہ شہداء بدر کے ساتھ اُنکے سواء کوئی اور کھڑا نہ ہوگا۔(ابوداؤد)۔

امام ابوداؤد نے کہا: یہ مسجد نہر سے متصل حصہ میں ہے۔

47/6824 ﴿ حضرت نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم حبش[2] کے لوگوں کو چھوڑ دو، جب تک کہ وہ تم کو چھوڑیں اور تم ترکوں کو چھوڑ دو جب تک وہ تم کو چھوڑیں۔(ابوداؤد، نسائی)۔

---

[1] ﴿ قولہ : ھذہ لأبی ھریرۃ (یہ ابوہریرہ کیلئے ہے) ہمارے علماء نے کہا ہیکہ حج بدل کی اصل یہ ہیکہ انسان کو اس بات کا اختیار ہیکہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسروں کو خواہ وفات پانے والے ہوں یا باحیات ہوں دے سکتا ہے۔ خواہ وہ حج ہو کہ نماز یا روزہ ہو کہ صدقہ یا کچھ، جیسے تلاوتِ قرآن اور اذکار ہیں، پس جب وہ اِن میں سے کوئی کام انجام دے اور اسکا ثواب غیر کیلئے کردے تو وہ جائز ہے اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک اُسی کو پہنچتا ہے اور صاحب ردالمحتار نے ''البحر الرائق'' سے نقل کیا ہے کہ جو شخص روزہ رکھے یا نماز پڑھے یا صدقہ کرے اور اسکا ثواب مرنے والے اور زندہ لوگوں میں سے کسی کے لئے کردے تو ان اعمال کا ثواب اہل سنت و جماعت کے نزدیک ان کو پہنچتا ہے۔(بدائع)۔

[2] ﴿ قولہ : دعوا الحبشۃ (تم حبشہ کے لوگوں کو چھوڑ دو) علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: تم یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے قول: وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً (توبۃ، 36) (تمام مشرکین سے جنگ کرو) اس آیت کے درمیان اور اس حدیث کے درمیان تطبیق اس طرح سے ہوگی کہ آیت مطلق ہے اور یہ حدیث مقیّد ہے، لہٰذا مطلق کو مقیّد پر محمول کیا جائیگا، اور آیت کے عموم کیلئے اس حدیث شریف کو مخصّص مانا جائیگا، جیسا کہ مجوس کے حق میں اُس عموم کو خاص کیا گیا، حالانکہ وہ کافر ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ''سنوا بھم سنّۃ أھل الکتاب'' (تم اُنکے ساتھ اہل کتاب جیسا سلوک کرو) کی وجہ سے ان سے جزیہ لیا گیا۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اور ہوسکتا ہے کہ یہ آیت اس حدیث کی ناسخ ہو جو ضعف اسلام کے موقع پر فرمائی گئی ہے، اب رہا حبشہ والوں اور تُرکوں کو ترک کرنے اور چھوڑنے کی۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

48/6825﴾سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم حبشیوں کو چھوڑ دو جب تک کہ وہ تم کو چھوڑے رہیں' کیونکہ کعبہ کے خزانہ 1 کو نہیں نکالے گا مگر دو چھوٹی پنڈلیوں والا جو حبشہ کا ہوگا۔(ابوداؤد)۔

49/6826﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

۔۔۔مابقیہ حاشیہ۔۔۔ جو تخصیص ہے تو اسکی وجہ یہ ہیکہ اہل حبشہ وغیرہ کے ملکوں اور مسلمانوں کے درمیان بڑی دشواریاں اور بے آب و گیاہ چٹیل میدان ہیں لہٰذا آپ نے تھکادینے والی بے انتہاء مشقت کے پیش نظر مسلمانوں کو انکے ملکوں میں داخلہ کی تکلیف نہیں دی، اوراب رہے ترک لوگ تو اُنکی لڑائی بہت سخت ہوتی ہے اور انکا ملک ٹھنڈا ہے، اور عرب جو کہ اسلام کا لشکر ہیں گرم ملک سے ہیں' لہٰذا آپ نے انہیں اس ملک میں داخل ہونے کی تکلیف دی' پس یہ دو، راز ہیں جس کی وجہ سے آپ نے انکی تخصیص فرمائی، لیکن اگر وہ خدانخواستہ مسلمانوں کے ملک میں قہراً داخل ہوجائیں و العیاذ باللہ تو لڑائی کو چھوڑ نا کسی کیلئے جائز نہ ہوگا؛ کیونکہ ایسی حالت میں جہاد فرض عین ہوجاتا ہے اور پہلی حالت میں فرض کفایہ ہے۔ میں کہتا ہوں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو ارشاد فرمایا: "ماترکوکم" (جب تک کہ وہ تم کو چھوڑے رہیں) اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث میں امر جو آیا ہے وہ رُخصت اور اباحت کیلئے ہے' وجوب اقدام کیلئے نہیں ہے؛ کیونکہ مسلمانوں نے ترکوں اور حبشہ والوں سے اقدامی جنگ کی ہے اور تاحال اس سے کوئی زمانہ خالی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے وہاں اسلام اور مسلمانوں کو وہاں کی صورت حال کے باوجود سر بلندی عطا فرمائی ہے۔(مرقات)۔

1﴾ **قوله : لا يستخرج كنز الكعبة الخ** (کعبہ کے خزانہ کو نہیں نکالے گا) یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے ارشاد "**حرماً آمناً**" کے معارض نہیں ہے' اسلئے کہ اس آیت کے معنی ہیں: "قرب قیامت اور دنیا کے بگاڑ تک امن والا"، یا اسکو امن والا حرم بنانے کا مطلب یہ ہیکہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اہل حرم یہاں لوگوں کو پرامن رکھیں گے اور وہاں کسی کے لئے تکلیف کے درپے نہیں ہونگے، چنانچہ بعض علماء اہل توفیق نے یہی جواب دیا تھا جب قرامطہ کے زندیقوں نے قتل وغارت گری کر کے فساد برپا کیا اور ملک کو اجاڑ دیا اُنکے سردار نے کہا: اللہ کا کلام "**ومن دخله كان آمناً**" کا فرمان (سورہ ال عمران' آیت 97) کہاں گیا تو کسی اہل توفیق نے یہی جواب دیا اور کہا کہ اسکے معنی تو یہ ہے کہ پس تم اسکو امن دو جو اس میں داخل ہوتا ہے اور اسکے قتل، یا رہزنی کے ذریعہ اسکے داخلہ میں رُکاوٹ مت بنو۔(مرقات)۔

ارشادفرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ رومی ''اعماق'' یا ''دابق'' میں اتریں گے تو ایک لشکر مدینہ سے انکی طرف 1 نکلے گا جواس دن تمام اہل زمین کے بہترین لوگوں میں سے ہوگا پھر جب یہ لوگ صف آراء ہونگے ،تو رومی کہیں گے تم ہمارے اوران لوگوں کے درمیان سے ہٹ جاؤ جنہوں نے ہمارے 2 لوگوں کوقید کرلیا، ہم ان سے جنگ کرینگے تو مسلمان کہیں گے نہیں بخدا! ہم تمہارے اور اپنے بھائیوں کے درمیان سے نہیں ہٹیں گے ،پس مسلمان ان سے جنگ کریں گے ایک تہائی بھاگ جائینگے جنکی توبہ اللہ کبھی قبول نہیں فرمائیگا اورایک تہائی شہید ہونگے ، وہ اللہ کے نزدیک افضل ترین شہداء ہونگے اورایک تہائی فتح کرینگے' یہ کبھی فتنہ میں مبتلا نہ ہونگے پھر یہ قسطنطنیہ 3 فتح

1﴾ قولہ : فیخرج الیھم جیش من المدینة (پس مدینہ سے ایک لشکرانکی طرف نکلے گا) علامہ ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد شہر حَلَب ہے،اور''اعماق'' اور ''دابق'' اسکے قریب کے دوبستیاں ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد ''دمشق'' ہے اور کتاب ''الازھار'' میں ہیکہ اب رہی وہ بات جو کہی گئی کہ اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ ہے تو یہ بات ضعیف ہے' اسلئے کہ اس حدیث کے اخیر حصہ سے یہ معلوم ہوتا ہے روم کی طرف روانہ ہونے والے لشکر سے امام مہدی کا لشکر مراد ہے۔ نیز یہ کہ اُس زمانہ میں مدینہ منورہ ویران رہیگا۔(مرقات)۔

2﴾ قولہ : بین الذین سبوا منّا (اُن لوگوں کے درمیان جنہوں نے ہمارے کچھ لوگوں کوقیدی بنالیا) علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: قول راجح یہ ہے کہ اُنکی جانب سے یہ بات اُس جنگ عظیم اور زبردست خونریز لڑائی کے بعد ہوگی جس میں دونوں فریقوں کے درمیان صلح ہونے کے بعد پھر دشمن مسلمانوں سے جنگ کے لئے نکلے گا اورزبردست جنگ ہوگی اور یہ رومیوں سے جنگ کے بعد اور قسطنطنیہ کی فتح سے پہلے ہوگا' چنانچہ رومی سرزمین عرب پرقدم جمالیں گے یہانتک کہ وہ ''اعماق'' یا ''دابق'' میں پڑاؤ ڈالیں گے اوراس وقت مسلمانوں سے مطالبہ کرینگے کہ وہ اُنکے اوراُن (مسلمانوں) کے درمیان راستہ چھوڑیں جو اُنکے لوگوں کوقید کرلئے ہیں تو مسلمان اس وقت وہ جواب دیں گے جسکا حدیث میں بیان ہوا۔(مرقات)۔

3﴾ قولہ : فیفتتحون قسطنطنیة (پس وہ قسطنطنیہ کوفتح کرینگے) امام ترمذی نے کہا: قسطنطنیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کے زمانہ میں فتح کیا گیا اوردوبارہ دجال کے نکلنے کے وقت فتح ہوگا۔(مرقات)۔

کرینگے تو اس دوران کہ وہ آپس میں اموالِ غنیمت تقسیم کررہے ہونگے' اپنی تلواریں زیتون کے درختوں پرلٹکائے ہونگے کہ یکا یک ان میں شیطان چیخے گا کہ مسیح (دجال) تمہارے پیچھے تمہارے گھر والوں میں پہنچ گیا ہے،تو یہ لوگ نکل پڑیں گےاور جھوٹی خبر ہوگی، پھر جب یہ لوگ ملک شام کو آئینگے تو وہ (دجال) ظاہر ہوگا پھر اس دوران کہ یہ جنگ کی تیاری کررہے ہونگے' صفیں درست کررہے ہونگے کہ نماز قائم ہوگی، پس عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) اتریں گےاور انکی امامت 1 فرمائینگے، پھر جب انہیں اللہ کا دشمن دیکھے گا تو گھلنے لگے گا جیسا کہ نمک پانی میں گھلتا ہے، پس اگر آپ اسکو چھوڑ دیں گے تو گھل جائیگا یہانتک کہ ہلاک ہوجائیگا مگر اللہ اسکو آپکے ہاتھ سے ہلاک 2 کریگا اور آپ ان (لوگوں) کو اسکا خون اپنے نیزے میں دکھائینگے۔(مسلم)۔

50/6827 سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہانتک کہ میراث تقسیم نہ کی جائے گی اور مال غنیمت پرخوشی نہیں سنائی جائیگی، پھر آپ نے فرمایا: دشمن اہل شام کے مقابل جمع کریں گے اور ان کے مقابل مسلمان بھی جمع ہوا کریں گے یعنی اہل روم کے مقابل اور مسلمان ایک جنگی دستہ (مرمٹنے) کیلئے تیار کرینگے کہ وہ نہیں لوٹیں گے مگر غالب ہوکر' چنانچہ وہ جنگ کرینگے حتی کہ انکے درمیان رات حائل ہوجائیگی تو یہ

---

1 قولہ : فأمّھُم (پھر آپ انکی امامت کرینگے) یعنی حضرت عیسی علیہ السلام بشمول امام مہدی مسلمانوں کی نماز میں امامت کرینگے اور ایک روایت میں ہیکہ آپ امام مہدی کو یہ بتاتے ہوئے آگے بڑھائینگے کہ یہ نماز آپ ہی کیلئے قائم کی گئی اور یہ اعلان کرنے کے لئے آپ پیروی کرنے والے ہیں اور آپ مستقل طور پر متبوع نہیں ہیں بلکہ اس کو مضبوط کرنے اور تائید کرنے والے ہیں، پھر اِس کے بعد سے لوگوں کی امامت امام مہدی فرمایا کرینگے اور دجّال اسوقت مسلمانوں کا محاصرہ کئے ہوئے ہوگا۔(مرقات)۔

2 قولہ : یقتلہ اللہ بیدہ (اللہ تعالیٰ اُسکو آپکے ہاتھ سے قتل فرمائیگا) شاید دجال محاصرہ کرنے کے بعد بیت المقدس سے بھاگ کھڑا ہوگا تو کسی مقام پر حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام اسے پائیں گے تو اسکو قتل کرینگے۔(مرقات)۔

اور وہ دونوں لوٹیں گے اور کوئی غالب نہ ہوگا اور یہ دستہ فنا ہوجائیگا' مسلمان پھر ایک فوجی دستہ موت کے لئے تیار کرینگے کہ وہ نہ لوٹے مگر غالب ہوکر' پس وہ جنگ کرینگے حتی کہ انکے درمیان رات حائل ہوجائیگی' پس یہ بھی لوٹیں گے اور وہ بھی' کوئی غالب نہ ہوگا اور یہ دستہ بھی فنا ہوجائیگا۔ پھر مسلمان ایک جنگی دستہ موت کے لئے تیار کریں گے کہ نہ لوٹے مگر غالب ہوکر' پس وہ جنگ کریں گے یہاں تک کہ وہ شام کریں گے' یہ اور وہ لوٹیں گے کوئی بھی غالب نہیں ہوگا اور جنگی دستہ فنا ہوجائیگا۔ اب جب چوتھا دن آئیگا تو ان کفار کیطرف بقیہ مسلمان اٹھ کھڑے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کفار پر شکست ڈال دیگا' پس ایسی عظیم جنگ کریں گے کہ اسکے جیسی دیکھی نہیں گئی، یہاں تک کہ کوئی پرندہ ان کے اطراف سے گزریگا تو ان کو پیچھے نہیں چھوڑ سکے گا یہاں تک کہ مرکر گر جائیگا، پس ایک باپ کی اولاد شمار کی جائے گی جو سو(100) تھے، پس وہ اس کو نہیں پائیں گے کہ ان میں سے سوائے ایک کے کوئی باقی رہا ہو، پس کونسے مال غنیمت پر خوشی منائیں گے یا کونسی میراث کو تقسیم کریں گے، پس وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اس سے بڑی جنگ سنیں گے اور ایک چیخ آئیگی کہ دجال ان کے بال بچوں میں پہنچ گیا ہے وہ جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہے اسکو پھینک دیں گے اور اس جانب متوجہ ہوجائیں گے اور دس شہسواروں کا دستہ روانہ کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں خوب جانتا ہوں ان کے نام اور ان کے باپ دادا کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ کو، وہ اس دن روئے زمین کے بہترین شہ سوار میں سے ہوں گے۔ (مسلم)۔

51/6828 ﴿سیدنا ذومخبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اہل روم سے امن والی صلح کروگے، پس تم اور وہ اپنے پیچھے سے آنے والے دشمن سے جنگ کرینگے تو تمہیں فتح حاصل ہوگی اور تم مال غنیمت حاصل کروگے اور سلامت رہوگے، پھر تم واپس ہوں گے یہاں تک کہ تم ٹیلوں والی سبزہ دار زمین میں اترو گے، تو عیسائیوں میں سے

ایک آدمی صلیب اٹھا کر کہے گا صلیب غالب آگئی تو مسلمانوں میں سے ایک شخص غضبناک ہوگا اور اسے توڑ ڈالے گا، تواس وقت رومی عہد شکنی کرینگے اور جنگ کیلئے جمع کریں گے اور بعض راویوں نے زیادہ کہا ''پھر مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف جوش سے بڑھیں گے اور جنگ کرینگے تو اللہ اس جماعت کوشہادت کے ذریعہ عزت دیگا''۔(ابوداؤد)۔

52/6829﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیاتم نے ایسا[1] شہر سنا جسکا ایک کنارہ خشکی میں ہے اور اسکا دوسرا کنارہ سمندر میں انہوں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ اس پر اولاد اسحٰق کے ستر ہزار (غازی) جنگ کرینگے۔ تو جب وہ اسکے پاس پہنچینگے اور اترینگے تو نہ وہ ہتھیاروں سے جنگ کرینگے اور نہ ہی تیر پھینکیں گے۔ وہ'' لاالہ الا اللہ واللہ اکبر ''(نعرہ تکبیر) کہیں گے تو اسکا ایک کنارہ گرجائیگا، ثور بن یزید راوی کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ آپ نے اسکے سوافرمایا ہو وہ کنارہ جو دریا میں ہے، پھر وہ دوسری مرتبہ بھی ''لاالہ الا اللہ واللہ اکبر'' کا نعرہ بلند کریں گے تو اسکا دوسرا کنارہ بھی گرجائیگا پھر وہ تیسری مرتبہ کہیں گے ''لاالہ الا اللہ واللہ اکبر'' تو ان کیلئے وہ کھول دیا

[1]﴿ قولہ : ھل سمعتم بمدینۃ (کیاتم نے ایسا شہر سنا) شارح حدیث نے فرمایا: یہ شہر روم میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ شہر قسطنطنیہ ہے۔ اور قاموس میں ہے کہ وہ روم کے بادشاہ کا پایۂ تخت ہے اور اسکی فتح علامات قیامت سے ہے اور اسکو رومی زبان میں ''بورنطیا'' کہا جاتا ہے اور اسکی فصیل کی بلندی اکیس گز ہے اور اسکا کنیسہ (عبادت گاہ) مستطیل ہے اور اسکے بازو ایک بلند ستون ہے اور اسکے اوپر تانبے کا ایک گھوڑا ہے اور اس پر گھوڑ سوار مجسمہ ہے اور اسکے ایک ہاتھ میں سونے کا گولہ ہے جبکہ دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے ان کو کھولا ہوا ہے اور یہ اس شہر کے بانی قسطنطین کی تصویر ہے۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس کے سوا کوئی دوسرا شہر ہو بلکہ یہی بات راجح ہے، کیونکہ قسطنطنیہ کی فتح بڑی جنگ سے ہوگی اور یہ شہر صرف نعرۂ تہلیل وتکبیر سے فتح ہوجائیگا۔(مرقات)۔

جائیگا، چنانچہ وہ اسمیں داخل ہونگے اور مال غنیمت کو پائیں گے، پس اس دوران کہ وہ اموال غنیمت کی تقسیم کررہے ہونگے کہ اچانک ان تک ایک چیخ آئیگی' کوئی کہے گا دجال نکل چکا ہے تو وہ ہر چیز چھوڑ دینگے اور لوٹ جائینگے۔(مسلم)۔

53/6830 ﴾سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس کی آبادی یثرب 1 کی خالی ہونا ہے اور مدینہ طیبہ کی خالی ہونا بڑی جنگ کا ظہور ہے اور بڑی جنگ کا ظہور قسطنطنیہ کی فتح ہے اور قسطنطنیہ کی فتح دجال کا نکلنا ہے۔(ابوداؤد)۔

54/6831 ﴾اور انہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بڑی جنگ قسطنطنیہ کی فتح اور دجال کا ظاہر ہونا سات مہینوں میں ہوگا۔(ترمذی' ابوداؤد)۔

1﴾ قولہ: عمران بیت المقدس خراب یثرب (بیت المقدس کا آباد ہونا یثرب کا خالی ہونا ہے) یعنی یہ مدینہ کے خالی ہونے کا وقت ہوگا؛ کیونکہ اسکی آبادی کفار کے غلبہ سے ہوگی اور اسکا خلاصہ یہ ہیکہ ان امور میں سے ہر ایک چیز اپنے بعد واقع ہونے والی چیز کے لئے علامت ہے۔اگرچہ کہ کچھ وقفہ کے بعد ہو۔علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر تم یہ کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں فرمایا: قسطنطنیہ کی فتح دجال کا نکلنا ہے اور سابقہ حدیث میں ہے ''جب ان میں شیطان چیخے گا کہ دجال تمہارے بعد تمہارے اہل وعیال میں پہنچ گیا ہے تو وہ اسکی طرف نکل پڑینگے اور وہ جھوٹ ہوگا'' توان دونوں میں جمع کی کیا صورت ہوگی؟ تو میں کہونگا کہ حضور ﷺ نے فتح قسطنطنیہ کو دجال کے ظہور کی علامت قرار دیا اس کا مطلب یہ نہیں ہیکہ وہ اس کے فوری بعد بغیر وقفہ کے آئیگا اور شیطان چیخے گا یہ بتانے کے لئے کہ دجال آگیا ہے تاکہ مال غنیمت تقسیم نہ کرسکیں اور یہ جھوٹ ہوگا اور یہ بات آنے والی حدیث سے معلوم ہوتی ہے جنگ عظیم' قسطنطنیہ کی فتح اور دجال کا ظہور سات مہینوں میں ہوگا اور اس حدیث میں ''الصارخ'' میں جو لام تعریف ہے وہ ''عہدی'' ہے اور ''معہود'' شیطان ہے۔میں کہتا ہوں یہ متعدد واقعات ہیں اور یہ کہ مسلمان منتشر رہیں گے اور یہ شہر بھی قسطنطنیہ کے علاوہ دوسرا ہے، کیونکہ قسطنطنیہ کا واقعہ بڑی جنگ سے ہوگا اور اس شہر کی فتح بغیر جنگ کے تہلیل وتکبیر سے ہوگی، تو ایسی صورت میں شیطان کی چیخ کو قسطنطنیہ کی جنگ کے موقعہ پر محمول کیا جائیگا اور مسلمانوں کا آواز دینا تو اس شہر کے فتح کرنے والوں کی طرف ہوگا اور ہر دو جماعتیں اموال غنیمت کو چھوڑ کر دجال سے جنگ کی طرف متوجہ ہوجائینگی اور اللہ حقیقت حال کا زیادہ جاننے والا ہے۔(ماخوذ از مرقات)۔

55/6832 ﴾ سیدنا عبداللہ بن بصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑی جنگ اور شہر (قسطنطنیہ) کی فتح کے درمیان چھ سال کا وقفہ ہے اور دجال ساتویں سال نکلے گا۔(ابوداؤد)۔

امام ابوداؤد نے کہا کہ یہ 1 حدیث سابقہ حدیث سے زیادہ قابل ترجیح ہے۔

56/6833 ﴾ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: قسطنطنیہ کی فتح قیامت قائم ہونے 2 کے ساتھ ہوگی۔(ترمذی)۔

57/6834 ﴾ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: میں غزوۂ تبوک کے موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ چمڑے کے خیمہ میں تھے تو آپ نے فرمایا: قیامت کے سامنے کی چھ چیزیں شمار کرلو: میرا وصال، پھر بیت المقدس 3 کی

---

1 ﴾ قولہ : هذا الحديث (یہ حدیث) صاحب فتح الودود نے کہا: امام ابوداؤد کا قول "هذا الحديث اصح" (یہ حدیث قابل ترجیح ہے) اس اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں حدیثوں کے درمیان تضاد ہے تو انہوں نے اشارہ کیا کہ دوسری حدیث سند کے اعتبار سے راجح ہے تو پہلی حدیث اس کی معارض نہیں ہوسکتی، کہا گیا ممکن ہیکہ پہلی جنگ اور آخری جنگ کے درمیان چھ سال ہوں اور آخری جنگ اور شہر یعنی قسطنطنیہ کی فتح کے درمیان قریب کی مدت ہو اس طرح کہ وہ دجال کے نکلنے کے ساتھ سات مہینوں میں ہو۔(بذل المجہود)۔

2 ﴾ قولہ : مع قيام الساعة (قیامت قائم ہونے کے ساتھ ہوگی) یعنی قیامت قائم ہونے کے قریب ہوگی۔(مرقات)۔

3 ﴾ قولہ : موتان الخ (پھر وباء ہوگی) تورپشتی علیہ الرحمہ نے فرمایا: "الموتان" سے وباء مراد ہے۔اور وہ درحقیقت ایسی موت ہے جو چوپایوں میں واقع ہوتی ہے۔اور لفظ "موتان" میم کے پیش کے ساتھ ہے اور انسان سے متعلق اس کا استعمال یہ بتانا ہے کہ یہ وباء جانوروں میں پھیلنے کی طرح انسانوں میں بھی پھیل جائیگی اور یہ وباء تیزی سے پھیل جاتی ہے

اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں یہ وباء عمواس ۔۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ۔۔۔

فتح، پھر وباء جو تم میں بکریوں کی بیماری کی طرح پھیلے گی 1، پھر مال کا بہنا حتی کہ ایک آدمی کو سو دینار دیئے جائینگے تو بھی وہ ناراض رہیگا 1، پھر ایک ایسا بڑا فتنہ ہوگا 3 عرب کا کوئی گھر نہیں رہیگا مگر وہ اسمیں داخل ہو جائیگا، پھر وہ صلح جو تمہارے اور رومیوں کے درمیان ہوگی پھر وہ عہد شکنی کرینگے پھر وہ تمہارے مقابل 80 اسّی جھنڈوں تلے آئینگے۔ ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار ہونگے۔(بخاری)۔

58/6835 ﴿سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا: قریب ہے کہ مدینہ طیبہ کی طرف مسلمانوں کا محاصرہ 4 کیا جائے گا حتی کہ انکی آخری سرحد ''سلاح'' ہوگی اور سلاح خیبر سے قریب ہے۔(ابوداؤد)۔

59/6836 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۔۔۔مابقیہ حاشیہ۔۔۔کے طاعون میں پھیلی۔اور یہ پہلا طاعون ہے جو اسلام میں واقع ہوا جسکی وجہ سے تین دن میں ستر ہزار لوگوں کی موت واقع ہوئی، عمواس بیت المقدس کی بستیوں میں سے ایک قریہ ہے جہاں مسلمانوں کے لشکر کی چھاؤنی تھی۔(مرقات)۔

1﴾ قوله : استفاضة المال (مال کا بہنا) اس سے مال کی زیادتی مراد ہے۔

2﴾ قوله : ساخطا (وہ ناراض رہیگا) یعنی غضبناک ہوگا کیونکہ وہ سو 100 کو کم شمار کریگا اور یہ کثرت اور مال کی یہ زیادتی سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں فتوحات کے وقت ہوئی۔ رہا آج تو دور حاضر کے بعض اہل زمانہ ہزار کو بھی کم شمار کرتے ہیں اور اسے حقیر سمجھتے ہیں۔(مرقات)۔

3﴾ قوله : ثم فتنة (پھر فتنہ) یعنی بڑی مصیبت اس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت اور اسکے بعد اس پر مرتب ہونے والے فتنے ہیں۔(مرقات)۔

4﴾ قوله : ان يحاصروا الى المدينة (مدینہ طیبہ کی طرف {مسلمانوں کا} محاصرہ کیا جائیگا) اس سے مراد نبی کریم ﷺ کا شہر ہے، کیونکہ دشمن مسلمانوں کا محاصرہ کرینگے یا مسلمان کافروں سے بھاگ کر مدینہ منورہ اور شہر ''سلاح'' کے درمیان جمع ہونگے۔ جو خیبر سے قریب ایک مقام ہے، یا ان میں سے بعض مدینہ کے حصار میں آجائیں گے اور بعض اسکی اس کے اطراف حفاظت کے لئے ثابت قدم رہینگے اور یہی معنی راجح ہے، کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ''یہاں تک کہ ان میں سب سے دور کی سرحد سلاح ہوگی''۔(مرقات)۔

نے ارشادفرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ مسلمان یہود سے جنگ کرینگے تو مسلمان ان کوقتل کریں گے، یہاں تک کہ یہودی پتھر اور درخت کے پیچھے چھپ جائیگا، تو پتھر اور درخت کہیگا اے مسلمان' اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے 1ہے تو آ اور اسے قتل کر! سوائے غرقد کے کیوں کہ وہ یہود کے درختوں میں سے ہے۔ (مسلم)۔

60/6837 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ قبیلہ ''قحطان'' سے ایک آدمی نکلے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا2۔ (متفق علیہ)۔

61/6838 ﴿ اور انہیں سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: رات ودن ختم نہ ہوں گے جب تک کہ ایک شخص بادشاہ نہ بنے جسے ''جہجاہ'' کہا جائیگا۔

62/6839 ﴿ اور ایک روایت میں ہے جب تک کہ غلاموں میں سے ایک شخص بادشاہ نہ بنے جسے ''جہجاہ'' کہا جائیگا۔ (مسلم)۔

62/6840 ﴿ اور انہیں سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: کسریٰ ہلاک ہوجائیگا اور اسکے بعد کوئی کسریٰ نہ 3ہوگا، اور ضرور قیصر بھی ہلاک ہوگا، پھر اسکے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور انکے خزانے ضرور راہ خدا میں خرچ کئے جائینگے اور آپ نے جنگ کا نام تدبیر رکھا۔ (متفق علیہ)۔

1﴿ قولہ : ھذا یھودی خلفی (میرے پیچھے یہ ایک یہودی ہے) یہ دجال کے نکلنے کے بعد ہوگا، جب مسلمان اسکی اتباع کرنے والے یہودیوں سے جہاد کرینگے۔ (مرقات)۔

2﴿ قولہ : یسوق الناس بعصاہ (وہ لوگوں کو اپنے عصا سے ہانکے گا) اس سے مراد وہ لوگوں پر تسلط حاصل کریگا۔ (مرقات)۔

3﴿ قولہ : فلا یکون کسریٰ بعدہ (اسکے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا الخ) امام شافعی اور تمام علماء نے فرمایا: اسکے معنی یہ ہیں کہ نہ عراق میں کسریٰ رہیگا، اور نہ شام میں قیصر رہیگا، جس طرح حضور ﷺ کے زمانہ میں تھا، حضور ﷺ نے ہمیں یہ اطلاع دی کہ ان دونوں ممالک میں ۔۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

64/6841 سیدنا جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: مسلمانوں کی ایک جماعت ضرور اہل کسریٰ کا خزانہ کھولے گی جو مقام ابیض میں 1 ہے۔ (مسلم)۔

65/6842 سیدنا نافع بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جزیرۂ عرب پر جہاد کرو گے تو اللہ تعالیٰ اسے فتح کردے گا، پھر فارس پر جہاد کرو گے تو اللہ اسے فتح عطا کردے گا، پھر روم پر جہاد کرو گے تو اللہ اسے بھی فتح کردے گا، پھر دجال سے 2 جہاد کرو گے تو اللہ اس سے بھی فتح عطا کریگا۔ (مسلم)۔

بَابُ الْمَلَاحِمِ ختم ہوا

❋ ❋ ❋

---۔ مابقیہ حاشیہ۔۔۔ ان دونوں کی بادشاہت ختم ہوجائیگی، ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب رہا کسریٰ تو اسکی بادشاہت ساری زمین سے بالکل ختم ہوگئی اور پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور رسول اللہ ﷺ کی بددعا سے نیست ونابود ہوگئی۔

اب رہا قیصر تو وہ ملک شام سے شکست کھا کر بھاگا اور اپنے ملک کے نواحی میں چلا گیا۔ اور مسلمانوں نے ان دونوں کے ملکوں کو فتح کرلیا اور وہ ممالک مسلمانوں کے بن گئے، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں۔ (نووی، شرح مسلم)۔

1 قولہ: فی الابیض (مقامِ ابیض میں) قاضی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ابیض'' ایک مضبوط محل ہے جو مدائن میں تھا۔ اور اہل فارس اسے ''سفید کوشک'' کا نام دیتے تھے اور اب اسکی جگہ مدائن کی مسجد بنائی گئی ہے۔ اور اسکا خزانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں نکال لیا گیا۔ (مرقات)۔

2 قولہ: ثم تغزون الدجال الخ (پھر تم دجال سے جہاد کرو گے الخ) اس میں خطاب صحابہ سے ہے اور اس سے مراد تمام امت ہے۔ (مرقات)۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمُ

2/235 بَابُ اَشۡرَاطِ السَّاعَةِ

قیامت کی علامتوں کا بیان

65/6843 ﴾سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائیگا1 جہالت زیادہ ہوجائیگی، زناکاری بہت ہوجائیگی اور شراب نوشی زیادہ ہوجائیگی، اور مرد کم ہوجائیں گے عورتیں زیادہ ہوجائیں گی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کے لئے ایک منتظم ہوگا۔

66/6844 ﴾اور ایک روایت میں ہے علم کم ہوجائیگا' اور جہالت ظاہر ہوجائیگی۔ (متفق علیہ)۔

67/6845 ﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مال غنیمت کو ذاتی دولت' امانت کو مال غنیمت اور زکوۃ کو ٹیکس بنالیا جائیگا اور دین کے سوا کسی اور مقصد کیلئے علم حاصل کیا جائیگا، مرد اپنی بیوی کی اطاعت کریگا اور اپنی ماں کی نافرمانی کریگا، اپنے دوست کو نزدیک اور اور اپنے والد کو دور کریگا، مساجد میں آوازیں بلند ہوں گی 2 قبیلہ کا بدکار آدمی قبیلہ کی سرداری کریگا اور قوم کا کمینہ قوم کا سردار ہوگا، آدمی کی عزت

1﴾ قولہ یرفع العلم (علم اٹھالیا جائیگا) یعنی علم کا اٹھالیا جانا یا تو علماء کی وفات کی وجہ سے ہوگا یا امراء کی طرف انکے جھکاؤ کی وجہ سے ہوگا۔

وقولہ: ویکثر الزنا (اور زنا زیادہ ہوجائیگا) یعنی حیاء کی کمی وجہ سے زنا زیادہ ہوجائیگا۔

وقولہ: القیم الواحد (ان کے مصالح وضروریات کی تکمیل کے لئے ایک منتظم ہوگا)۔

یہ مراد نہیں کہ وہ اسکی بیویاں ہوں گی بلکہ یہ عام ہے یعنی اسکی مائیں، دادیاں، نانیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں وغیرہ سب کو شامل ہے۔ (مرقات)۔

2﴾ قولہ ظھرت الاصوات فی المساجد (مساجد میں آوازیں۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

اس کے شر کے خوف سے کی جائیگی گانے بجانے والیاں اور باجے عام ہوں گے اور شرابیں پی جائیں گی اور اس امت کے آخری زمانے والے پہلے والوں پر لعنت کریں گے 1 تو تم اس وقت سرخ ہوا اور زلزلہ، زمین میں دھنسنے صورتیں بدل جانے اور آسمان سے پتھروں کے گرنے کا انتظار

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ بلند ہوں گی) یہ منجملہ ان چیزوں میں سے ہے جو موجودہ زمانے میں زیادہ ہوگئے ہیں، اور ہمارے بعض علماء نے وضاحت کی ہے کہ مسجد میں غیر معمولی آواز بلند کرنا اگر چہ ذکر کے ذریعہ ہو منع ہے۔

قولہ: ''وساد القبیلة فاسقهم'' وظالمهم بالاولی (جب ان میں کا بدکار شخص سرداری کریگا اور ظالم تو وہ بدرجہ اولیٰ سرداری کریگا اس کا ظہور بھی کثرت سے ہو چکا ہے اور ان امور کا کثرت سے ہونا ہی قیامت کی علامت ہے، ورنہ کوئی زمانہ ان جیسی چیزوں سے خالی نہیں رہا۔ (ماخوذ از مرقات)

1 **قولہ: ولعن آخر هذه الامة اولها** (اس امت کے آخری زمانہ کے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے) اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ علامت اسی امت کے ساتھ خاص ہے، سابقہ امتوں میں یہ وقوع پذیر نہیں ہوئی اور اس کا قیامت کی نشانیوں میں سے ہونے کی مناسبت یہی ہے، اور اسکی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ اگر یہود و نصاریٰ سے پوچھا جائے کہ تمہاری قوم میں کون افضل ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما الصلوۃ والسلام کے اصحاب ہیں چنانچہ اب لعنت کرنے والی ایک ملعون جماعت ظاہر ہو چکی ہے یا تو یہ جماعت کافر ہے یا پاگل ہے، کیونکہ اس جماعت نے انکے حق میں صرف لعن طعن پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ محض اپنے فاسد وہم وگمانوں کی بنیاد پر ان کو کفر کی طرف منسوب کر دیا، حالانکہ کتاب وسنت انکے مناقب وفضائل سے بھرے ہوئے ہیں اور یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے دین کی جدوجہد میں اپنے نبی کی مدد کی اور اللہ کی راہ میں جس طرح جہاد کرنا چاہئے جہاد کا حق ادا کیا، بلاد اسلام فتح کئے، احکام دین اور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام علوم کی حفاظت کیا اور ان سے بڑے بڑے جلیل القدر علماء اور مشائخ کرام نے فیض حاصل کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمیں یہ تعلیم فرمائی ہے کہ ہم ان کے حق میں دعا کریں ''رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ'' (59۔الحشر:10) اور ابن عساکر نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ میرے صحابہ سے اگر لغزش بھی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ان کے سبقت کرنے کی وجہ سے اسکو معاف کر دیتا ہے، اور جب ہم اپنے چھوٹے بڑے گناہوں کی کثرت کے باوجود اپنے رب کی رحمت اور اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں تو امت کے اکابر کا اور اس دین کی نصرت کرنے والوں کے مرتبہ کا کیا عالم ہوگا؟ ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

کرو اور ان علامتوں کا انتظار کرو جو مسلسل آئیں گی اس ہار کی طرح جس کا تاگہ ٹوٹ گیا ہو اور دانے پے در پے گرنے لگے ہوں۔ (ترمذی)۔

68/6846 ﴿سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میری امت (15) پندرہ خصلتیں اختیار کریگی تو اس پر بلا نازل ہوگی: جب مال غنیمت کو ذاتی دولت، امانت کو مال غنیمت، زکوۃ کو ٹیکس بنالیا جائے گا، مرد اپنی بیوی کی اطاعت کریگا اور ماں کی نافرمانی کریگا، اپنے دوست کے ساتھ اچھا سلوک اور باپ کے ساتھ زیادتی کریگا، مساجد میں آوازیں بلند ہونگی، کمینہ آدمی قوم کا سردار ہوگا، آدمی کی اسکے شر کے خوف سے عزت کی جائیگی، شرابیں پی جائیں گی، ریشم پہنا جائیگا، گانے والیاں اور باجے اختیار کرلئے جائیں گے اور اس امت کے آخری زمانہ کے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کرینگے تو وہ ایسے وقت سرخ آندھی یا زمین میں دھنسنے یا چہروں کے مسخ ہونے کا انتظار کریں۔ (ترمذی)۔

69/6847 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: اس اثناء میں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمارہے تھے اچانک ایک دیہاتی صاحب آئے اور عرض کیا: قیامت کب آئیگی آپ نے فرمایا: جب امانت ضائع کی جائیگی تو تب تم قیامت کا انتظار کرو،

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔۔ پس خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جس کو اسکے عیب نے لوگوں کے عیوب سے غافل کردیا ہو اور یہ بات یاد رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے وفات یافتہ لوگوں کا تذکرہ خیر کے ساتھ ہی کیا کرو اور آپ نے فرمایا کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبانوں کی حفاظت کرو۔

ابن عساکر نے سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرنا ایمان ہے اور ان سے بغض کرنا کفر ہے، انصار سے محبت کرنا ایمان ہے اور ان سے بغض کرنا کفر ہے اور عرب سے محبت کرنا ایمان ہے، اور ان سے بغض کرنا کفر ہے۔

جس نے میرے صحابہ کو برا کہا اس پر اللہ کی لعنت ہے، اور جس نے ان کے حق میں مجھے یاد رکھا تو میں بروز قیامت اسکی حفاظت کروں گا۔ (ماخوذ از مرقات)۔

تو اس نے عرض کیا: امانت کا ضائع کیا جانا کس طرح ہوگا آپ نے فرمایا: جب معاملات نا اہل 1؎ کے حوالے کئے جائیں تو تم قیامت کا انتظار کرو۔ (بخاری)۔

70/6848 ﴿ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے قریب جھوٹے لوگ 1؎ ہوں گے تم ان سے بچو۔ (مسلم)۔

71/6849 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک زمانہ جلد گزرنے لگے 2؎ گا سال مہینہ کی طرح اور مہینہ جمعہ کی طرح اور دن ایک گھنٹہ کی طرح اور گھنٹہ آگ بھڑکنے کی طرح ہوجائیگا۔ (ترمذی)۔

1؎ **قولہ: الی غیر اھلہ** (جب معاملہ نا اہل کے حوالے کیا جائے) یعنی: جس میں استحقاق کے شرائط پائے نہ جائیں جیسے عورتیں، بچے، جہلا، فاسقین، بخیل، بزدل اور جو قریشی نہ ہوں، اگرچہ کہ وہ زمانے کے بادشاہوں کی نسل سے ہو اور یہ فرمان خلیفہ کے بارے میں ہے، پھر تم اسی پر قیاس کرلو دیگر تمام امراء و ذمہ داران اور تدریس، فتوی، امامت وخطابت جیسے مناصب پر فائز حضرات اور اس جیسے دیگر عہدوں پر فائز حضرات کو جس پر ہمعصر لوگ فخر کرتے ہیں۔ (مرقات)۔

1؎ **قولہ: کذابین** (جھوٹے لوگ) علامہ مظہر نے کہا: اس سے آپ کی مراد جہالت کی کثرت، علم کی قلت اور موضوع احادیث کو بیان کرنا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑتے ہیں اور اس بات کا احتمال ہیکہ اس سے نبوت کا دعوی کرنا مراد لیا جائے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپکے بعد کے زمانے میں ہوا، یا ان سے ایسی جماعت مراد لی جائے جو غلط خواہشات اور جھوٹی باتوں کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے باطل عقیدہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسا کہ تمام بدعتی لوگ کرتے ہیں۔ (مرقات)۔

2؎ **قولہ: یتقارب الزمان** (زمانہ جلد گذرنے لگے گا) یعنی دن اور راتیں چھوٹے ہوجائیں گے اور یہاں یہی بات مناسب ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''سال مہینہ کی طرح ہوجائیگا'' علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کو اس معنی پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ زمانہ میں برکت نہیں رہیگی اور ہر جگہ اس کا فائدہ ختم ہوجائیگا، یا اس پر محمول کیا جاسکتا ہیکہ لوگ مصائب ومشکلات کی وجہ سے کثرت سے فکروں میں مبتلا رہیں گے اور بڑے بڑے فتنوں میں دل گھرے ہوئے ہونے کی وجہ سے ---

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

72/6850 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مال زیادہ ہوجائیگا اور بہنے لگے گا، یہاں تک کہ ایک شخص اپنے مال کی زکوۃ نکالے گا تو وہ ایسے کسی شخص کو نہیں پائیگا جو اسکی طرف سے اسکو قبول کرے اور عرب کی زمین سبزہ زار (سرسبز وشاداب) اور نہروں کی ہوجائیگی۔ (مسلم)۔

73/6851 اور مسلم کی ایک روایت میں ہے فرمایا: مکانات اہاب ''یا یہاب'' مقام تک پہنچ جائیں گے 1۔

74/6852 سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا 2 جو مال کو تقسیم کریگا اور اسکو گنے گا

۔۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔وہ محسوس نہیں کرسکیں گے کہ دن رات کیسے گزر گئے۔

اور علامہ سید نے کہا: مصیبت کے دن کا دراز معلوم ہونا اس کے خلاف نہیں ہے؛ کیونکہ جب احساس وشعور رہتا ہے تو دراز معلوم ہوتا ہے اور ہم یہاں جو بیان کئے ہیں وہ ایسا وقت ہے جس میں آدمی حیرت زدہ ہوجائیگا اور اس کے ہوش اڑ جائیں گے تو ایسے وقت دن کب گزر گئے محسوس نہیں ہوگا۔

اور علامہ خطابی نے کہا یہ حضرت مہدی علیہ السلام کے یا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے یا دونوں کے زمانہ میں ہوگا میں کہتا ہوں کہ یہ آخری بات ہی راجح ہے؛ کیونکہ یہ صورت حال دجال کے نکلنے کے وقت ہوگی اور دجال کا نکلنا ان دونوں حضرات کے زمانے میں رہیگا۔ (ماخوذ از مرقات اور حواشی سید)۔

1 قولہ: تبلغ المساكين اهاب او ايهاب ۔علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ مدینہ منورہ کی آبادی زیادہ ہوجائیگی یہاں تک کہ وہاں کے رہنے والوں کے مکانات مقام اہاب یا ایہاب تک پہنچ جائیں گے، راوی کو جگہ کے نام کے بارے میں شک ہوگیا، یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ مقام ان دونوں ناموں کے ساتھ پکارا جاتا ہو ایسی صورت میں لفظ او ران دونوں ناموں کے درمیان تخییر کے لئے ہوگا۔ (مرقات)۔

2 قولہ: فی آخر الزمان خليفة ۔(آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہوں گے) اس سے مراد خلیفہ مہدی ہیں، یا پھر کوئی دوسرے خلیفہ بھی ہوسکتے ہیں۔ (لمعات)۔

نہیں۔اور ایک روایت میں ہے آپ نے ارشادفرمایا: میرے امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال کو پسو بھر بھر کے دیگا اور اسکو گنے گا نہیں۔(مسلم)۔

75/6853 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہیکہ دریائے فرات کھول دے سونے کا خزانہ کھول دے، جو وہاں حاضر رہے وہ اس میں سے کچھ نہ لے۔(متفق علیہ)۔

76/6854 ﴿ان ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ دریائے فرات کھول دیگی سونے کے پہاڑ، لوگ اس پر جنگ کریں گے، ہر سو میں سے ننیانوے مارے جائیں گے ان میں کا ہر شخص کہے گا شاید میں ہی وہ ہوں گا جو بچ جاؤں۔(مسلم)۔

77/6855 ﴿ان ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: زمین اپنے جگر کے ٹکڑے سونے چاندی کے ستونوں کے مثل اگل دے گی، تو قاتل آئیگا اور کہے گا میں نے اسی کے لئے قتل کیا تھا اور رشتہ توڑنے والا آئیگا اور کہے گا میں نے اسی کے لئے اپنے رشتہ کو توڑا تھا اور چور آئیگا تو کہے گا اسی میں میرا ہاتھ کاٹا گیا تھا، پھر وہ لوگ چھوڑ دیں گے اور اس میں سے کچھ نہیں لیں گے۔(مسلم)۔

78/6856 ﴿ان ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ ایک شخص قبر پر سے گزریگا تو اس پر لوٹے گا اور کہے گا: اے کاش [1] اس قبر والے کی

---

[1]﴿ قولہ: یالیتنی کنت مکان صاحب ھذا القبر۔(ہائے کاش میں اس صاحب قبر کی جگہ ہوتا) یہ صورت حال فتنوں کی کثرت اور دین کے جانے کے ڈر سے ہوگی، جو باطل کے غلبہ اور معاصی و منکرات کے عام ہوجانے سے ہوگا۔(علامہ کرمانی)

جگہ میں ہوتا 1 اور یہ اس میں دینداری کی وجہ سے نہیں صرف مصیبت کی وجہ سے ہوگا۔(مسلم)۔

79/6857 ﴿ ان ہی سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی، 2 جو شہر بصری میں اونٹوں کی گردنوں کو چمکا دے گی۔(متفق علیہ)۔

---

1 ﴿ قولہ: لیس بہ الدین الا البلاء. (سوائے مصیبت کے دینداری نہ ہوگی) کہا گیا کہ یہاں دین سے مراد عادت ہے یعنی یہ لوٹ پوٹ کرنا اور موت کی تمنا کرنا یہ اسکی عادت نہیں ہے بلکہ مصیبت ومشقت نے اسکو اس پر آمادہ کیا ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں (دین) اپنے حقیقی معنی پر ہے یعنی یہ اس کا لوٹ پوٹ کرنا دین کی جہت سے نہیں ہوگا بلکہ دنیا کی مصیبتوں اور مشقتوں کی وجہ سے وہ ایسا کریگا۔(علامہ سید ملخص از مرقات)۔

2 ﴿ قولہ: تخرج نار من ارض الحجاز۔(سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی) علامہ قرطبی نے کتاب التذکرہ میں فرمایا: یہ آگ سرزمین حجاز مدینہ منورہ میں نکل چکی ہے اور بتاریخ تین 3 / جمادی الاخری شب چہارشنبہ 654ھ (چھ سو چوپن) بعد عشاء ایک بڑے زلزلے سے اسکی ابتداء ہوئی اور جمعہ کے دن چاشت کے وقت تک یہ جاری رہی، پھر تھم گئی اور یہ آگ حرہ کے کنارے بنی قریظہ سے نمودار ہوئی اور اسکی روشنی ایک بڑے شہر کی طرح دکھائی دیتی تھی جس کے اطراف فصیل تھی اور اس میں قلعوں کے کنگوروں کی طرح کنگورے، برج اور منار تھے اور کچھ لوگ اسکو لے کر سامنے چل رہے تھے وہ کسی پہاڑ سے گزرتی تو اسکو چور کردیتی اور پگھلا دیتی تھی اور اس کے درمیان سے ایک سرخ اور ایک نیلی نہر نکل رہی تھی جس میں کڑک کی طرح گڑگڑاہٹ تھی اور اپنے سامنے چٹانوں اور پہاڑوں کو سامنے ڈھکیلتے ہوئے ان کو عراق لے جاتی تھی اس کی وجہ سے اس قدر پتھر جمع ہوگئے کہ وہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح ہوگئے اور یہ آگ مدینہ منورہ کے قریب تک پہنچ گئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مدینہ منورہ میں ٹھنڈی خوشگوار ہوا چلتی تھی اور اس آگ میں سمندر کی طرح جوش دیکھا گیا اور یہ آگ یمن کی ایک بستی تک پہنچی اور اسکو جلا دی اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ میں نے اس آگ کو مدینہ منورہ سے پانچ دن تک فضاء میں بلند ہوتے ہوئے دیکھا اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ وہ آگ مکہ مکرمہ اور شہر بصری کے پہاڑوں سے دیکھی گئی۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ ملک شام کے تمام باشندگان کے پاس اس آگ کے نکلنے کا علم تواتر کے ساتھ ہے، اور جو بات مجھے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں جس آگ کا ذکر ہے وہ وہی آگ ہے جو مدینہ طیبہ کے اطراف میں ظاہر ہوئی تھی جیسا کہ علامہ قرطبی وغیرہ نے مراد لی ہے، اب رہی وہ آگ جو لوگوں کو میدان حشر کی طرف جمع کرے گی تو وہ دوسری آگ ہے۔(ماخوذ از فتح الباری وعمدۃ القاری)۔

80/6858 سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کی پہلی 1 علامت ایک ایسی آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی۔ (بخاری)۔

81/6859 سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ درندے انسان سے بات کریں گے اور یہاں تک کہ آدمی سے اس کے کوڑے کا پھندنا اور اس کے چپل کا تسمہ بات کریگا اور اس کے گھر والوں نے اس کے بعد جو کچھ کیا ہے اس کی ران اسکو بتادے گی۔ (ترمذی)۔

82/6860 سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جس سال آپ کا وصال ہوا ٹڈے گم ہوگئے، تو آپ

---

1 قولہ: اول اشراط الساعۃ: یعنی (قیامت کے علامتوں میں پہلی) یعنی اسکی پہلی علامت اگر تم کہو پہلی علامت کیسے ہوگی جب کہ حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت وغیرہ بھی منجملہ علامات کے ہے؟ میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی نے فرمایا: اس سے مراد اسکی وہ علامات ہیں جو قیامت سے پہلے مسلسل آنے والی ہیں اور علامہ ابن تین نے فرمایا: اس سے مراد وہ آگ ہے جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو بیت المقدس کی طرف لے جائیگی۔

اور اگر تم یہ کہو کہ سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث شریف میں ہے "لا تقوم الساعۃ حتی یکون عشر آیات الخ" قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ دس علامات ظاہر ہوں گی اور اس میں پہلی علامت دجال کا نکلنا اور (اس روایت کے) آخر میں "وہ آگ یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو میدان حشر کی طرف بھگائیگی" کو آخری نشانی شمار کیا گیا ہے۔ اور کتاب توضیح میں ہے: حدیث شریف میں آیا ہے کہ آگ قیامت کی سب سے آخری نشانی ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ علامات ایک دوسرے سے قریب قریب ہونے کی وجہ سے ہر ایک کو اول کہا جاسکتا ہے یا یہ کہ اولیت امر نسبی ہوا اپنے بعد آنے والی علامت کے اعتبار سے اسکو اول کہا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری)۔

اس سے بہت فکر مند ہوگئے اور آپ نے ایک سوار کو یمن کی طرف، ایک سوار کو عراق کی طرف اور ایک سوار کو ملک شام کی طرف روانہ فرمایا، ٹڈوں کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے کہا کہ کیا میں کچھ ٹڈوں کو دیکھوں گا، تو یمن کی طرف گئے ہوئے سوار ایک مٹھی ٹڈے لیکر آئے اور اس کو آپ کے سامنے بکھیر دیا، تو جب سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو دیکھا تو اللہ اکبر کہا اور فرمایا: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ بزرگ و برتر نے ایک ہزار اُمتیں پیدا فرمائی ان میں سے چھ سو (600) سمندر میں اور چار سو (400) خشکی میں ہیں، اور پہلے ہلاک ہونے والی امت ٹڈے ہیں جب ٹڈے ہلاک ہوجائیں گے تو امتیں لڑی کے دھاگے کی طرح مسلسل ہلاک ہوتے جائیں گے۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

83/6861 ﴾ سیدنا عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جہاد کے لئے پا پیادہ روانہ فرمایا: ہم واپس ہوئے اور کچھ مال غنیمت حاصل نہیں کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے چہروں میں مشقت کو محسوس کیا تو آپ ہم میں کھڑے ہوئے اور فرمائے: اے اللہ! [1] تو ان کو میرے حوالے مت کر کہ میں ان کے بارے میں کمزور ہوجاؤں گا اور ان کے نفسوں کے حوالے مت کر کہ وہ ان سے عاجز ہوجائیں گے اور ان کو لوگوں کے بھی حوالے مت کر کہ وہ ان پر دوسروں کو ترجیح دیں گے، پھر آپ نے اپنے

---

[1] ﴾ قولہ: اللھم لا تکلھم: (ائے اللہ تو انکو میرے حوالہ مت فرما) اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ان کے معاملات میرے حوالے مت کر کہ میں ان کی ضروریات کی تکمیل کرنے اور ان کی حاجت کو پورا نہیں کروں گا اور ان کو خود ان کے حوالے بھی مت کر کہ وہ اپنے خواہشات نفس کی کثرت اور اسکی شرارتوں کی وجہ سے عاجز ہوجائیں گے اور تو ان کو دوسرے لوگوں کے حوالے بھی مت کر کہ وہ ان پر اپنے نفسوں کو ترجیح دیں گے تو یہ ضائع ہوجائیں گے؛ بلکہ یہ تیرے بندے ہیں ان کے ساتھ تو وہ معاملہ فرما جو آقا اپنے غلاموں کے ساتھ کرتے ہیں۔

اور (وقولہ اذا رأیت الخلافة قد نزلت الارض المقدسة) (جب تم دیکھو کہ خلافت ارض مقدس میں اترے) یعنی مدینہ منورہ سے سرزمین شام تک جیسا کہ بنی امیہ کی حکومت میں ہوچکا ہے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

دست کرم کو میرے سر پر رکھا پھر ارشاد فرمایا: اے ابن حوالہ! جب تم دیکھو کہ خلافت ارض مقدس میں اتر ی ہے تو زلزلے اور رنج وغم اور بڑے بڑے امور قریب آجائیں گے اور قیامت اس دن تمہارے سر پر میرے اس دست کرم سے بھی جو تمہارے سر پر ہے زیادہ قریب ہوجائیگی ۔(ابوداؤد نے اسکو روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے، اور امام حاکم نے اسکو اپنی صحیح میں روایت کی ہے)۔

84/6862 ﴾سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کی علامتیں دوسال کے بعد 1 ہیں ۔(ابن ماجہ)۔

85/6863 ﴾سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میرے اہل بیت 2 میں

1﴾ قولہ: بعد المأتین: (دوسوسال کے بعد) یہ دوسوسال کا شمار ہجرت کے بعد سے یا اسلامی حکومت سے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سے ہوگا اور اس میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ "المأتین" میں الف لام عہدی ہو یعنی ایک ہزار سال کے بعد والے دوسوسال کے بعد ہو اور یہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور اور دجال کے نکلنے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے نزول کا وقت ہے اور مسلسل علامات یعنی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور دابتہ الارض کا نکلنا اور یاجوج ماجوج اور ان جیسے اور علامات کے ظہور کا وقت ہے ۔(مرقات)۔

2﴾ قولہ: من اھل بیتی ۔(میرے اہل بیت سے)اس میں اختلاف ہے کہ آپ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہوں گے یا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہوں گے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ حسنین کریمین کی دونوں نسبتوں کے جامع ہوں اور راجح قول یہ ہے کہ آپ والد محترم کی طرف سے حسنی اور والدہ محترمہ کی طرف سے حسینی ہوں گے، اسکی مثال سیدنا ابراہیم علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام کے دونوں صاحبزدگان سیدنا اسحٰق علیہ الصلوۃ والسلام اور سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام پر قیاس کرتے ہوئے کہ بنی اسرائیل کے تمام انبیاء علیہم السلام حضرت سیدنا اسحٰق علیہ السلام کی اولاد سے آئے اور حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی ذریت میں ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے اور سب کے قائم مقام اور نعم البدل اور خاتم الانبیاء ہوئے، اسی طرح اکثر ائمہ اور امت کے اکثر بزرگ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے آئے تو مناسب یہ ہوا کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں اسکی ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

سے ایک صاحب عرب کے بادشاہ ہونگے 1، ان کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔ (ترمذی، ابوداؤد)۔

86/6864 ﴾ اور آپکی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا: اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہا ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اس دن کو دراز فرما دیگا اسقدر کہ اس میں ایک ایسے صاحب کو بھیج دیگا جو میرے یا میرے گھر والوں میں سے ہیں ان کا نام میرے نام کے اور ان کے والد کا نام میرے والد گرامی کے نام کے موافق ہوگا، جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دینگے جیسے وہ ظلم وزیادتیوں سے بھر گئی تھی۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ تلافی اور قائم مقامی کے لئے آپ کی اولاد میں ایک ایسے صاحبزادے سرفراز کئے جائیں جو خاتم الاولیاء ہوں اور تمام اصفیاء کے قائم مقام ہوں، کہا گیا ہے کہ جب سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہری خلافت سے دست بردار ہوگئے جیسا کہ آپ کی شان میں احادیث شریفہ بیان کی گئی ہیں کہ آپ کو مرتبہ قطبیت کی ولایت کا جھنڈا دیا گیا تو یہ بات مناسب ہوتی کہ مہدویت کی نسبت جو سیدنا عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت سے متصل ہے سرفراز ہو اور وہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، کی ملت کے کلمہ کو بلند کرنے پر متفق ہوں۔ (آپ پر لاکھوں درود وسلام)

اور حضرت ابواسحٰق کی حدیث میں جو سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اس میں اس معنی کی صراحت موجود ہے جو آگے بیان کی جائیگی واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مرقات)۔

1 ﴾ **قولہ: حتی یملک العرب رجل الخ**۔ (یہاں تک کہ ایک شخص عرب پر حکومت کرینگے) علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: عجم کا ذکر نہیں ہے مگر یہاں وہ بھی مراد ہیں کیونکہ وہ جب عرب پر حکومت کرینگے اور تمام عرب متحد ہوجائیں گے اور سب ایک طاقت بن جائیں گے تو وہ ساری قوموں پر غالب آجائیں گے اور اسکی تائید سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث شریف سے ہوتی ہے جو اسکے بعد آرہی ہے۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عرب کا ذکر اس کے زمانہ میں عرب کے غلبہ کی وجہ سے ہے، یا یہ باب اختصار سے ہے اور اس سے عرب وعجم دونوں مراد ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ (لباس جو تم کو گرمی سے بچاتا ہے) یعنی گرمی اور سردی دونوں سے بچاتا ہے اور راجح بات یہ ہے آپ نے صرف عرب کے ذکر پر اختصار فرمایا؛ کیونکہ وہ سب ان کی اطاعت کریں گے برخلاف عجم کے جو عرب کے مقابل ہیں وہ کبھی اس کی اطاعت سے اختلاف بھی کریں گے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) (مرقات)۔

87/6865 حضرت ابواسحٰق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشادفرمایا: وہ اپنے صاحبزادے حسن کو دیکھ کرارشادفرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا (سید) نام فرمایااوران کی پشت سے ایک صاحب نکلیں گے جوتمہارے نبی کے نام سے موسوم ہوں گے اخلاق میں ان کے مشابہ ہوں گے 1 اورشکل میں مشابہ نہ ہوں گے، پھرآپ نے پوراقصہ بیان کیا کہ وہ زمین کوعدل وانصاف سے بھردیں گے۔(ابوداؤد)۔

88/6866 سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا کہ مہدی میرے خاندان سے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔(ابوداؤد)۔

89/6867 سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مصیبت کا ذکرفرمایا جواس امت کو پہنچے گی یہاں تک کہ آدمی کوئی پناہ کی جگہ نہیں پائیگا کہ ظلم سے اس میں پناہ لے،تواللہ تعالیٰ میری اولاد اور میرے اہل بیت سے ایک شخص کو بھیجے گا اور ان کے ذریعہ زمین کو عدل وانصاف سے بھردیگا جیسے وہ ظلم وزیادتیوں سے بھری ہوئی تھی، آسمان کے رہنے والے اور زمین کے رہنے والے ان سے راضی رہیں گے،آسمان پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں روکے گا مگراسکومکمل بہادیگااورزمین اپنی کوئی سبزی نہیں چھوڑیگی مگراسکواگادیگی یہاں تک کہ زندہ لوگ مردوں کی تمنا کریں گے 2 وہ اسی حالت میں سات یا آٹھ یانوسال زندہ رہیں گے۔(حاکم)۔

---

1 یشبہ فی الخلق۔(وہ اخلاق میں آپ کے مشابہ ہوں گے)خلق ''خا''اور''لام'' کوپیش کے ساتھ ہےاورلام پرجزم بھی آتاہےاوروہ شکل میں مشابہ نہیں ہوں گے یعنی مکمل طورپرکیونکہ پہلے یہ بات گذرچکی ہے کہ آپ شکل میں بھی حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے۔(مرقات)۔

2 قولہ: یتمنی الاحیاء الاموات.(جوزندہ ہیں وہ اپنے انتقال کئے ہوئے اصحاب کی تمنا کریں گے) الاموات کوزبرہےعلامہ تورپشتی رحمہ اللہ نےفرمایا''الاحیاء''کوفاعل ---بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

90/6868﴾ان ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: مہدی مجھ سے ہیں، روشن پیشانی اوراونچی ناک والے ہیں، زمین کوانصاف وعدل سے بھردیں گے، جیسے وہ ظلم وزیادتی سے بھرگئی تھی، سات سال حکومت کریں گے۔(ابوداؤد)۔

91/6869﴾ان ہی سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، حضرت مہدی کے قصہ میں آپ نے ارشادفرمایا: ان کے پاس ایک شخص حاضر ہوگا اورعرض کرے گا اے مہدی! مجھے عطا کیجئے مجھے دیجئے آپ نے فرمایا: اس کے کپڑے میں آپ پسو بھر کر وہ جس قدر اٹھاسکتا ہے ڈالیں گے۔(ترمذی)۔

92/6870﴾حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا: ایک خلیفہ کی وفات کے وقت اختلاف ہوگا تو اہل مدینہ کے ایک صاحب مکہ مکرمہ کی طرف تیزی سے نکلیں گے 1، تو اہل مکہ میں سے کچھ لوگ ان کے پاس آئیں گے اوران کو باہر لائیں

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔ہونے کی بناء پر پیش ہے اور یہاں کلام میں حذف ہے یعنی یتمنون حیاۃ الاموات الخ اوران کی یہ تمنا اس لئے ہوگی کہ وہ اس خیر و بھلائی اورامن وسلامتی کو دیکھیں جس میں یہ حضرات ہیں اور ان کے ساتھ وہ بھی اس میں شریک ہوں اور جس نے "الاحیاء" کو زبر کے ساتھ کہا ہے باب افعال کا مصدر اور تمنی کا فاعل الاموات کو قرار دیا ہے تو یہ مشکل ہے۔(مرقات)۔

اور صاحب لمعات نے فرمایا: یہ بھی کہا گیا ہے کہ الاحیاء احیی یحیی سے باب افعال کا مصدر ہے اور مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور الاموات فاعل ہونے کی بناء پر مرفوع ہے یعنی جو انتقال کر گئے ہیں وہ تمنا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو زندہ کرے اوراس اسلوب میں مبالغہ ہے اس میں اس بات کا کنایہ ہے کہ ان کو زندوں میں رہ کر خوشی ہوگی اور یہ سب اس وقت ہوگا جب کہ یہ روایت درست ہو ورنہ کسی چیز کا محض احتمال کوئی اعتبار نہیں رکھتا۔

1﴾ قولہ: فیخرج رجل۔ایک صاحب نکلیں گے۔یہ امام مہدی ہیں اوراسکی دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو مہدی کے بیان میں لایا ہے۔(مرقات)۔

گے، حالانکہ وہ صاحب اسکو ناپسند کررہے ہوں گے، رکن اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان وہ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، اور ملک شام سے آپ کی طرف ایک لشکر بھیجا جائیگا تو مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان مقام بیداء میں اسکو دھنسا دیا جائیگا اور لوگ جب یہ دیکھیں گے تو آپ کے پاس ملک شام کے ابدال 1 اور اہل عراق کے بہترین حضرات آئیں گے 2 اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے،

---

1 **قولہ اتاہ ابدال الشام**. (آپکے پاس ملک شام کے ابدال آئینگے) علامہ جوہری نے فرمایا ابدال نیک لوگوں کی ایک ایسی جماعت ہے کہ ان سے دنیا کبھی خالی نہیں رہیگی اور ان میں سے کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو بدل دیتا ہے۔ علامہ ابن درید نے کہا ہے کہ اس کا واحد بدیل ہے ۔ میں کہتا ہوں اسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ان کو بدلاء بھی کہا جاتا ہے۔ اسکی مثال شریف اشراف اور شرفاء ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام ابدال اس لئے بھی ہے کہ یہ کسی جگہ سفر کرتے ہیں تو اپنی پہلی جگہ اپنی شباہت کے کسی دوسرے کو اپنے بدل رکھ دیتے ہیں، اور قاموس میں ہے اللہ تعالیٰ ابدال کے ذریعہ زمین کا انتظام کراتے ہیں اور ان کی تعداد (70) ہے چالیس (40) ملک شام میں اور اس کے سوا دوسرے ملکوں میں (30) ہیں (انتھی) اور ظاہر بات یہ ہے کہ شام سے مراد شام کا شہر صرف دمشق مراد نہیں ہے بلکہ ملک شام سے مراد جہت شام اور اس سے متصل علاقے ہیں۔ حقیقی مراد تو اللہ بہتر جانتا ہے۔ اور ممکن ہے ان کا نام ابدال اس لئے رکھا گیا ہو کہ انہوں نے اخلاق رذیلہ کو اخلاق حمیدہ سے بدل دیا، یا اس لئے کہ یہ وہ حضرات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔ اور قطب حقانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان کا نام ابدال اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ اپنے ارادوں کو فنا کردیئے اور ان کے ارادے حق تعالیٰ شانہ کے ارادوں میں بدل گئے ہیں وہ ہمیشہ وفات تک بھی اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ارادہ کرتے ہیں۔ ان بزرگوں کے لئے یہ بات بھی گناہ کی ہے کبھی وہ سہو و نسیاں اور غلبہ حال اور دہشت کی بناء پر حق تعالیٰ کے ارادہ میں اپنا ارادہ شریک کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو متنبہ کردیتا اور یاد دلاتا ہے تو وہ اس سے رجوع کرلیتے ہیں اور اپنے عزت وجلال والے پروردگار سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ (مرقات)۔

2 **قولہ عصائب اھل العراق**. (عراق کی جماعتیں) یعنی اہل عراق کے بہترین حضرات یہ لفظ **عصبة القوم خیارھم** سے ماخوذ ہے (قوم کے عصبہ یعنی قوم کے بہترین حضرات) اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ابدال اور عصائب یعنی قوم کے بہترین لوگ امام مہدی کے پاس آئیں گے۔ (مرقات)۔

پھر قریش کا ایک شخص نکلے گا جس کے ماموں بنی کلب ہوں گے تو یہ آپ کے خلاف ایک لشکر روانہ کریگا آپ اس پر غالب آجائیں گے یعنی بنی کلب کے لشکر پر، اور آپ لوگوں میں نبی کی سنت پر عمل کریں گے، اور اسلام زمین میں اپنی گردن بچھا دیگا 1 اور آپ سات سال رہیں گے، پھر آپ وفات پائیں گے اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (ابوداؤد)۔

93/6871 ﴿ سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ماوراء النهر'' سے ایک صاحب نکلیں گے ان کو حارث کہا جاتا ہے وہ کسان ان کے لشکر کے سامنے کے حصہ پر ایک شخص ہوگا جسکو منصور کہا جاتا ہے 2، وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جگہ دینگے 3 جس طرح قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگہ دی تھی ہر مومن پر اس کی مدد کرنا 4 ضروری ہے یا آپ نے فرمایا: اسکی بات قبول کرنا ضروری ہے۔ (ابوداؤد)۔

---

1 ﴿ قوله ويلقى الاسلام بجرانه (اسلام اپنی گردن بچھا دیگا) اس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اسلام کا زمین پر گردن بچھا دینا یہ مثال ہے کہ زمین پر جب اسلام مضبوط قائم ہوجائیگا تو کوئی فتنہ نہیں رہیگا اور اس کے احکام سنت کے مطابق استقامت اور عدل وانصاف کے ساتھ نافذ ہوں گے۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قوله على مقدمته. (اس کے لشکر کے سامنے کے حصہ پر ایک شخص ہوگا جس کو منصور کہا جائیگا، حضرت خواجہ عبید اللہ سمرقندی نقشبندی رحمہ اللہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا: منصور سے مراد خضر علیہ السلام ہیں، اور اس جیسے رموز بغیر نقل قال اور کشف حال کے آپ نے بیان نہیں فرمائے۔ (مرقات)۔

3 ﴿ يوطن او يمكن لآل محمد (وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جگہ دیں گے) یعنی آپ کی اولاد اور اہل بیت کے لئے اور خاص طور پر امام مھدی کے لئے یا لفظ ''آل'' زائد ہے اور اس سے مراد امام محمد مہدی مراد ہیں۔ (مرقات)۔

4 ﴿ قوله نصره (اس کی مدد کرنا واجب ہے) بظاہر اس سے مراد حارث کی مدد کرنا ہے اور اس سے بھی بلیغ بات منصور کی مدد کرنا ہے، یا ان دونوں کی مدد کرنا جنکا ذکر ہوا ہے یا سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد امام مہدی کی مدد کرنا ہے کیونکہ ان دونوں کی مدد کرنا ان کے اہل بلاد پر اور ہر اس شخص پر ہے جس کے پاس سے یہ دونوں گزریں گے کیونکہ یہ دونوں حضرات امام مہدی کے مددگاروں میں سے ہوں گے۔ (مرقات)۔

94/6872 ﴾ سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کالے جھنڈے 1 دیکھو جو خراسان کی طرف سے آئے ہوں گے تو تم ان کے پاس جاؤ، کیونکہ اس میں 2 اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔ (احمد، بیہقی، دلائل النبوۃ)۔

بَابُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁
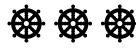
1 ﴾ الرایات السود (کالے جھنڈے) ممکن ہے کالے جھنڈوں سے کنایۂ خراسان سے آنے والی مسلمان فوج کی کثرت مراد ہو کہ یہ حارث اور منصور کا لشکر ہوگا۔ (مرقات)۔

2 ﴾ فیھا خلیفة الله المهدی (اس میں اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے) یعنی ان کی مدد کرنا اور ان کی بات ماننا ہوگا اور اس میں کوئی منافات نہیں کہ مہدی علیہ السلام کا ظہور شروع میں حرمین شریفین سے ہوگا۔ (مرقات)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمُ

3/236 بَابُ الْعَلَامَاتِ بَيْنَ يَدَى السَّاعَةِ وَذِكْرِ الدَّجَّالِ

قیامت کے سامنے کی نشانیاں اور دجال کا ذکر

95/6873 ﴿سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم آپس میں گفتگو کررہے تھے، اور آپ نے ارشادفرمایا: تم کس چیز کا ذکر کررہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہم قیامت کا ذکر کررہے ہیں، آپ نے ارشادفرمایا: بلاشبہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پیشتر دس نشانیوں کو دیکھ لو، اور آپ نے دھواں 1، دجال، دابۃ الارض 2 سورج کا مغرب سے

1﴾ قولہ الدخان (دھواں) طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ دھواں وہی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے **یوم تاتی السماء بدخان مبین**۔ ترجمہ: جس دن آسمان کھلے دھویں کو لائیگا۔
اور یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہوا تھا۔ انتہی
اسکی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے ہوتی ہے کہ اس سے وہ قحط مراد ہے جو قریش کو لاحق ہوا تھا، یہاں تک کہ انکو فضا دھویں کے مانند نظر آتی تھی، حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ دھواں اپنے حقیقی معنی میں ہے؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ دھواں مشرق اور مغرب کے درمیان جو کچھ ہے اسکو بھردیگا اور چالیس دن اور رات رہیگا اور مومن ایک زکام والے کی طرح ہوجائیگا، اور کافر، نشے والے کے مانند ہوجائیگا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "یصیر کالزکام" مومن زکام کی طرح یعنی زکام والے کی طرح ہوجائیگا یا لفظ زکام مصدر ہے اور اسم مفعول کے معنی میں ہے یعنی وہ زکام زدہ کی طرح ہوجائیگا یا وہ مبالغہ کے طور پر ہے جیسا کہ رجل عدل ہے (منصف آدمی) (مرقات)

2﴾ قولہ الدابۃ (دابۃ الارض) کہا گیا ہے دابۃ الارض تین مرتبہ نکلے گا ایک مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں، پھر عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں، پھر سورج کے مغرب سے نکلنے کے بعد اس قول کو ابن ملک نے ذکر کیا ہے۔ (مرقات)۔

نکلنا1 عیسی بن مریم کے نزول، یاجوج وماجوج اور تین خسف 2 (تین مقامات میں زمین کے دھنسنے) کا ذکر فرمایا ایک خسف مشرق میں ہوگا اور ایک مغرب میں ہوگا اور ایک جزیرۂ عرب میں، ان میں سب سے آخری نشانی ایک آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی 3 اور لوگوں کو انکے

1﴾ قوله طلوع الشمس من مغربها ونزول عيسى بن مريم (سورج کا مغرب سے نکلنا اور عیسی بن مریم کا نزول) کہا گیا کہ سب سے پہلی نشانی دھواں ہے پھر دجال کا نکلنا، پھر عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا نزول، پھر یاجوج وماجوج کا نکلنا اس کے بعد دابۃ الارض کا نکلنا اس کے بعد سورج کا مغرب سے نکلنا، کیونکہ کفار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اسلام قبول کرلیں گے یہاں تک کہ ایک ہی دعوت (اسلام) رہیگی۔ اوراگر دجال کے نکلنے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے نازل ہونے سے پہلے سورج مغرب سے طلوع ہونا ہوتا تو کفار کا ایمان قابل قبول نہ ہوتا۔

اور الدخان والدجال والدابته الخ میں واو مطلق جمع کے لئے ہے، پس اب یہ اعتراض نہیں رہیگا کہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا نزول تو سورج کے مغرب سے نکلنے سے پہلے ہے اور نہ یہ اعتراض کہ طلوع شمس پہلی نشانی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

2﴾ قولــه ثـلثة خسوف (تین خسف ہونگے) ابن ملک نے کہا: کہ خسف (زمین کا دھسنا) کئی مقامات میں پایا گیا۔ لیکن احتمال ہیکہ تین خسوف سے واقع شدہ خسوف سے زائد خسوف مراد ہوں اور وہ ان سے زیادہ قدرومکانیت والے ہوں (سخت ہوں) (مرقات)۔

3﴾ قولـه نـار تـخـرج من اليمن (ایک آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی) اور ایک روایت میں ہے کہ وہ آگ سرزمین حجاز سے نکلے گی۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہوسکتا ہے وہ دو آگ ہوں جو جمع ہوکر لوگوں کو محشر کی طرف لیجائیں گی، یا ہوسکتا ہے کہ اسکے نکلنے کی ابتداء یمن سے ہو اور اس کا غلبہ حجاز سے ہو۔ (قرطبی)۔

اس حدیث میں قیامت کی آخری نشانی آگ ہوگی ہے اور بخاری شریف میں جو روایت آئی ہے کہ قیامت کی پہلی نشانی آگ ہوگی جو مشرق سے مغرب کی طرف نکلے گی، ان دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ آگ کا آخر میں ہونا ان مذکورہ نشانیوں کے اعتبار سے ہے (سب سے آخری نشانی آگ ہوگی) اور اس آگ کا یہی نشانی ہونا اس اعتبار سے ہے کہ وہ ان نشانیوں میں سب سے پہلے ہوگی جن کے بعد دنیا کے امور میں سے کوئی بھی چیز اصلاً باقی نہیں رہے گی بلکہ ان کے ختم پر صور پھونکا۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

محشر 1 کی طرف ہانکے گی اور ایک روایت میں ایک آگ ہوگی جو عدن کے بیچ سے نکلے گی لوگوں کو محشر کی طرف ہانکے گی۔

97/6874 ﴾ دسویں نشانی سے متعلق ایک روایت میں ہے: اور ایک ایسی ہوا ہوگی 2 جو لوگوں کو سمندر میں ڈالدیگی۔ (مسلم)۔

98/6875 ﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھ چیزوں سے پہلے اعمال کرلو 3 دھواں، دجال، دابۃ الارض،

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ جائے گا برخلاف دیگر نشانیوں کے جو آگ کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں، کیونکہ ان میں سے ہر نشانی کے ساتھ دنیا کی چیزیں برقرار رہیں گی۔

بعض تطبیق دینے والے علماء محققین نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ (مرقات)۔

1 ﴾ **قوله الى محشرهم** (ان کے محشر کی طرف) کہا گیا ہے کہ محشر سے شام کی سرزمین مراد ہے؛ کیونکہ صحیح حدیث میں ہے حشر سرزمین شام میں ہوگا۔ لیکن راجح قول یہ ہے کہ محشر کا آغاز شام سے ہوگا، یا شام کو اسقدر وسیع کردیا جائیگا کہ اس میں دنیا کی تمام مخلوق کے جمع ہونیکی گنجائش ہوگی۔ (مرقات)۔

2 ﴾ **قوله وريح تلقى الناس فى البحر** (اور ایک ہوا ہوگی جو لوگوں کو سمندر میں ڈالدیگی) اس روایت میں اور سابقہ روایت میں تعارض ہے کہ اسمیں آگ کا لوگوں کو محشر کی طرف جمع کرنے کا ذکر ہے)

ان دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ "الناس" (لوگوں) سے کفار مراد ہوں اور یہ کہ کفار کی آگ ایسی سخت چلنے والی ہوا کے ساتھ شامل ہوجائیگی، جس میں کفار کو سمندر میں تیزی کے ساتھ ڈالنے کی تاثیر ہوگی۔ اور یہ کفار کے حشر کا مقام یا فجار کا ٹھکانہ ہوگا، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ سمندر آگ بن جائیگا اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴾ برخلاف مومنین کے لئے جو آگ ہوگی پس وہ محض ڈرانے کے لئے کوڑے کے درجہ میں ہوگی، تاکہ انکو ڈراکر محشر اور موقف اعظم کی طرف ہانک کر لیجائے۔ اللہ تعالیٰ اعلم (مرقات)۔

3 ﴾ **قوله بادروا بالاعمال ستا** (چھ چیزوں سے پہلے اعمال کرلو) قاضی عیاض نے فرمایا: آپ ﷺ نے انکو یہ نشانیاں ظاہر ہونے سے پہلے اعمال میں سبقت کرنے کا حکم فرمایا؛۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

سورج کا مغرب سے نکلنا،عوام کا فتنہ 1 اور تم میں سے کسی کے ساتھ خاص فتنہ۔(مسلم)۔

99/6876 اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تین چیزیں نکلیں گی تو اسوقت کسی نفس کو جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان کی حالت میں کوئی کار خیر نہ کیا ہو اس کا ایمان لانا اسکو نفع نہیں دے گا، سورج کا مغرب سے نکلنا 2 دجال اور دابۃ الارض۔(مسلم)۔

100/6877 سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ظاہر ہونے کے اعتبار سے سب سے پہلی نشانی 3

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔کیونکہ جب وہ ظاہر ہونگی تو انکو دہشت زدہ کردینگی اور انکو اعمال سے غافل کردینگی یا ان پر توبہ اور قبولیتِ اعمال کا دروازہ بند کردیا جائیگا۔(مرقات)۔

1 قولہ وامر العامۃ (عوام کا فتنہ یعنی وہ فتنہ جو تمام لوگوں میں عام ہوجائیگا، اور آپ کے ارشاد "وخویصۃ احدکم" کے متعلق کہا گیا کہ اس سے موت مراد ہے۔(مرقات)۔

2 قولہ طلوع الشمس من مغربھا (سورج کا مغرب سے نکلنا) سورج کے نکلنے کو مقدم کیا گیا اگرچیکہ وہ (دجال اور دابۃ الارض کے) بعد میں واقع ہوگا اس لئے کہ توبہ کے قبول نہ ہونے کا دارومدار اسی پر ہے اگرچیکہ اس کے ساتھ دوسری چیز کے نکلنے کا ذکر بھی شامل کیا گیا ہے۔(مرقات)۔

3 قولہ اول الایات (نشانیوں میں پہلی) طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر اعتراض ہو کہ سورج کا مغرب سے نکلنا پہلی نشانی نہیں ہے کیونکہ اس سے بیشتر دھواں اور دجال ظاہر ہوگا تو ہم کہیں گے کہ نشانیاں دو قسم کے ہیں یا تو وہ قرب قیامت کی علامتیں ہیں یا وہ قیامت کے وجود اور آنے پر دلالت کرنے والی علامتیں ہیں۔ دھواں اور دجال کا نکلنا وغیرہ پہلی قسم سے تعلق رکھتی ہیں اور دوسری قسم میں جس میں ہم گفتگو کررہے ہیں سورج کا مغرب سے نکلنا، زلزلہ اور آگ کا نکلنا اور اس کا لوگوں کو محشر کی طرف ہانکنا ہے۔

اور مغرب سے سورج کے نکلنے کو پہلی نشانی اس لئے کہا گیا کہ اسی سے دوسری قسم کے علامات کا آغاز ہوتا ہے اور اسکی تائید حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکل جائے۔(مرقات)۔

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا 1 اور دابتہ الارض کا لوگوں پر چاشت کے وقت ظاہر ہونا ہے، اور ان دونوں نشانیوں میں سے جو کوئی پہلے ظاہر ہوگی دوسری نشانی عنقریب اس کے پیچھے ظاہر ہوگی۔(مسلم)۔

101/6878 سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج جس وقت غروب ہوا ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: یقیناً وہ جاتا ہے یہاں تک کہ عرش کے 2

---

1 قولہ طلوع الشمس من مغربھا (سورج کا مغرب سے نکلنا) صاحب ردالمحتار نے کہا: مرفوع حدیث میں وارد ہے کہ سورج جب مغرب سے طلوع ہوگا تو وہ درمیان آسمان تک چلے گا پھر لوٹ جائے گا، اس کے بعد پھر وہ اپنی عادت کے مطابق مشرق سے طلوع ہوگا۔

علامہ رملی شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے شرح المنہاج میں کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج کے واپس لوٹتے ہی ظہر کا وقت داخل ہو جائے گا؛ کیونکہ یہ زوال کے درجہ میں ہے، اور عصر کا وقت اسوقت ہوگا جبکہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو جائیگا اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب ہونے سے ہوگا۔

اور اس حدیث میں ہے کہ سورج کے مغرب سے نکلنے کی رات تین راتوں کے بقدر طویل ہوگی، لیکن اس کی طوالت کا علم اس کے گزرنے کے بعد ہی ہوگا، کیونکہ وہ لوگوں پر پوشیدہ ہوگی۔

تو اس وقت قیاس کے مطابق پانچ نمازیں قضاء کرنا ضروری ہوگا، کیونکہ دو راتیں اضافہ ہیں اور ان دو راتوں کو ایک دن اور ایک رات مانا جائیگا اور دن و رات میں واجب نمازیں پانچ ہوتی ہیں۔

2 قولہ حتی تسجد تحت العرش (یہاں تک کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے) اگر آپ کہیں کہ سورج کے سجدہ سے کیا مراد ہے؟ جبکہ اس کو پیشانی نہیں ہوتی اور اس میں فرمانبرداری تو ہمیشہ ہی موجود ہے، میں کہتا ہوں کہ غروب کے وقت اسکو سجدہ کرنے والے سے تشبیہ دینا مقصود ہے، پس اگر آپ کہیں کہ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ وہ زمین میں غروب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ "عین حمئۃ" (دلدل کے چشمہ میں) میں غروب ہوتا ہے، تو پھر اس کا عرش سے کیا تعلق ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ساتویں زمین ضرب المثل میں چکی کے کیل کی طرح ہیں اور عرش اپنی عظمت کے سبب چکی کے مانند ہے، بس جہاں کہیں سورج سجدہ کریگا تو عرش کے نیچے ہی سجدہ کرنے والا ہوگا اور وہی اس کا مستقر ہے،۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

نیچے سجدہ کرتا ہے، پھر اجازت 1 طلب کرتا ہے تو اس کو اجازت دیجاتی ہے، اور قریب ہے کہ وہ سجدہ

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ پس اگر آپ کہیں کہ ہیئت دانوں کا قول ہے کہ سورج آسمان میں جڑا ہوا ہے، ان کا قول اس بات کا مقتضی ہے کہ چلنے والی چیز آسمان ہے اور حدیث شریف کے ظاہری مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج سیر کرتا ہے اور چلتا ہے۔

میں کہتا ہوں: پہلی بات تو یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے کلام سے تعارض کے وقت ہئیت دانوں کے کلام کا کوئی اعتبار نہیں، رسول اکرم ﷺ کا کلام ہی برحق ہے اسمیں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں اور ان کا کلام اندازہ اور تخمین ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی امر مانع نہیں کہ سورج اپنے مقام سے طلوع ہو اور عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرے پھر لوٹ جائے، اگر آپ یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ** یعنی ہر چیز مدار میں گھومتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ سورج کا اپنے فلک میں گھومنے سے سورج کا ایسے مقام میں سجدہ کرنیکا منع ہونا لازم نہیں آتا، جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے، بعض نے کہا کہ ممکن ہے کہ سجدہ سے مراد وہ فرشتے ہوں جنکو سورج پر مقرر کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ احتمال کسی دلیل سے نہیں ہے لہٰذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائیگا، ونیز یہ ظاہر حدیث کے مخالف ہے اور اس میں حقیقت سے اعراض کرنا لازم آتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ ﷺ کے قول "تحت العرش" سے "**تحت القهر و السلطان**" یعنی دبدبہ واقتدار مراد ہے۔

میں کہتا ہوں کہ کلام کے ظاہر اور اسکی حقیقت سے کیوں فرار اختیار کیا جائے، جبکہ ہم کہتے ہیں کہ آسمان اور زمین وغیرہ تمام عوالم عرش کے نیچے ہیں، جب سورج اللہ تعالیٰ کے مقدر کردہ کسی مقام میں سجدہ کرے تو یہ کہنا صحیح ہے کہ اس نے عرش کے نیچے سجدہ کیا ہے۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ ایک قوم نے سورج کے سجدہ کرنیکا انکار کیا ہے، جبکہ اس کا سجدہ کرنا درست ہے، ممکن ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ ملحدین کی ایک قوم ہے؛ کیونکہ وہ اس بات کا انکار کرتے ہیں جسکی نبی اکرم ﷺ نے خبر دی ہے اور یہ آپ ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ امر مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ حیوانات اور جمادات میں سے ہر ایک کو ایسی قوت عطا کرے کہ وہ اسکو سجدہ کریں۔ (عمدۃ القاری: کتاب بدء الخلق)۔

1 ﴾ **قولہ فتستأذن** (پھر وہ اجازت طلب کریگا) کرمانی نے کہا: پوچھو کہ وہ کس بارے میں اجازت طلب کریگا، تو میں کہتا ہوں کہ بہ ظاہر اس کا اجازت طلب کرنا مشرق سے طلوع ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

کریگالیکن اس سے سجدہ قبول نہیں کیا جائیگا، وہ اجازت طلب کریگالیکن اس کو اجازت نہیں دیجائیگی، اس سے کہا جائیگا کہ جہاں سے آیا ہے واپس لوٹ جا تو اپنے مغرب سے طلوع ہوگا، اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا" (36۔سورۃ یٰس ،آیت نمبر:38) اورسورج چلتا ہے اپنے ٹھکانے کے لئے، آپ نے ارشادفرمایا: اس کا مستقر[1] عرش کے نیچے ہے۔(متفق علیہ)۔

102/6879 ﴿سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ حضرت آدم کی پیدائش سے قیامت تک کوئی چیز دجال (کے فتنہ) سے بڑھ کرنہیں ہے۔(مسلم)۔

103/6880 ﴿ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوکوئی دجال کو سنے تو اسکو چاہئے کہ وہ اس سے دور رہے، خدا کی قسم! یقیناً آدمی اس کے پاس آئے گا اور یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ مومن ہے لیکن وہ اسکی پیروی کریگا ان شبہات کے سبب جس کے ساتھ اسکو بھیجا گیا ہے۔(ابوداؤد)۔

104/6881 ﴿سیدنا ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ ضرور بہ ضرور دجال سے بھاگیں گے یہاں تک کہ پہاڑوں میں

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔ہونے کے بارے میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال سے زیادہ واقف ہے۔انتہی۔
میں کہتا ہوں کہ ان کے قول "الظاہر" بہ ظاہر کی قید کی چنداں ضرورت نہیں، کیونکہ اسمیں کوئی شک وشبہ نہیں کہ سورج کا یہ اجازت طلب کرنا اپنی عادت کے مطابق مشرق سے طلوع ہونے کے بارے میں ہے۔ چنانچہ اسکو اجازت دیجاتی رہیگی، پھر جب قیامت کا دن قریب ہوگا وہ اس بارے میں اجازت طلب کریگا تو اسکو اجازت نہیں دیجائیگی، جیسا کہ مذکورالصدر حدیث میں گزرا۔(عمدۃ القاری)۔

[1] ﴿ **وقوله مستقرها تحت العرش** (اس کا ٹھکانہ عرش کے نیچے ہے) عرش کے نیچے اس کے لئے ٹھکانہ ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور اس کا ادراک اور مشاہدہ بھی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسکو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے، اب ہم اسکی تکذیب نہیں کرسکتے اور اسکی کیفیت بھی نہیں بتاسکتے کیونکہ ہمارا علم اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔(طیبی)۔

چلے جائیں گے۔ اُم شریک نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسوقت عرب کہاں ہونگے؟ آپ نے فرمایا: وہ قلیل تعداد میں ہونگے۔ (مسلم)۔

105/6882 ﴿ سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر پوشیدہ نہیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے، اور مسیح الدجال 1 داہنی آنکھ کا کانا ہے گویا کہ اسکی آنکھ پھولا ہوا انگور کا دانہ 2 ہے۔ (متفق علیہ)۔

1﴿ قوله المسيح الدجال اعور (مسیح الدجال کانا ہے) ''مسیح'' دجال اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے درمیان مشترک لقب ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کا اطلاق ''ماسح'' کے معنی میں ہے کیونکہ ان کے مسح کرنے کی برکت سے شفاء حاصل ہوتی ہے اور ''ممسوح'' کے معنی میں بھی ہے کیونکہ آپ مادر شکم سے پاک وصاف تولد ہوئے۔

دجال پر اس کا اطلاق اسم فاعل کے معنیٰ میں ہوتو اس کے معنی تمام زمین کی تیزی کے ساتھ سیاحت کرنے والا یا اسم مفعول کے معنیٰ میں ہوتو اس کے معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ اسکی ایک آنکھ مٹی ہوئی ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

2﴿ عنبة طافية (پھولا ہوا انگور کا دانہ) تورپشتی نے کہا کہ دجال کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں اور اس کے متعلق جو باہمی کلمات ہیں ان میں بظاہر تطبیق دینا مشکل ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے ہیں کہ وہ ہمکو ان کے درمیان تطبیق دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

مذکورہ حدیث اور اس سے تعلق رکھنے والی احادیث میں جو کلمات وارد ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک کو ہم علحدہ بیان کریں گے، پس اس حدیث میں ہے کہ اسکی آنکھ پھولی ہوئی ہوگی۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ دجال ابھری ہوئی آنکھ والا ہوگا وہ ستارہ کے مانند ہوگی اور ایک حدیث میں ہے کہ اسکی آنکھ نہ ابھری ہوئی ہوگی اور نہ وہ دھنسی ہوئی ہوگی۔

ان روایات میں تطبیق کا راستہ یہ ہے کہ ہم کہیں کہ وہ وصف کا مختلف ہونا معنیٰ کے مختلف ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اسکی تائید ان الفاظ سے ہوتی ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مذکورہ حدیث میں ہے کہ وہ داہنی آنکھ کا کانا ہوگا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ مٹی ہوئی (سپاٹ) آنکھ والا ہوگا اسکی آنکھ پر موٹا ناخن ہوگا، نیز انکی حدیث میں یہ بھی ہے کہ وہ بائیں آنکھ کا کانا ہوگا۔

ان متضاد اوصاف کے درمیان تطبیق کی صورت یہ ہے کہ اسکی ایک آنکھ غائب اور دوسری آنکھ کو عیب دار مان لیا جائے تو ان دونوں کو ''عوراء'' یعنی عیب دار کہنا صحیح ہوجائیگا؛ ۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

106/6883﴾سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے کو (خواب میں) کعبہ کے پاس دیکھا، پس میں نے ایک گندمی رنگت کے شخص کو دیکھا، جو ان تمام گندمی رنگت کے لوگوں میں بہت اچھے ہیں جنکو تم دیکھے ہو ان تمام زلف والے لوگوں میں جن کو تم دیکھے ہو بہت اچھے ہیں اور وہ اس میں کنگھی کئے ہوئے ہیں اور اس سے پانی ٹپک رہا ہے، دو آدمیوں کے کاندھے پر ٹیکہ لگاتے ہوئے بیت اللہ شریف کا طواف کررہے ہیں تو میں نے دریافت کیا: یہ کون ہیں؟ تو ان لوگوں نے کہا: یہ مسیح ابن مریم ہیں، آپ نے فرمایا: پھر اچانک میری نظر ایک شخص پر پڑی جو چھوٹے گھنگریالے بال والا اور داہنی آنکھ کا کانا تھا، اسکی آنکھ پھولے ہوئے انگور کے دانہ کی طرح تھی، جن لوگوں کو میں نے دیکھا انمیں وہ ابن قطن سے زیادہ مشابہہ تھا، وہ اپنے ہاتھوں کو دو آدمیوں کے مونڈھوں پر 1 رکھے ہوئے بیت اللہ شریف کا طواف کررہا تھا 2، میں نے دریافت کیا یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ مسیح دجال ہے۔ (متفق علیہ)۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ کیونکہ ''عور'' کے اصل معنیٰ عیب کے ہیں، شیخ محی الدین نے اس کے مثل ذکر کیا ہے۔ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح میں اسی طرح ہے، یہ تمام بحث مرقات میں موجود ہے۔ (مرقات)۔

1﴾ قوله على منكبي رجلين (دو آدمیوں کے مونڈھوں پر) ظاہر ہے کہ ان دو لوگوں سے اس کے امراء میں سے وہ لوگ مراد ہیں جو باطل پر اسکی مدد کرتے ہیں، جس طرح پہلے دو آدمیوں سے وہ حضرات مراد ہیں جو حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی حق پر مدد کرتے ہیں، شاید انکے اصحاب میں وہ دونوں حضرت خضر اور حضرت مہدی علیہما الصلوٰۃ والسلام ہوں۔ (مرقات)

2﴾ قولــه يطوف بالبيت (بیت اللہ شریف کا طواف کررہا تھا) تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دجال کا باوجود کافر ہونے کے کعبۃ اللہ کے پاس طواف کرنے کی اس بات سے تاویل کی گئی کہ نبی اکرم ﷺ کا خواب از قسم مکاشفات تھا آپ کو کشف ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی حسین صورت میں جس پر وہ نزول فرمائیں گے، اقامت دین اور فساد دین کی اصلاح کے لئے اس کے اطراف طواف کریں گے، اور دجال اپنی ناپسندیدہ صورت میں جو عنقریب ظاہر ہوگی دین میں فساد اور تیڑاپن کے لئے اس کے اردگرد منڈلائیگا۔

107/6884 اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دجال کے بارے میں فرمایا: وہ ایک سرخ رنگ کا موٹا گھنگھریالے سر والا، داہنی آنکھ کا کانا شخص ہے لوگوں میں اس سے بہت مشابہت رکھنے والا ''ابن قطن'' ہے۔

108/6885 سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال بائیں آنکھ کا کانا ہوگا1، اور بہت بال والا ہوگا اس کے ساتھ اس کی جنت اور اسکی دوزخ ہوگی، لیکن اسکی دوزخ جنت ہے اور اسکی جنت دوزخ ہے۔ (مسلم)۔

109/6886 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! میں تمکو دجال کے بارے میں ایک ایسی بات بتا تا ہوں2 جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتایا ہے، یقیناً وہ کانا ہوگا اور وہ اپنے ساتھ جنت اور دوزخ جیسی چیز لائیگا، پس جس کے

---

1 **اعور العین الیسریٰ** (بائیں آنکھ کا کانا) یہ بات گزر چکی کہ وہ داہنی آنکھ کا کانا ہوگا اور یہ کہ اسکی ایک آنکھ سپاٹ ہوگی۔ پس انمیں تطبیق کے لئے کہا جاتا ہے کہ اسکی ایک آنکھ سپاٹ ہوگی اور دوسری عیب دار ہوگی لہٰذا ہر ایک کو ''عوراء'' یعنی عیب دار کہنا صحیح ہوگا کیونکہ ''عور'' اصل میں عیب ہی کو کہتے ہیں۔

اور کہا گیا کہ اس کا کانا ہونا فی الواقع مختلف لوگوں کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے ہوگا؛ کیونکہ ایک قوم اسکو بائیں آنکھ کا کانا دیکھے گی اور ایک قوم اسکو داہنی آنکھ کا کانا۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔ دیکھے گی تاکہ یہ چیز اسکے معاملہ کے باطل ہونے پر دلیل ہوجائے کیونکہ جب وہ اپنی حقیقت خلقت کو ظاہر نہ کرے تو یہ اس کے جھوٹے جادوگر ہونے کی دلیل بنے گی۔

ایک شارح حدیث نے کہا کہ امکان ہے کہ بائیں آنکھ سے کانا ہونا اور دائیں آنکھ سے کانا ہونا اور ان دونوں میں سے کوئی ایک راوی کے سہو کی وجہ سے ہو۔ (مرقات)۔

2 **قولہ حدیثا عن الدجال الخ** (دجال کے بارے میں ایک ایسی بات بتا تا ہوں) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دجال کے وجود کے صحیح ہونے میں یہ احادیث اہل حق کیلئے حجت و دلیل ہیں اور یہ ایک ایسا شخص ہے جسکے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آزمایا ہے، اور اسکو اپنی مقدورات میں سے چند چیزوں پر قدرت عطا کی ہے جیسے اس مردے کو زندہ کرنا جسکو وہ قتل کرتا ہے اور دنیا کی رونق ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

بارے میں وہ کہتا ہے کہ وہ جنت ہے حقیقت میں وہ دوزخ ہے اور میں تم کو ڈراتا ہوں جس طرح حضرت نوح نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا۔ (متفق علیہ)۔

110/6887 ﴾سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال نکلے گا اور اسکے ساتھ پانی اور آگ ہوگی، لیکن جس کو لوگ پانی دیکھیں گے وہ جلا دینے والی آگ ہوگی اور جسکو لوگ آگ دیکھیں گے تو وہ شیریں ٹھنڈا پانی ہوگا، پس تم میں سے جو کوئی اسکو پائے تو چاہئے کہ وہ اس میں جائے جسکو وہ آگ دیکھ رہا ہے؛ کیونکہ وہ شیریں اور اچھا پانی ہوگا۔ (متفق علیہ)۔

111/6888 ﴾امام مسلم نے اس کا اضافہ کیا اور یہ کہ وہ سپاٹ آنکھ والا ہوگا اس پر موٹا ناخن ہوگا اسکے آنکھوں کے درمیان "کافر" لکھا ہوا ہوگا اسکو ہر پڑھا لکھا اوران پڑھ مسلمان پڑھ لیگا۔

112/6889 ﴾سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میں نے تمکو دجال کے بارے میں بیان کیا یہاں تک کہ مجھے

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔ اور سرسبز وشادابی کا اسکے ساتھ ظاہر ہونا اور زمین کے خزانوں کا اس کے ساتھ چلنا اور آسمان کو حکم دینے سے اسکا برسنا اور زمین کو حکم دینے سے اسکا اگنا، پس یہ تمام چیزیں اللہ تعالی کی قدرت اور اسکی مشیت سے واقع ہونگی، پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ اسکو عاجز و بے بس کردیگا، پس اس شخص کو اور کسی دوسرے کو قتل کرنے پر وہ قدرت نہیں رکھے گا، اسکو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قتل کرینگے اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ثبات قدمی عطا فرمائیگا اسکا قصہ نہایت عجیب ہے عقل وخرد کو دہشت وحیرت میں ڈالدیتا ہے، نیز وہ زمین میں تیزی سے گزرتا ہے زمین میں ٹھیرتا نہیں ہے کہ ضعیف الایمان لوگوں کو حدوث ونقص کے دلائل پر غور وفکر کا موقعہ مل سکے، لہٰذا اس حالت میں جو اسکی تصدیق کرنے والے ہیں تصدیق کرینگے، اسی لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اسکے فتنہ سے ڈرایا ہے اور اسکے نقص اور اسکے ابطال کے دلائل بتائے ہیں، اب رہا اہل توفیق تو وہ اسمیں موجود چیزوں سے دھوکہ نہیں کھائینگے؛ کیونکہ ہم نے ایسے دلائل ذکر کردیئے ہیں جو اسکی تکذیب کرنے والے ہیں، علاوہ ازیں انکو پہلے ہی اسکی حالت کا علم ہوگیا ہے۔ (مرقات)۔

اندیشہ ہوگیا کہ تم سمجھ نہ سکو گے یقیناً مسیح دجال پست قد 1، پنڈلیاں پھیلی ہوئی، گھنگھریالے بال والا، کانا سپاٹ آنکھ والا ہوگا، اسکی آنکھ نہ ابھری ہوئی ہوگی اور نہ دھنسی ہوئی ہوگی، پس اگر تم پر مشتبہ ہوجائے تو جان لو کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے۔(ابوداؤد)۔

113/6890 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبی نہیں گزرے مگر انہوں نے اپنی امت کو کانے جھوٹے سے ضرور ڈرایا، آگاہ ہوجاؤ کہ وہ کانا ہے اور یقیناً تمہارا رب کانا نہیں اسکے آنکھوں کے درمیان ک،ف،ر (کفر کیا) لکھا ہوا ہوگا۔(متفق علیہ)۔

114/6891 ﴿سیدنا ابوعبیدہ بن جراح سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت نوح کے بعد کوئی نبی نہیں گزرے مگر انہوں نے اپنی قوم کو دجال سے ضرور ڈرایا، اور میں بھی تمکو اس سے ڈراتا ہوں، چنانچہ آپ نے ہمکو اسکا حلیہ بیان کیا اور ارشاد فرمایا: عنقریب مجھکو دیکھنے والوں یا میرا کلام سننے والوں میں 2 سے بعض لوگ اس کو پائینگے 3۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسوقت ہمارے قلوب کیسے ہونگے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسی

1﴿ قصیر (پست قد) یہ بات بظاہر سابق میں گزری ہوئی بات کے مطابق معلوم نہیں ہوتی؛ کیونکہ وہ بڑے جُثّہ والا انسان ہوگا۔ ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ پست قد ہو، بڑے پیٹ والا موٹا ہوا سکے بہت فتنہ پرور ہونے کی وجہ سے یہی صورت زیادہ مناسب ہے یا بھاری جسم سے ہیبت مراد ہے، یہ بھی کہا گیا کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو خروج کے وقت متغیر کردے۔

2﴿ قولہ سمع کلامی (میرا کلام سننے والوں میں سے) یعنی جس نے میری حدیث سنی اسطرح کہ وہ حدیث اسکو پہنچی ہو اگرچیکہ ایک وقت کے بعد کیوں نہ ہو۔(مرقات)۔

3﴿ قولہ سیدرکہ بعض من رآنی (مجھ کو دیکھنے والوں میں سے بعض لوگ اسکو پائینگے) کہا گیا کہ اس سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور کہا گیا کہ بعض معمر جن مراد ہیں۔(الکوکب الدری)۔

مرقات میں ہے کہ بعض نے کہا کہ یہ حدیث حضرت خضر علیہ السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہے۔

کے مثل 1 یعنی جیسے کہ آج ہیں یا اوراس سے بھی بہتر ہونگے ۔(ترمذی،ابوداؤد)۔

115/6892 سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے بھی دجال کے بارے میں مجھ سے زیادہ سوال نہیں کیا،یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: وہ تمکونقصان نہیں پہنچائیگا، میں نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ اسکے ساتھ روٹی کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی 2، آپ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ پر اس سے زیادہ آسان ہے۔(متفق علیہ)۔

116/6893 سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا اورارشادفرمایا: اگروہ نکلا اور میں تم میں رہا تو میں تمہارے سامنے اسکی دلیل سے غالب رہونگا اوراگروہ نکلا جبکہ میں تم میں نہ رہوں توہرآدمی اپنے نفس کا محافظ ہوگا اوراللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ ہوگا۔

وہ نوجوان ہے 3، گھنگھریالے بال والا ہے، اسکی آنکھ ابھری ہوئی ہے، میں اسکو عبدالعزیٰ بن قطن سے مشابہ پاتا ہوں، پس تم میں سے جوکوئی اسکو پائے، چاہئے کہ وہ اس پر سورۃ کہف کی ابتدائی آیتوں کو پڑھے۔

117/6894 اورایک روایت میں ہے کہ چاہئے کہ اس پرسورہ کہف کی ابتدائی آیات

---

1 قولہ مثلها یعنی تمہارے دلوں کے جیسے ہونگے اورراوی کے قول ''یعنی'' سے مراد یہی ہے مطلق کلام کو الیوم او خیر (آج یا اس سے بہتر) سے مقید کرنا مراد ہے۔
اسمیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسکے جادو کا اثر مومنین کے دلوں پر نہیں ہوگا اگرچیکہ وہ ان کی آنکھوں میں ایسی چیزیں ظاہر کریگا جو فی الواقع نہیں ہیں۔
2 پانی کی نہر اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندوں کی آزمائش، عام فساد اور ملک سے برکت ختم ہوجانے کی وجہ سے اس کے زمانے میں پانی کا بھی قحط ہوگا۔
3 قولہ : شباب (جونوجوان ہوگا) اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ یہ ابن صیاد کے علاوہ ہے۔ (مرقات)۔

کو پڑھے؛ کیونکہ وہ تمہارے لئے اسکے فتنہ سے امان ہیں، وہ شام اور عراق کے درمیان واقع ایک راستے سے خروج کریگا، پس دائیں بائیں جانب فساد پھیلائے گا، اے اللہ کے بندو! تم ثابت قدم رہو، ہم نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ زمین میں کتنی مدت ٹھیریگا، آپ نے ارشاد فرمایا: چالیس دن، ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینہ کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی تمام تمہارے دنوں کے برابر ہونگے ہم نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پس جو دن ایک سال کے مانند ہوگا کیا ہم کو اسمیں ایک دن کی نماز کافی ہوگی [1]؟ آپ نے فرمایا: نہیں! ایک دن کیلئے اسی کے بقدر تم اندازہ کرلو، ہم نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

---

[1] قولہ: أیکفینا فیه صلوة یومٍ قال لا، اَقدِرُو لَهُ قَدَرُهُ (کیا ہم کو اس میں ایک دن کی نماز کافی ہوجائیگی) اسکی شرح کیلئے دو فصلیں ہیں۔

پہلی فصل: یعنی یہ اپنی حقیقت ہے اس کے لئے کوئی مانع نہیں؛ کیونکہ اللہ تعالی اس بات پر قادر ہے کہ عام عادت کے برخلاف پہلے دن کے اجزاء میں سے ہر جز کو بڑھادے حتی کہ وہ سال کے برابر ہوجائے، جس طرح وہ دن کی ہر ساعت کے اجزاء میں اضافہ فرمائیگا انتھی، اور اس میں یہ بات ہے کہ اس قول کو انہوں نے جس طریقہ پر تحریر کرکے ثابت کیا ہے اس سے زمانہ کا دراز ہونا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ معراج کے واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وقوع پذیر ہوا، مع زیادہ علی المکان لیکن یہ بات مخفی نہیں کہ ہر نماز کے واجب ہونے کا سبب تو اسکا مقررہ وقت صبح صادق کا طلوع ہونا، سورج کا زوال اور سورج کا ڈوبنا اور اسکی شفق کا غائب ہونا ہے اور یہ اسی وقت متصور ہوسکتا ہے جبکہ حقیقی طور پر دن اور راتوں کا متعدد ہونا ثابت ہو اور یہاں ایسا نہیں ہے۔

پس تحقیقی بات وہی ہے جو شیخ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، اس فصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ ایک دن ایک سال کی طرح اور ایک دن ایک مہینہ کی طرح اور ایک دن ایک ہفتہ کی طرح اور ماباقی تمام دن تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے تو اس سے جو اشکال پیدا ہو رہا ہے تو اس میں یہ تاویل ضروری ہے کہ یہ دن جو طویل اور دراز ہوں گے تو وہ ان دنوں میں جو شدت، سختی اور محتاجی ہوگی اس کی وجہ سے ان دنوں کو طویل و دراز ہونے سے متصف کیا گیا ہے اس لئے کہ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اس دن میں جو ایک سال کی طرح ہے ہمیں ایک دن کی نماز کافی ہوجائیگی؟ آپ نے فرمایا۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

زمین میں اسکی رفتار کیسی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: اس بادل کے مانند ہوگی جسکے پیچھے ہوا ہوتی

---۔ماقبل حاشیہ۔۔۔''نہیں'' اللہ کی توفیق وتحقیق اوراسی کی مدد سے ہم کہتے ہیں کہ صادق، مصدوق علیہ السلام کے احادیث سے ہمارے لئے یہ واضح ہو چکا ہے کہ دجال آئیگا تو اسکے ساتھ شبہ میں ڈالنے والی چیزیں ہونگی اور اسکے ہاتھوں پر دھوکے میں ڈالنے والی بعض ایسی چیزیں جاری ہونگی جو صاحب عقل کے عقل کوسلب کرلیگی اور دیکھنے والوں کی نظروں کوخیرہ کردیگی، منجملہ ان کے وہ شیاطین کومسخر کرکے رکھے گا، جنت ودوزخ کو ساتھ لیکر چلے گا اور اسکے اپنے دعوے کے مطابق مُردوں کو زندہ کرکے دکھانا اور جس شخص کو وہ گمراہ کرنا چاہتا ہے تو کبھی بارش لاکر اور کبھی سبزہ اگاکر اور کبھی مصیبت اور خشک سالی لاکر اس کو تقویت دیگا۔ پھر اس میں کوئی خفاء نہیں کہ وہ لوگوں میں سب سے بڑا جادوگر ہے، لہٰذا مناسب تاویل یہی ہے کہ ہم کہیں کہ وہ لوگوں کی سماعتوں اور بصارتوں پر گرفت کریگا یہاں تک کہ انھیں خیال یہ ہوگا کہ زمانہ ایک ہی حال پر باقی ہے روشنی ہی ہے تاریکی نہیں ہے، صبح ہی صبح ہے، شام نہیں آرہی ہے، وہ سمجھیں گے کہ رات دراز نہیں ہورہی ہے اور سورج اپنی تابانی لپیٹ نہیں رہا ہے اور وہ زمانہ کی درازی کی وجہ سے حیرت اور التباس میں رہیں گے اور ان پر رات اور دن کے بدلنے کی ظاہری نشانیاں پوشیدہ ہوجائینگی تو ایسے حالات میں ان کو حکم فرمایا کہ وہ اجتہاد کرکے ہر نماز کے لئے وقت کی مقدار مقرر کرلیں اور یہاں تک کہ اللہ ان سے وہ حیرت دور کردے، اس کی ہماری فہم کے مطابق یہی تاویل ہے۔

اور اللہ ہی حق کو پانے کی توفیق دینے والا ہے وہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

نووی علیہ الرحمہ کی شرح مسلم میں ہے: علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور یہ تین دن اسی قدر طویل ہیں جس قدر حدیث میں ذکر ہے اور اس پر آپ کا یہ قول دلالت کررہا ہے اور اسکے بقیہ تمام دن تمہارے دن کی طرح ہونگے، اب رہا آپ علیہ السلام کا ارشاد: (اسکے لئے تم اوقات نماز کا اندازہ کرلو) تو اس بارے میں قاضی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم جس کو صاحب شرع نے ہمارے لئے مقرر فرمایا ہے اس دن کے ساتھ خاص ہے، علماء نے کہا: اگر یہ حدیث نہ ہوتی اور ہمیں ہمارے اجتہاد کے حوالے کیا جاتا تو ہم دوسرے دنوں میں جن اوقات میں جو نماز مقرر ہے اس دن کے اس وقت میں صرف وہی نماز پڑھتے، اسکا مطلب یہ ہے کہ جب فجر کے بعد اتنا وقت گزر جائے جو ہر دن فجر اور ظہر کے درمیان ہوتا ہے تو ظہر کی نماز ادا کرو، پھر اسکے بعد اتنی مقدار میں وقت گزر جائے جو اسکے اور عصر کے درمیان ہوتا ہے تو عصر پڑھو، اسی طرح مغرب اسی طرح عشاء اور اسی طرح پڑھتے رہو یہاں تک کہ وہ دن ---بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

ہے۔ پس وہ ایک قوم کے پاس آئیگا اور ان کو بلائیگا تو وہ اس پر ایمان لائیں گے، تو آسمان کو حکم دیگا

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ گزرجائے اور اس میں سنت نماز ان فرائض میں داخل ہوگئی جو اسکے وقت میں ادا کی جائیگی۔

اب رہا دوسرا دن جو ایک مہینہ کی طرح ہے اور تیسرا جو ایک جمعہ (سات دن) کی طرح ہوگا تو اسے پہلے دن پر قیاس کیا جائے گا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے پہلے دن کی طرح اوقات نماز کا اندازہ لگایا جائیگا۔ (انتہی)۔

اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اوقات نماز کے اسباب ہیں اور مسبب کو اسباب پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے، سوائے اس کہ اس کے لئے کوئی خاص حکم ہو، جیسا کہ عرفات میں عصر کو اسکے وقت پر مقدم کیا جاتا ہے، پس ''اقدروا'' کے معنیٰ پانچ نمازیں ادا کرنے کے لئے اوقات کا ایک دن کی مقدار کا اندازہ اور تخمینہ کرلو اور راجح قول وہ ہے جو کسی بھی شارح نے کہا: یعنی اس دن میں جو ایک سال کی طرح ہے ایک دن نماز کے وقت کا اندازہ لگاؤ، مثلاً اسکی مقدار، یعنی اسکی وہ مقدار جو اسکے لئے دیگر دنوں میں ہے۔ اس شخص کی طرح جو قید کرلیا گیا ہوا اور اس پر وقت مشتبہ ہو۔ (ماخوذ از مرقات)۔

دوسری فصل: ایسے شخص سے متعلق ہے جہاں عشاء اور وتر کا وقت نہیں آتا، جیسا کہ شہر ''بلغار'' ہے کیونکہ اسمیں گرما کے چالیس دنوں میں شفق کے غروب ہونے سے قبل ہی فجر طلوع ہو جاتی ہے تو وہ ان دونوں نمازوں کا مکلّف ہے اور ان دونوں کے لئے وقت کا اندازہ لگائیگا اور وقت اداء نہ پانے کی وجہ سے قضاء کی نیت نہیں کریگا، برہان کبیر نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور علامہ کمال نے اسی کو اختیار کیا، ابن شحنہ نے ''الغازہ'' میں انکی پیروی کی اور اسے صحیح قرار دیا۔

اور مصنف نے کہا کہ یہی مختار مذہب ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ سبب (وقت) نہ ہونے کی وجہ سے وہ ان دونوں کا مکلّف نہیں اور صاحب کنز اور صاحب درمختار اور صاحب ملتقی نے بھی یہی کہا ہے اور اسی پر بقالی نے فتویٰ دیا اور حلوانی و مرغینانی نے اس سے اتفاق کیا، شرنبلالی اور حلبی نے اسی کو ترجیح دی اور اس سے متعلق تفصیل سے کلام کیا ہے اور علامہ کمال نے جو کچھ کہا ہے اس پر ان دونوں نے منع وارد کیا ہے میں یہ کہتا ہوں کہ حدیث دجال میں اسکی تائید نہیں ہے؛ کیونکہ مثال کے طور پر زوال سے قبل اگرچیکہ تین سو سے زائد ظہر کی نمازیں واجب ہوں تو بھی یہ ہمارے مسئلہ کی طرح نہیں ہے؛ کیونکہ دجال کی حدیث میں علامت مفقود ہے زمانہ مفقود نہیں ہے۔ اب رہا ہمارے مسئلہ میں یعنی عشاء اور وتر میں علامت و زمانہ دونوں چیزیں مفقود ہیں، علامت یعنی فجر سے پہلے شفق کا وارد ہونا اور زمانہ جس میں نماز ادا کے طور پر بالضرور۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

تو وہ پانی برسائیگا اور زمین کو حکم دیگا تو وہ اُ گا ئیگی ان کے جانور شام میں ان کے پاس آئیں گے ان

۔۔۔ماقبی حاشیہ۔۔۔ پڑھی جاسکے کیونکہ یہاں فجر سے پہلے کا جو زمانہ ہے وہ مغرب کا وقت ہے اور اسکے بعد کا زمانہ وہ صبح کا زمانہ ہے تو وہ زمانہ اور وقت جو عشاء کے ساتھ خاص ہے وہ پایا ہی نہیں گیا یہاں اصل زمانہ کا مفقود ہونا مراد نہیں ہے، اگر ہم یہاں زمانہ کا اندازہ کرنا مان لیں بھی تو محقق پر اس سے اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ماخوذ از درمختار ورد مختار)۔

یہ قول ''کہ وہ ان دونوں کے لئے وقت کا اندازہ لگائیگا'' یہ متن کے ان نسخوں میں موجود ہے، جو غلطیوں سے صاف ہے اور میں صاحب الفیض سے پہلے کسی کو نہیں جانتا ہو جو یہ بات کہے ہوں، آپ نے کہا: اگر کسی شہر میں شفق غائب ہونے سے پہلے فجر طلوع ہوتی ہو تو سبب نہ پائے جانے کی وجہ سے ان پر عشاء کی نماز فرض نہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ عشاء کی نماز فرض ہو جائیگی اور وقت مقرر کرلیا جائیگا البتہ اب وقت مقرر کرنے سے متعلق گفتگو باقی ہے اور فیض کی عبارت سے جو ظاہر ہو رہا ہے اس سے مراد عشاء کا ادا کرنا فرض ہے، اس معنی میں کہ وقت جو سبب وجوب ہے پایا گیا جیسا کہ دجال کے دنوں میں اسکا وجود فرض کرلیا جاتا ہے، اور پہلی فصل میں سبب نہ ہونے کی وجہ سے جو بات کہی گئی یہ اس کا جواب ہے حاصل کلام یہ ہے کہ حقیقت میں سبب کے وجود کا لزوم ہم تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسکو مقدر ماننا کافی ہے جیسا کہ ایام دجال میں ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ وقت کا اندازہ لگانا جو مذکور ہے اس سے مراد وہ ہے جسکی صراحت شافعیہ نے کی ہے کہ ان کے حق میں عشاء کا وقت اتنی مقدار کے بعد ہوگا جتنی مقدار میں انکے قریبی ملک میں شفق غائب ہو جاتا ہے، معنیٰ اول ہی راجح ہے جیسا کہ صاحب فتح القدیر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے جس کا ذکر آرہا ہے، کیونکہ انہوں نے اس مسئلہ کو ایام دجال کے مسئلہ سے ملحق کیا ہے اور اسلئے کہ اس مسئلہ میں علماء نے ہمارے تینوں مشائخ کے درمیان اختلاف کو نقل کیا ہے تو اور وہ تین یہ ہیں بقالی، حلوانی اور برہان کبیر بقالی نے عدم وجوب کا فتویٰ دیا ہے اور حلوانی نے قضاء کے واجب ہونے پر فتویٰ دیا پھر آپ نے بقالی سے موافقت کرلی جس وقت آپ کے پاس حلوانی نے ایک شخص کو بھیجا جو آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے پانچ نمازوں میں سے ایک نماز کو ساقط کردیا، کیا وہ کافر ہو جائیگا تو آپ نے سائل کو اپنے اس قول سے جواب دیا کہ جس شخص کے دونوں ہاتھ، دونوں پیر کٹے ہوئے ہوں اسکے وضو کیلئے فرائض کتنے ہیں؟ تو آپ نے کہا: اس کے لئے محل کے فوت ہو جانے کی وجہ سے فرائض تین ہیں، تو آپ نے کہا: نماز بھی اسی طرح ہے، پس حلوانی کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے اسکو پسند فرمایا: اور بقالی کے عدم وجوب کے قول کی طرف رجوع کرلیا۔۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

کے کوہان پہلے سے زیادہ دراز اور زدیاہ بھرے ہوئے تھنوں والے اور زیادہ طویل کوکھ والے

---ماقبی حاشیہ---اب رہا برہان کبیر تو آپ وجوب کے قائل ہیں لیکن ظہیریہ اور دیگر کتابوں میں ہے کہ وقت ادا کے مفقود ہونے کی وجہ سے قول صحیح کے مطابق وہ قضاء کی نیت نہیں کریگا، زیلعی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ بغیر سبب (وقت) کے نماز کا واجب ہونا سمجھ میں نہیں آتا اور اس وجہ سے بھی کہ جب وہ قضاء کی نیت نہیں کریگا تو وہ بالضرور ادا ہوگی اور اداء درحقیقت فرض وقتی ہے اور اس بات کے کوئی قائل نہیں؛ کیونکہ طلوع فجر کے بعد بالاجماع عشاء کا وقت باقی نہیں رہتا علاوہ ازیں ان کے تمام ملک میں جونہی سورج غروب ہوتا ہے فجر طلوع ہوجاتی ہے جیسا کہ زیلعی وغیرہ میں ہے چنانچہ فجر سے پہلے کوئی ایسا وقت پایا ہی نہیں جاتا جس میں اداء ممکن ہوسکے۔

جب آپ یہ بات جان لیں تو آپ کو ظاہر ہوجائیگا کہ جو حضرات وجوب کے قائل ہیں وہ اسکو بطور قضاء کے کہتے ہیں اداء کے طور پر نہیں اور اگر ان کے قریبی ملک کا اعتبار کریں تو جس وقت کا ہم اعتبار کریں گے وہ حقیقت میں عشاء کا وقت ہوگا اور اس میں عشاء کی نماز ادا کہلائیگی باوجود اس کے ہمارے پاس جو وجوب کے قائل ہیں انہوں نے صراحت کی ہے کہ وہ قضاء ہے کیونکہ اداء کا وقت مفقود ہے مزید برآں اگر مان لیا جائے کہ انکے یہاں فجر اتنی مقدار سے طلوع ہوتی ہے جس میں انکے قریبی ملک میں شفق غائب ہوجاتا ہے تو ان کے حق میں عشاء اور فجر کی نمازوں کے وقت کا ایک ہونا لازم آئیگا، یا یہ کہ صبح کا وقت طلوع فجر سے شروع نہیں ہوتا۔ اگر ہم کہیں کہ وہ صرف عشاء کا وقت ہے عشاء کی نماز کا دن میں ہونا لازم آئیگا؛ کیونکہ اس کا وقت طلوع فجر کے بعد ہی داخل ہوتا ہے۔

اور کبھی عشاء کی نماز سورج کے طلوع ہونے کے بعد فجر کی نماز کے داخل ہونے تک ادا کی جائیگی اور یہ تمام چیزیں سمجھ میں نہیں آتیں پس تقدیر (اندازہ وتخمینہ کرنے) کے معنی میں ہم نے جو کہا ہے وہی بات متعین ہوگئی جب تک اس کے خلاف کوئی صریح نقلی دلیل نہ پائی جائے۔ اب رہا شافعیہ کا مذہب تو اس کے بارے میں ہمارے مذہب کے مطابق فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ہے، پھر میں نے حلیہ میں دیکھا جو شافعیہ نے ذکر کیا ہے، پھر اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ حدیث دجال کا ظاہری مفہوم اسی مخصوص شہر میں تقدیر یعنی اندازہ کرکے نماز پڑھنے کا فائدہ دیتا ہے؛ کیونکہ دنیا کے گوشوں میں کثیر اختلاف کے ساتھ وقت بدلتے رہتا ہے، اس سے ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے؛ وللہ الحمد۔ اس بحث کو تم اچھی طرح سمجھو۔

تتمہ: ردالمحتار میں ہے میں نے ہمارے پاس سے کسی شخص کو نہیں پایا جو ان کے روزہ کے حکم کے درپے ہوا ہو اس مسئلہ میں کہ جب سورج غروب ہوتے ہی فجر طلوع ہوجاتی ہویا---بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

ہونگے، پھر وہ ایک دوسری قوم کے پاس آئیگا اور انکو بلائیگا تو وہ قوم اسکی دعوت کو رد کر دیگی تو وہ انکے پاس سے چلا جائے گا، پس وہ قحط زدہ ہوجائیں گے 1 انکے مال ودولت میں سے کوئی چیز انکے ہاتھوں میں نہیں رہیگی، وہ ایک ویران مقام سے گزرے گا اور اس سے کہیگا کہ تو اپنا خزانہ نکالدے تو وہ خزانے شہد کی مکھیوں کے سرداروں کی طرح اسکے پیچھے پیچھے چلیں گے،

پھر وہ بھرپور نوجوان آدمی کو بلائیگا اور اسکو تلوار سے مار کر دو ٹکڑے کر دیگا اور تیر کے نشانہ کی طرح دور پھینک دیگا، پھر وہ اسکو بلائے گا تو وہ کھِل کھلاتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آجائیگا، پس وہ اسی طرح ہوگا کہ اچانک اللہ تعالیٰ حضرت مسیح بن مریم کو مبعوث فرمائیگا، پس وہ گیرو کے رنگ کے دو کپڑوں میں ملبوس اپنے دونوں ہاتھوں کو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے دمشق

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔سورج غائب ہونے کے بعد اتنے وقفہ میں فجر طلوع ہوجاتی ہو جس میں روزہ دار کھانا کھا سکے اور یہ کہنا بھی ممکن نہیں کہ ان پر پے در پے روزہ رکھنا واجب ہے؛ کیونکہ وہ ہلاکت کا باعث ہے، پس اگر ہم روزہ کے وجوب کے قائل ہوتے ہیں تو تقدیر (اندازہ کرنا) کی بات لازم آئیگی کیا انکی رات کو انکے قریبی ملک کے مطابق اندازہ کیا جائیگا جیسا کہ یہاں شافعیہ کا بھی کہنا ہے یا ان کے لئے اندازہ کیا جائیگا اتنی مقدار کا جس میں وہ کھا اور پی سکیں یا ان پر ادا کے بجائے صرف قضاء ہی واجب ہوگی، ان سب باتوں کا احتمال ہے چاہئے کہ غور کیا جائے۔

جو لوگ ان ممالک میں عشاء کے عدم وجوب کے قائل ہیں ان کے پاس روزہ واجب نہیں ہے کہنا ممکن نہیں؛ کیونکہ ان کے پاس عدم وجوب کی علت عدم سبب ہے اور روزہ میں سبب پایا جاتا ہے اور رمضان کے مہینہ کا کوئی جز پایا جانا اور روزانہ فجر کا طلوع ہونا سبب ہے، یہ تمام چیزیں مجھکو ظاہر کی گئی ہیں۔ واللہ اعلم۔

1 **قولہ فیصبحون ممحلین الخ** (وہ خشک سالی کا شکار ہوجائینگے) حاصل کلام یہ ہے کہ مومنین اسکی بو سے انواع واقسام کے آزمائشوں مشقتوں اور تنگدستی میں مبتلا ہوجائینگے لیکن وہ صبر کرنے والے، راضی بہ رضا رہنے والے، اور شکر گذار رہینگے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو سید الانبیاء وسید الاصفیاء کی برکت سے اولیاء کرام کے صفات عطا کئے ہیں۔

کے مشرقی جانب سفید مینار 1 کے پاس نزول فرمائینگے، جب وہ اپنے سر کو جھکائینگے تو قطرے ٹپکیں گے اور اپنے سر کو اٹھائینگے تو اس سے موتیوں کے مانند قطرے ٹپکیں گے، پس کسی کافر کیلئے جو آپکی سانس پائیگا تو اسکے سوا ممکن نہیں 2 کہ وہ مرجائیگا اور آپکی سانس اس مقام تک جائیگی جہاں آپکی

1﴾ **قوله فينزل عند المنارة البيضاء مشرقی دمشق** (وہ دمشق کے مشرقی جانب کے سفید مینارے کے پاس نزول فرمائینگے) امام سیوطی نے ابن ماجہ پر اپنی تعلیق میں ذکر کیا کہ حافظ ابن کثیر نے ایک روایت میں فرمایا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس میں اترینگے اور ایک روایت میں ''اردن'' میں اور ایک روایت میں مسلمانوں کے لشکر میں نزول فرمائینگے۔

میں کہتا ہوں کہ ابن ماجہ کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیت المقدس میں نزول فرمانے کی حدیث ہی میرے نزدیک راجح ہے اور وہ دیگر تمام روایات کے منافی نہیں ہے کیونکہ بیت المقدس دمشق کے مشرقی جانب واقع ہے اور اس وقت وہی معسکر مسلمانوں کا لشکر گاہ رہیگا اور ''اردن'' ایک ضلع کا نام ہے جیسا کہ صحاح میں ہے اور بیت المقدس اسی میں داخل ہے اگرچہ کہ بیت المقدس میں اب کوئی مینار نہیں ہے یقیناً آپکے نزول سے پیشتر اسکا بننا ضروری ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (مرقات)۔

2﴾ **قوله فلا يحل لكافر يجد من ريح نفسه الا مات الخ** (یعنی کسی کافر کیلئے جو آپ کی سانس کی ہوا کو پائیگا تو اسکو زندہ رہنا ممکن نہیں مگر یہ کہ وہ مرجائیگا)۔

یہ بات جائز ہے کہ دجال اس حکم سے مستثنیٰ ہو اس حکمت کے تحت کہ اسکا خون نیزے میں دکھایا جائے تا کہ مومنین کے دلوں میں اس کا جادوگر ہونا مضبوط ہوجائے اور یہ بھی جائز ہے کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت ابتداء میں آپکی یہ کرامت رہی ہو اور جب دجال کے دیکھنے کے وقت آئے تو یہ کرامت ختم ہوجائے؛ کیونکہ کرامت کا ہمیشہ رہنا لازمی نہیں اور بعض نے کہا کہ وہ سانس جس سے کافر کی موت واقع ہوتی ہے وہ وہ سانس ہے جس سے کافر کو ہلاک کرنا مقصود ہو، عام سانس مراد نہیں، چنانچہ دجال کا آپکی سانس سے نہ مرنا یہ آپ کی وہ سانس نہیں ہے جس سے کافر کی ہلاکت مقصود ہوتی ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ کافروں میں سے جس کسی کو عیسیٰ علیہ السلام کی سانس پہنچے گی وہ مرجائیگا لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ سانس اسکو پہنچتے ہی مرجائیگا بلکہ یہ ہوسکتا ہے کہ مذکورہ حکمت کی بنا پر عیسیٰ علیہ السلام اپنے نیزے پر ان کو دجال کا خون دکھانے کے بعد ان کی موت واقع ہو، پھر عجیب وغریب بات تو یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی سانس سے بعض کو زندگی ملتی ہے تو بعض کی اسی سانس سے موت واقع ہوگی۔ (مرقات)۔

نگاہ پہنچتی ہے، پس حضرت عیسیٰ دجال کو تلاش کرینگے، یہاں تک کہ اس کو "لُدّ" کے دروازے کے پاس پائینگے اور اسکو قتل کردینگے بعد ازاں حضرت عیسیٰ ایک ایسی قوم کے پاس آئینگے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا، پس آپ انکے چہروں پر دست شفقت پھیرینگے اور انکو جنت میں انکے درجات بیان کرینگے، پس وہ اسی حالت میں رہینگے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کی طرف وحی فرمائیگا کہ میں اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہوں جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں، پس آپ میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف محفوظ رکھو اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر اونچے مقام سے تیزی سے نکلیں گے ان میں کے سامنے کے لوگ طبریہ تالاب کے پاس سے گزرینگے تو اسکا سارا پانی پی جائینگے اور جب انکے آخری لوگ گزرینگے تو وہ کہیں گے کہ اس جگہ کسی وقت ضرور پانی تھا، پھر وہ چلیں گے: یہاں تک کہ جبل خمر کے پاس پہنچیں گے، یہ بیت المقدس کے پاس ایک پہاڑ ہے پس وہ کہیں گے، ہم نے زمین کی مخلوق کو قتل کردیا ہے چلو ہم آسمان کی مخلوق کو قتل کردینگے، پس وہ اپنی تیروں کو آسمان کی طرف پھینکیں گے تو اللہ تعالیٰ انکی تیروں کو خون آلود کر کے واپس لوٹائیگا اور اللہ کے نبی اور انکے اصحاب محصورر ہیں گے یہاں تک کہ ان میں سے کسی کے لئے بھی بیل کا سر آج تم میں سے کسی ایک کے لئے جو سو دینار ہیں اس سے زیادہ بہتر ہوگا۔

اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور آپ کے اصحاب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں گے، تب اللہ تعالیٰ ان پر انکی گردنوں میں نغف (کیڑے والی بیماری) بھیجے گا جس سے وہ ایک نفس کے مرنے کی طرح (یکبارگی) سب مرجائینگے، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور آپکے اصحاب زمین کی طرف اتریں گے، تو وہ زمین میں ایک بالشت برابر بھی کوئی حصہ نہیں پائینگے مگر وہ انکی سڑی ہوئی لاشوں اور بدبو سے بھری ہوئی ہوگی، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپکے اصحاب اللہ کی طرف متوجہ ہونگے تو اللہ تعالیٰ اونٹوں کی گردنوں کے مانند پرندوں کو بھیجے گا جو انکو اٹھا کر جہاں اللہ چاہے وہاں پھینک دینگے اور ایک روایت میں ہے وہ انکو "نھبل" مقام میں پھینک دینگے اور

مسلمان انکی کمانوں ان کے تیروں اور ترکشوں سے سات سال تک چولہا جلائینگے ، پھر اللہ تعالیٰ ایک ایسی بارش برسائیگا جس سے کوئی گھر مٹی کا اور نہ اون کا کوئی گھر بچے گا ، پس وہ ساری زمین کو دھو ڈالیگی ، یہاں تک کہ اسکو چکنے پتھر کی طرح بنا کر چھوڑ دیگی ، پھر زمین سے کہا جائیگا تو اپنے پھل اُگا اور اپنی برکت کو لوٹا دے ، چنانچہ اسوقت ایک جماعت ایک انار سے کھائیگی اور اسکے چھلکے سے سایہ حاصل کرینگے اور اللہ تعالیٰ دودھ میں برکت عطا فرمائیگا یہاں تک کہ ایک نوازائدہ دودھ دینے والی اونٹنی لوگوں کی ایک جماعت کیلئے کافی ہوجائیگی اور نوزائدہ دودھ دینے والی گائے ایک قبیلہ کیلئے کافی ہوجائیگی اور نوزائیدہ دودھ دینے والی بکری ایک خاندان کیلئے کافی ہوجائیگی ، لوگ اسی حالت میں رہینگے کہ اللہ تعالیٰ ایک اچھی ہوا کو بھیجے گا جو انکوانکے بغلوں کے نیچے سے لگے گی چنانچہ ہر مومن اور مسلمان کی روح قبض کرلے گی [1] اور بدترین لوگ باقی رہینگے جو اس

---

[1] قولہ فیقبض روح کل مؤمن و کل مسلم (ہر مومن اور ہر مسلم کی روح قبض کرلی جائیگی) امام نووی نے فرمایا کہ اس طرح ''واؤ'' کے ساتھ تمام نسخوں میں ہے یعنی بظاہر واؤ کے او بمعنی یا شک کے ساتھ ہونا تھا کیونکہ اہل سنت و جماعت کے ارباب حق کے پاس مومن اور مسلم میں کوئی فرق نہیں۔

یہاں ''واؤ'' سے عمومیت میں مبالغہ اور دونوں میں مغایرت اور دو صفوں کے اختلاف کا اعتبار کرتے ہوئے ہے جیسا کہ قرآن میں ہے ''تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ'' (الحجر:1) یہ الکتاب اور قرآن مبین کی آیات ہیں اور اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے ''اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ'' احزاب،35 (مسلمان مرد مسلمان عورتیں مومن مرد، مومن عورتیں) یا مومن اور مسلم میں لغوی فرق کی بناء پر ایسا کہا گیا یعنی ''مومن'' سے مراد دل سے تصدیق کرنے والا اور ''مسلم'' سے مراد اطاعت گزار فرمانبردار ہے لیکن جب ان دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے بغیر فائدہ مند نہیں ہوتا تو دونوں کا موصوف ایک ہی کردیا گیا اور اس پر دو صفوں میں سے ہر ایک وصف کا بطریق مساوات اطلاق کیا گیا یا ان دو میں سے کسی ایک کا نفس الامر میں دوسرے پر غالب ہونے کی وجہ سے دونوں کا موصوف ایک ہی کردیا گیا ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہاں تکرار سے تمام افراد کا احاطہ مراد ہے یعنی سارے نیک حضرات کی روح قبض کرلی جائیگی۔

میں گدھوں کی طرح علانیہ بدفعلی کریں گے 1 پس انہی پر قیامت قائم ہوگی اسکی روایت مسلم نے کی ہے مگر ترمذی کی دوسری روایت میں آپ کے ارشاد، وہ پرندے انکو "نھبل" مقام میں پھینک دینگے سے "سات سال" تک کا ذکر ہے۔(ترمذی)۔

118/6895 ﴿سیدتنا اسماء بنت یزید بن السکن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دجال زمین پر چالیس سال رہیگا 2، ایک سال مہینے کے برابر اور مہینہ جمعہ کے برابر اور جمعہ دن کے برابر اور دن آگ میں کھجور کی سوکھی شاخ جلنے کی طرح ہوگا۔(شرح السنہ)۔

119/6896 ﴿اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

1﴿ قولہ یتھارجون الخ (جماع کرینگے) امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے مراد، مرد اور عورتیں علانیہ طور پر لوگوں کی موجودگی میں زنا کرینگے اور "ھرج" کے معنیٰ راء کو ساکن پڑھنے کے ساتھ جماع کے ہیں اور کہا جاتا ہے "ھرج زوجتہ" یعنی اس نے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کیا۔(مرقات)۔

2﴿ قولہ اربعین سنۃ (چالیس سال) اس حدیث شریف میں اسکے قیام کی مدت چالیس سال ذکر کی گئی ہے جبکہ اس سے کچھ پہلے حدیث نواس بن سمعان کی حدیث میں گذرا کہ اسکا قیام چالیس دن ہوگا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم شریف کی حدیث کے معارض نہیں ہوسکتی یعنی حدیث نواس کے اور اسکے صحیح ماننے کی صورت میں ممکن ہے کہ اس سے دو مدت قیام میں سے ایک مراد ہو یعنی خاص قیام جو وصف معین کے ساتھ ہو اور جو بیان کیا گیا ہے اور حالات اور افراد کے لحاظ سے اس میں اختلاف بھی ممکن ہے۔

"الکوکب الدری" کے حاشیہ میں فرمایا کہ ابن ماجہ وغیرہ نے ایک تیسری حدیث بھی تخریج فرمائی ہے جو حضرت ابوامامہ سے مرفوعاً ان الفاظ میں مروی ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے) اسکے قیام کے دن چالیس سال ہونگے جس کا ایک سال چھ ماہ کا اور ایک سال ایک مہینہ کے برابر اور ایک مہینہ جمعہ کے برابر اور ایک جمعہ دن کے برابر اور اسکے آخری دن چنگاری کی طرح ہونگے، پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ان چھوٹے دنوں میں ہم کیسے نماز ادا کریں؟ فرمایا کہ تم ان دنوں میں نماز کے (وقت) کا اندازہ کرنا جس طرح تم ان طویل دنوں میں اندازہ کرتے ہیں۔(الحدیث)۔

۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

میرے گھر تشریف فرماتھے دجال کا ذکر کیا تو فرمایا کہ اس سے پہلے تین سال ہونگے ایک وہ سال ہوگا کہ جس میں آسمان اپنے ایک تہائی بارش اور زمین اپنی ایک تہائی پیداوار روک لیں گے اور دوسرا سال آسمان اپنی دوتہائی بارش اور زمین اپنی دوتہائی پیداوار روک لیگی اور تیسرا سال وہ ہوگا کہ جس میں آسمان اپنا تمام پانی اور زمین اپنی تمام پیداوار روک لیگی تو کوئی کُھر والا چوپایا باقی رہیگا اور نہ داڑ والا مگر وہ ہلاک ہوجائے گا، اور اسکے بڑے فتنوں میں سے یہ ہے کہ وہ اعرابی کے پاس آئیگا اور کہے گا کہ تیرا کیا خیال ہے کہ اگر میں تیرے اونٹ زندہ کردوں تو کیا تو مجھے اپنا رب نہیں جانیگا؟ تو وہ کہیگا کیوں نہیں! تو شیاطین اسکے لئے بہترین تھن اور بڑے کوہان والے اونٹوں کی شکل اختیار کرکے آئیں گے اور فرمایا اور ایک آدمی کے پاس آئے گا جس کا بھائی اور والد مر چکا ہوگا تو وہ کہے گا تیرا کیا خیال ہے کہ اگر میں تیرے لئے تیرے باپ اور بھائی کو زندہ کردوں تُو نہیں جانے گا کہ میں تیرا رب ہوں؟ تو وہ کہے گا کیوں نہیں، تو شیاطین اسکے باپ اور بھائی کی جیسی شکل اختیار کرکے آئیں گے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی ضرورت سے باہر نکلے، پھر واپس تشریف لائے جبکہ قوم غم وفکر میں تھی اس چیز کی وجہ سے

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ شیخ عبدالحق نے کتاب انجاح میں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہوتو اس سے مراد زمانہ کی تیز رفتاری کے اعتبار سے ایام (دن) نام رکھا اور سورج کے غروب وطلوع کے اعتبار سے اگرچیکہ زمن قلیل میں کیوں نہ ہوا سکو سنین (سال) نام رکھا اسی وجہ سے نماز کی ادائیگی میں وقت کی کمی یا طوالت کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

میں کہتا ہوں کہ ان روایات کو جمع کرنے میں صاحب الاشاعۃ نے بھی تفصیل سے کلام فرمایا اگر آپ چاہیں تو اسکی طرف رجوع فرمائیں۔ اور اسکے فتنوں میں یہ بھی ذکر فرمایا کہ میں رب العالمین ہوں اور یہ سورج میرے حکم سے چلتا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ میں اسکو روکوں تو وہ لوگ کہیں گے ہاں تو وہ سورج کو روک دیگا اور دن کو مہینہ کی طرح اور جمعہ (ہفتہ) کو سال کی طرح کردیگا اور کہیگا اگر تو چاہتا ہے تو میں اسکو چلادوں گا تو وہ کہیں گے ہاں تو وہ دن کو گھنٹہ کی طرح کردیگا، اسکو نعیم بن حماد اور حاکم نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے یہ حدیث مذکورہ روایات کی اچھی طرح جامع ہے اور اکثر اشکالات کا ازالہ کردیتی ہے۔

جو آپ نے بیان فرمایا، اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ کے دو بازوؤں کو پکڑ کر فرمایا: کیا حال ہے اسماء؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! دجال کے ذکر سے ہمارے دل اکھڑ گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ نکل آیا اور میں موجود ہوں تو میں اسکے لئے کافی ہوں ورنہ میرا رب ہر مومن پر میری طرف سے خلیفہ (نگہبانی کرنے والا) تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم! یقیناً ہم ہمارا آٹا گوندتے ہیں اور اسکو پکا نہیں سکتے یہاں تک کہ ہم بھوکے رہ جاتے ہیں، تو اس دن مؤمنین کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا: انکو وہ چیز کافی ہو جائیگی جو آسمان والوں کیلئے کافی ہوئی ہے؛ یعنی تسبیح وتقدیس۔ (احمد، ابوداؤد، طیالسی)۔

120/6897 ﴿سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دجال نکلے گا تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی 1 اسکی طرف جائے گا تو دجال کے فوجیوں کی ایک جماعت 2 اس سے ملے گی وہ لوگ کہیں گے کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ تو وہ کہے گا: اس کی طرف جو نکلا ہے، آپ نے فرمایا تو وہ لوگ کہیں گے کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا تو وہ کہے گا ہمارے رب میں کوئی خفا نہیں ہے، تو وہ کہیں گے کہ اسکو قتل کردو! تو انکے بعض بعض کو کہیں گے: کیا تمہارے رب نے تمہیں اس بات سے منع کیا کہ اسکے بغیر کسی کو قتل کرو، تو وہ لوگ اسے دجال کے پاس لے جائینگے تو جب مؤمن اسکو دیکھ لے گا تو کہے گا،

1﴾ قولہ رجل من المؤمنين ابواسحاق ابراہیم بن سفیان الفقیہ جو صحیح مسلم کے راوی ہیں فرمایا: کہا جاتا ہے کہ یہ صاحب خضر علیہ السلام ہیں اور معمر نے اسی طرح کہا ہے اور اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خضر زندہ ہیں جبکہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے جمہور فقہاء محدثین اور بعض صوفیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ انتقال کر گئے اور اکثر صوفیہ اور بعض فقہاء وغیرہ کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اسکو شیخ جزری نے ذکر کیا۔ (مرقات)۔

2﴾ قولہ مسالح الدجال (دجال کے فوجیوں کی جماعت) یہ بر بنائے بدل مرفوع ہے اور (أو تُؤمِنُ بِرَبِّنَا) کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا، اس میں رب سے ان کی مراد، دجال ہے کیوں کہ اس کے پاس وہ مال وجاہ پائیں گے۔ (مرقات)۔

ائے لوگو یہ وہی دجال ہے جسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا: آپ نے فرمایا کہ دجال اسکے بارے میں حکم دے گا اسکو لمبا لٹا دیا جائے گا تو اور وہ کہے گا کہ اسکو پکڑو! اور زخمی کر دو تو اسکا پیٹھ اور پیٹ مار مار کر چوڑا کر دیا جائیگا، آپ نے فرمایا: وہ کہیگا کیا تو مجھ پر ایمان نہیں لائے گا؟ فرمایا کہ وہ آدمی کہیگا تو ہی جھوٹا مسیح ہے آپ نے فرمایا: پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائیگا تو اسکو آرے سے سر کی مانگ سے چیر دیا جائے گا یہاں تک کہ اسکے دونوں پاؤں کو چیر دیا جائیگا فرمایا کہ پھر دجال دو ٹکڑوں کے درمیان چلے گا، پھر کہے گا اس سے کھڑا ہو جا تو وہ سیدھا کھڑے ہو جائیگا، پھر وہ اس سے کہے گا کیا تو مجھ پر ایمان لائیگا تو وہ کہے گا میری بصیرت تیرے بارے میں اور بڑھ گئی، فرمایا کہ پھر وہ آدمی کہے گا کہ ائے لوگو! یقیناً میرے بعد یہ کسی کے ساتھ نہیں کر سکے گا، تو دجال اسکو ذبح کرنے کیلئے پکڑے گا تو وہ گردن سے نرخرہ تک تانبہ کا بنا دیا جائیگا، تو وہ اسکی طاقت نہیں رکھے گا۔

آپ نے فرمایا: تو وہ اسکے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں پکڑے گا اور اسکو پھینک دے گا تو لوگ سمجھیں گے کہ وہ اسکو آگ میں پھینکا ہے فی الحقیقت وہ جنت میں ڈال دیا گیا ہوگا، 1 تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ رب العالمین کے پاس سب سے بڑا شہید ہوگا۔ (مسلم)۔

121/6898 ﴿اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دجال آئیگا اور اس پر مدینہ کے راستوں میں داخل ہونا حرام ہوگا تو وہ مدینہ سے متصل بعض کھاری زمین پر اترے گا، تو اسکی طرف ایک شخص نکلے گا اور یہ لوگوں میں سب سے بہترین یا فرمایا کہ وہ بہترین لوگوں میں سے ہوگا اور کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی وہ دجال ہے جس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی ہے تو دجال کہے گا: تم بتاؤ اگر میں اسکو قتل کروں

1﴾ قوله اِنَّمَا القى فى الجنة: اس سے مراد وہ آگ ہے جو اسکے ساتھ موجود ہے اس آگ میں وہ جب پھینکے گا تو اللہ اس شخص پر اسکو جنت بنا دے گا جیسا کہ حضرت ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی کیا تھا اور وہ آگ باغ اور جنت ہو جائیگی بہرحال اس شخص کی موت اسکے ہاتھ نہ ہوگی سوائے اس کے جو پہلے ہو چکا اور راوی کا یہ قول کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے پاس وہ شخص سب سے بڑا شہید ہے تو اس سے اسکا پہلا قتل مراد ہے۔ (مرقات)۔

پھر اسکو زندہ کروں تو کیا تم اس معاملہ میں شک کروگے؟ تو وہ کہیں گے: نہیں تو وہ اس شخص کو قتل کردے گا، پھر اسکو زندہ کرے گا وہ شخص کہے گا میں تیرے (دجال ہونے کے) بارے میں آج کے دن سے زیادہ بصیرت والا نہیں تھا، تو دجال اسکو قتل کرنے کا ارادہ کریگا لیکن قابو نہیں پا سکے گا۔ (متفق علیہ)۔

122/6899 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح مشرق کی جانب سے آئے گا اور اسکا ارادہ مدینہ کا ہوگا یہاں تک کہ وہ احد کے پیچھے اترے گا1، پھر فرشتے اسکا منہ ملک شام کی جانب پھیر دینگے اور وہ وہیں ہلاک ہوگا۔ (متفق علیہ)۔

123/6900 ﴿سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہیں ہوگا اور مدینہ کو سات راستے ہونگے اور ہر راستہ پر دو فرشتے ہونگے۔ (متفق علیہ)۔

124/6901 ﴿سیدتنا فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کرنے والے کو اعلان کرتے ہوئے سنا "اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ"، یعنی نماز تیار ہے تو میں مسجد کو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو منبر پر تشریف فرما ہوگئے اور آپ مسکرا رہے تھے اور فرمایا کہ ہر انسان اپنے نماز کی جگہ بیٹھا رہے، پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تم کو کیوں جمع کیا؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اسکے رسول بہتر جانتے ہیں، فرمایا: خدا کی قسم! میں تم کو خوشخبری دینے یا ڈرانے کیلئے نہیں جمع کیا لیکن میں تم کو اس لئے جمع کیا کہ تمیم داری ایک نصرانی تھے وہ آئے اور اسلام لائے اور مجھے ایک ایسی بات کی خبر دی جو اس بات کے موافق ہے جو میں تم کو مسیح دجال کے بارے میں بیان کرتا تھا، انہوں نے مجھے خبر دی کہ وہ لخم اور جذام قبیلے کے تیس (30) آدمیوں کے

1﴿ حتی ینزل دبر احد: یعنی گزشتہ حدیث میں جس شخص کا واقعہ گزرا ہے اس واقعہ کے بعد دجال احد کے پیچھے اترنے کے ارادہ سے آئیگا۔ (مرقات)۔

ساتھ سمندری بڑی کشتی میں سوار ہوئے تھے، تو سمندری موج ایک مہینہ تک ان سے کھیلتی رہی تو وہ لوگ سورج غروب ہوتے وقت ایک جزیرہ کے قریب پہنچے، پھر وہ ایک چھوٹی کشتی میں سوار ہوگئے اور جزیرہ میں داخل ہوگئے تو انہیں ایک موٹے بہت بالوں والا جانور ملا وہ لوگ اس کے اگلے اور پچھلے حصہ کو اس کے بالوں کی زیادتی کی وجہ سے نہیں پہچان رہے تھے انہوں نے کہا کہ تیری خرابی ہو تُو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں جاسوس ہوں تم اس آدمی کی طرف جاؤ جو گرجا گھر میں ہے؛ کیونکہ وہ تمہاری خبروں کا مشتاق ہے انہوں نے کہا کہ جب اس نے ہم سے ایک آدمی کا نام لیا[1] تو ہم اس سے ڈر گئے کہ وہ شیطانی ہو انہوں نے کہا: ہم تیز چلے یہاں تک کہ گرجا گھر میں داخل ہوگئے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں بھاری بھرکم انسان ہے اور ہم نے کبھی بھی اتنا موٹا اور مضبوط آدمی نہیں دیکھا، اس کے ہاتھ اس کی گردن سے اور اس کے دونوں گھٹنوں سے ٹخنوں تک کے درمیان کا حصہ لوہے سے جکڑا ہوا تھا، ہم نے کہا: تیری خرابی ہو تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ تم میری خبر پر قدرت پاچکے تو تم بتاؤ کہ تم کون ہو؟ ان لوگوں نے کہا: ہم عرب کے لوگ ہیں ایک سمندری بڑی کشتی میں سوار ہوئے تو سمندر ہم سے ایک مہینے تک کھیلتا رہا، پھر ہم جزیرہ میں داخل ہوگئے، ہم کو موٹے بہت بالوں والا ایک جانور ملا تو اس نے کہا کہ میں جاسوس ہوں تم لوگ اس کی طرف جاؤ جو گرجا گھر میں ہے تو ہم تیری طرف تیز آئے تو اس نے کہا: تم مجھے بیسان کے کھجور کے درخت کے

---

[1] قولہ لما سمت. یعنی اس نے اس کا ذکر کیا اور صفت بیان کی۔ وقولہ ما رأینا ہ قط یہ جملہ لفظ انسان کی صفت ہے اور ان لوگوں سے احتراز ہے جو اسے نہیں دیکھے اور جب یہ کلام ما رأینا مثلہ (ہم نے اس کے جیسا آدمی نہیں دیکھا) کے معنی میں ہو تو قط (کبھی) کہنا صحیح ہے۔

و قولہ نخل بیسان. بیسان ملک شام میں ایک گاؤں ہے اور طبریہ ''اُردن'' کا ایک قصبہ ہے اور ''زعر'' شام کا ایک شہر ہے جو کم پیداوار والا ہے اور مذکورہ سوالات و جوابات میں اس بات کا اشارہ ہے کہ یہ اسکے نکلنے کی علامات ہیں اور اسکے ظاہر ہونے اور پہنچنے کی نحوست کی وجہ سے برکت ختم ہونے کی علامتیں ہیں اور یہ سوالات اسکے بعد تمہید کے طور پر تھے تو اس کے بعد اس نے کہا کہ مجھے ایسن کے نبی کے بارے میں خبر دو۔ (مرقات)۔

بارے میں بتاؤ کیا وہ پھل دے رہا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں! تو اس نے کہا: قریب ہے کہ وہ پھل نہیں دے گا اس نے کہا مجھے طبریہ تالاب کے بارے میں بتاؤ کیا اس میں پانی ہے ہم نے کہا وہ بہت پانی والا ہے، اس نے کہا: قریب ہے کہ اس کا پانی ختم ہوجائیگا، اس نے کہا کہ تم مجھے زعر چشمہ کے بارے میں بتاؤ کیا چشمہ میں پانی ہے اور کیا وہاں کے لوگ چشمہ کے پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: کہ ہاں وہ بہت پانی والا ہے اور وہاں کے لوگ اسکے پانی سے زراعت کرتے ہیں اس نے کہا مجھے اُمیین 1ؔ کے نبی کے بارے میں بتاؤ کہ انہوں نے کیا کیا ہے؟ ہم نے کہا: وہ مکہ سے تشریف لے گئے اور یثرب (مدینہ منورہ) میں تشریف فرما ہوئے ہیں اس نے کہا: کیا عرب نے ان سے جنگ کی ہے، ہم نے کہا ''ہاں'' اس نے کہا: وہ ان لوگوں سے کیا معاملہ کئے؟ تو ہم نے اسکو بتایا کہ عرب سے متصل جو لوگ ہیں ان پر وہ غالب آگئے ہیں اور وہ لوگ آپ کی اطاعت کر لئے ہیں، اس نے کہا: یاد رکھو! ان کیلئے یہی بہتر ہے 2ؔ کہ وہ ان کی اطاعت کریں اور میں تمہیں اپنے

1﴾ **قولہ .عن نبی الامیین العرب الخ.** امیین سے مراد عرب ہیں، اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انکی جو اضافت کیا تو ان میں مبعوث ہونے کا اعتبار کرتے ہوئے کیا اور یہ بھی کہا گیا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کا ارادہ کیا اس کے مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاص کر انہیں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں جیسا کہ یہودیوں کا خیال ہے یا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ آپ سلیقہ مند مہذب لوگوں کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔(شرح ابن الملک)

و قولہ اما ان ذلک خیر لھم: ذلک کا اشارہ مبہم کی طرف ہے جسکی تفسیر **ان یطیعوہ** سے کیا یا اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے اور اسکے بعد کا جملہ اسکی خبر ہے اور اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ وہ آپ کی فضیلت وصداقت کا معترف تھا لیکن کفر وعناد کی وجہ سے انکار کر رہا ہے جیسا کہ یہودیوں کا طریقہ ہے اور ''خیریۃ'' سے اس کی مراد دنیا کا خیر ہے یا یہ ہوسکتا ہے کہ جب اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے کفر وانکار کو ظاہر کرنے میں اسے کوئی غرض ومصلحت نہ تھی تو وہ اسکو چھپا دیا اور صراحت نہیں کیا۔(اللمعات)۔

2﴾ **قولہ. ذلک خیر لھم ان یطیعوہ.** (یعنی ان کا آپ کی اطاعت کرنا ان کے لئے بہتر ہے) تورپشتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ قول اس شخص کے ---بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

بارے میں بتاتا ہوں کہ میں مسیح دجال ہوں اور قریب ہے کہ مجھے نکلنے کی اجازت دی جائے تو میں نکلونگا اور زمین میں چلوں گا تو کوئی زمین نہیں چھوڑونگا مگر چالیس دن میں اس میں اتر جاؤں گا۔

سوائے مکہ اور طیبہ کے وہ دونوں مجھ پر حرام ہیں ان دونوں میں سے کسی ایک میں بھی میں جب جب داخل ہونا چاہونگا میرے سامنے ایک فرشتہ آئے گا جسکے ہاتھ میں برہنہ تلوار ہوگی وہ مجھے اس میں داخلہ سے روکے گا اور اسکے ہر راستہ پر فرشتے ہونگے جو اسکی حفاظت کرتے ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عصا سے منبر پر زور دیتے ہوئے فرمایا: یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یعنی مدینہ منورہ، کیا میں نے تم کو یہ نہیں بیان کیا تھا؟ لوگوں نے کہا: ہاں یاد رکھو کہ وہ شام یا یمن کے سمندر میں ہے، نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب ہے 1 اور آپ نے اپنے دست مبارک سے مشرق کی جانب اشارہ فرمایا۔ (مسلم)۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ قول کے مشابہ ہے جو حق کو جانتا ہے اور اس شخص کو بھی جو اللہ تعالیٰ سے دور ایسے مقام میں پڑا ہوا ہے جس میں اس کے ساتھ کوئی مددگار نہیں، تو پھر اس کے اس قول کی وجہ کیا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ اس میں اس معنیٰ کا احتمال ہے کہ وہ اپنے اس قول سے دنیا کی بھلائی مراد لی ہے یعنی ان لوگوں کا آپ ﷺ کی اطاعت کرنا بہتر ہے کیونکہ وہ اگر آپ کی مخالفت کریں تو آپ انکو جڑ پیڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ صرفہ یعنی کسی کو کسی چیز کی طرف سے پھیر دینے کے قبیل سے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو حضور ﷺ کی شان میں طعن کرنے اور حضور ﷺ کے مقابلہ میں تکبر کرنے اور بیہودہ گفتگو کرنے سے پھیر دیا وہ ایک مغلوب اور گرفت کردہ شخص کی طرح حضور ﷺ کی تائید میں اس نے جو کچھ کہا اس کے سوا وہ کچھ بولنے کی قدرت نہیں رکھ سکتا اور فضیلت تو وہ ہے جس کے دشمن بھی قائل ہوں۔ (مرقات)۔

1﴾ قولہ لا بل من قبل المشرق ماھو. (نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب ہے) اس میں ما زائد ہے، علامہ اشرف نے کہا: ہوسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اسکے مقام کے بارے میں شک تھا اور آپ کے گمان میں یہ تھا کہ ان تینوں مقامات میں سے کوئی ایک مقام ہے اور جب شام و یمن کے سمندروں کا ذکر کیا تو وحی کے ذریعہ اسکے مقام کا یقین ہوگیا یا ظن غالب ہوگیا کہ وہ مشرقی جانب ہے تو انہوں نے پہلے دو کی نفی کی فرمایا اور ان دونوں سے صرف نظر کیا اور تیسرے کو پکا قرار دیا۔ (مرقات)۔

125/6902 ﷺ اور انہی سے روایت ہے تمیم داری کی حدیث شریف میں ہے انہوں نے کہا کہ اچانک میں ایک عورت 1 کو دیکھا جو اپنے بالوں کو گھسیٹ رہی تھی، انہوں نے کہا کہ تو کون ہے تو اس نے کہا کہ میں جاسوس ہوں! تم اس محل کی طرف جاؤ تو میں اسکے پاس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی اپنے بالوں کو گھسیٹ رہا تھا جو بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے، آسمان وزمین کے درمیان کُود رہا ہے تو میں نے کہا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں دجال ہوں۔(ابوداؤد)۔

126/6903 ﷺ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے ستر ہزار آدمی دجال کی اتباع کرینگے جنکے اوپر منقش 2 چادریں ہونگی۔(شرح السنہ)۔

127/6904 ﷺ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''اصفہان'' کے یہودیوں میں سے ستر ہزار دجال کی اتباع کریں گے، جن کے اوپر طیلساں چادریں ہونگی۔(مسلم)۔

---

1 ﷺ **قولہ فاذا انا بامرأة.** (اچانک میں ایک عورت کو دیکھا) سابقہ حدیث شریف میں فرمایا کہ انکوایک بہت بالوں والا چوپایا ملا اوراس حدیث شریف میں عورت کے ملنے کا ذکر فرمایا تو کہا گیا کہ اس میں احتمال ہے کہ دجال کے دو جاسوس ہوں ایک چوپایا اور دوسرا عورت اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ جساسہ شیطانہ تھی کبھی دابتہ کی صورت اختیار کرتی اور کبھی عورت کی صورت اختیار کرتی؛ کیونکہ شیطان جس شکل میں چاہے صورت اختیار کرسکتا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ عورت کو دابہ مجازا کہا گیا ہے۔(مرقات)۔

2 ﷺ **قولہ علیھم السیجان.** (جنکے اوپر منقش چادریں ہونگی) ابن ملک نے کہا یعنی جب مالدار ستر ہزار ہونگے تو فقیروں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، تو میں کہتا ہوں کہ فقراء مفلس ہونے کی وجہ سے اللہ کی امان میں ہوتے ہیں مگر جب وہ لوگ مال وجاہ کے حریص ہوجاتے ہیں؛ کیونکہ وہ مالداروں ہی کی طرح زیادتی دولت کے حصول کیلئے اتباع کرتے ہیں چاہے انکا متبوع حق پر ہو یا باطل پر جیسا کہ گزشتہ یزید اور حجاج اور ابن زیاد کے زمانوں میں دیکھا گیا اور اسی طرح ہر سال بلکہ ہر دن شہر میں فساد زیادہ ہوجاتا ہے تو عبادت گذار علماء دنیا اور مشائخ زاہدین بھی اغراض فاسدہ اور جھوٹے عہدوں کی خاطر بدترین لوگوں کی اتباع کرتے ہیں، ہم اللہ رب العزت سے معافی اور عافیت اور حسن خاتمہ کو طلب کرتے ہیں۔(مرقات)۔

128/6905 ﴾ سیدنا عمرو بن حریث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بیان فرمایا کہ دجال مشرق کی ایک زمین سے نکلے گا جسکو خراسان کہا جائے گا، اسکی اتباع ایسی قومیں کریں گی گویا کہ ان کے چہرے تہ بہ تہ ڈھال جیسے ہوں گے۔(ترمذی)۔

129/6906 ﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال سبزی مائل سفید گدھے پر نکلے گا، جسکے دو کانوں کے درمیان ستر باغ (ستر گز سے زائد کا) فاصلہ ہوگا۔(بیہقی، کتاب البعث والنشور)۔

بَابُ الْعَلَامَاتِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَذِكْرِ الدَّجَّال ختم ہوا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمُ

4/237 بَابُ قِصَّةِ ابۡنِ صَيَّادٍ

ابن صیاد کے قصہ کا بیان

130/6907 ﴿سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت میں ابن صیاد کی طرف 1 گئے، یہاں تک کہ انہوں نے اس کو بنی مغالہ کے ٹیلوں میں بچوں کے ساتھ کھیلتا

1﴾ قوله : قبل ابن صیاد . (ابن صیاد کی طرف) یہ مدینہ منورہ کے یہودیوں میں سے ایک یہودی تھا اور کہا گیا ہے کہ وہ خود کو ان کی طرف منسوب کرتا تھا اور اسکے بچپن کی حالت کاہنوں کی حالت کی طرح تھی، ایک مرتبہ سچ کہتا تو کئی بار جھوٹ کہتا تھا، اور جب وہ بڑا ہوا تو اسلام لایا، اور اس کی بہت سی علامتیں ظاہر ہوئیں مثلا حج کرنا اور مسلمانوں سے مل کر جہاد کرنا، پھر اس سے چند ایسے احوال ظاہر ہوئے اور ایسی باتیں سنی گئیں جو اسکے دجال ہونے کی خبر دیتی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے توبہ کی اور مدینہ طیبہ میں فوت ہوگیا، اور کہا گیا نہیں بلکہ وہ واقعۂ حرہ کے دن غائب ہوگیا۔

ابن الملک رحمہ اللہ نے فرمایا: علماء کے ابن صیاد کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، اور کہا گیا ہے کہ وہ دجال ہے۔ اسکی موت مدینہ طیبہ میں ہونے سے متعلق جو بات کہی جاتی ہے وہ ثابت نہیں ہے؛ کیونکہ یہ روایت آچکی ہے کہ ''حرہ'' کے دن وہ مفقود ہوگیا۔

اب رہا یہ کہ دجال کو اولاد نہیں ہوگی اور یہ کہ وہ دو شہروں (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) میں داخل نہیں ہوگا اور وہ کافر ہوگا، تو یہ اسکے خروج کے زمانہ میں ہوگا اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ دجال نہیں ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی قسم کھا کر بیان فرمایا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور یہ کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو قسم کھاتے ہوئے سنا ہے اور آپ نے اسکی نکیر نہیں فرمائی۔

حضرت تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دجال نہیں، ہاں ابن صیاد کا معاملہ اللہ کی جانب سے اسکے بندوں کیلئے ایک آزمائش تھی ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

ہوا پایا1، اور ابن صیاد اس دن بلوغ کے قریب ہو چکا تھا وہ محسوس نہیں کیا یہاں تک کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس کی پیٹھ پر مارا، پھر فرمایا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو اس نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا میں گواہی 2 دیتا ہوں کہ آپ امیین

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ جسکے شر سے اللہ نے مسلمانوں کی حفاظت فرمائی۔

میں کہتا ہوں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا قصہ اس کے منافی نہیں؛ کیونکہ ہوسکتا ہے اسکے مختلف جسم ہوں اور اسکا ظاہری جسم دنیائے حس وخیال میں مختلف احوال کے ساتھ گھومتا رہتا ہو اور اسکا باطن عالم مثال میں زنجیروں اور بیڑیوں سے جکڑا ہوا ہو اور شاید نبوت کی زنجیریں اور رسالت کے طوق اسے فتنہ میں مکمل طور پر ظاہر ہونے سے روک رہے ہوں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جاننے والا ہے، بعض محققین اس بات کے قائل ہیں کہ ابن صیاد سے متعلق جو مختلف قسم کی روایات وارد ہوئی ہیں اسکی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح دجال کی خبر کے آنے سے قبل اس کو دجال خیال کیا ہو اور جب آپ کو تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو کچھ ہے اسکی اطلاع ملی اور یہ خبر آپکے علم کے مطابق تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات واضح ہوگئی کہ ابن صیاد وہ دجال نہیں جسکا آپ نے گمان فرمایا تھا، اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کی جب آپ مکہ مکرمہ تک اس کے ساتھ رہے۔

رہی بات دجال کے والدین اور ابن صیاد کے والدین کے صفات کا ایک جیسے ہونا تو یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو کسی بات کو قطعیت دے؛ کیونکہ دوصفتوں کے اتحاد سے ذاتوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا اور اسی قبیل سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور آپکے فرزند کی قسم ہے کہ یہ وہی دجال ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نکیر نہیں فرمائی ؛ کیونکہ یہ تمام روایتیں اسکی حالت واضح ہونے سے پہلے کی ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ اس میں دجال کی بعض ایسی علامتیں موجود تھیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اس سے چوکنا رہنے کی باعث بنیں۔ (ماخوذ از مرقات) ۱۲۔

1﴿ قولہ "حتی وجدوہ" (یہاں تک کہ انہوں نے اسے پالیا) کہا گیا "حتی" یہاں حرف ابتداء ہے جسکے بعد کلام لایا جاتا ہے اور یہ انتہاء غایت کا فائدہ دیتا ہے. " وقولہ: یلعب مع الصبیان" (وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا) "وجدوہ" کے مفعول سے حال ہے۔ (مرقات)۔

2﴿ قولہ: اشھد انک رسول الامیین (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیوں کے رسول ہیں) قاضی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان (امیوں) سے مراد عرب ہیں کیونکہ ان میں اکثر لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور جو اس

کے رسول ہیں، پھر ابن صیاد نے کہا1 کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو دبوچا پھر فرمایا: میں اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لایا2 پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد سے پوچھا تو کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس سچی اور جھوٹی

(ابن صیاد) نے ذکر کیا ہے یہ اگر چہ ظاہر میں ٹھیک ہو مگر مفہوم کے اعتبار سے مدلل یعنی کفر ہے؛ کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کیلئے مخصوص ہیں، عجم کی طرف مبعوث نہیں ہوئے جیسا کہ بعض یہودیوں کا خیال ہے، اس (ابن صیاد) نے اگر اس سے ایسا ہی مراد لیا ہے تو یہ منجملہ ان چیزوں کے ہے جسے اس کے پاس آنے والے کاذب نے القاء کیا ہے جو اسکا شیطان ہے۔ (مرقات)۔

1﴾ **قولہ: ثم قال ابن صیاد اتشهد انی رسول الله** (پھر ابن صیاد نے کہا کیا آپ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے قتل کیوں نہیں فرمایا؟ باوجود اسکے کہ اس نے آپ کی موجودگی میں نبوت کا دعویٰ کیا؟

تو اسکا جواب دو طریقوں سے دیا جاسکتا ہے جس کو امام بیہقی علیہ الرحمہ اور دوسروں نے ذکر کیا ہے،

پہلی وجہ: وہ نابالغ تھا، قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے اسی جواب کو پسند فرمایا ہے۔

دوسری وجہ: وہ اس معاہدے میں تھا جس پر یہودی اور انکے حلیفوں کے ساتھ صلح کی گئی تھی، علامہ خطابی علیہ الرحمۃ نے دوسرے جواب کو قطعیت دی اور فرمایا: اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد اپنے اور یہودیوں کے درمیان صلح نامہ لکھوایا کہ انہیں انکے حال پر چھوڑ دیا جائیگا اور ابن صیاد انہیں میں سے ایک تھا یا ان کی طرف منسوب اور ان میں ملا ہوا تھا۔ (مرقات)۔

2﴾ **قولہ: ثم قال امنت بالله وبرسله** (پھر آپ نے فرمایا میں اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لایا ہوں) علامہ طیبی علیہ الرحمہ نے فرمایا: اس کا عطف "**فرصه**" پر ہے، اور "**ثم**" تراخی کیلئے ہے، اور یہ کلام نرم روی کو اختیار کرتے ہوئے لایا گیا ہے، یعنی میں اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لاتا ہوں، تو غور کر، کیا تو ان میں سے ہے؟۔ انتہی۔

لیکن اس سے اس کا رسولوں میں سے ہونے یا نہ ہونے میں تردد کے جواز کا وہم پیدا ہوتا ہے اور اس بات کا فاسد ہونا مخفی نہیں پس درست بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل بالمفہوم کے طور پر اس کا جواب دیا جیسا کہ دجال نے کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ میں اسکے رسولوں پر ایمان لایا اور تُو ان میں سے نہیں ہے، اگر تو ان میں سے ہوتا تو ضرور میں تجھ پر بھی ایمان لاتا۔ (مرقات)۔

دونوں خبریں آتی ہیں، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھ پر معاملہ خلط ملط کردیا گیا ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تیرے لئے کچھ چھپایا ہے اور آپ نے اسکے لئے یہ آیت کریمہ "يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ"(44۔سورۃ الدخان، آیت نمبر:10) دل 1 میں رکھی تو اس نے کہا: وہ دُخ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دفع ہو جا، تو اپنی حیثیت سے ہرگز نہیں بڑھیگا 2، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ

1﴾ قوله انی خبأت (کہ میں نے چھپایا ہے) ابن ملک علیہ الرحمہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے یہ سوال اس لئے کیا کہ صحابہ کے سامنے اسکا جھوٹا ہونا ظاہر ہو جائے۔ اور یہ بھی کہ وہ ایک کاہن ہے جسکے پاس شیطان آتا ہے اور اسکی زبان پر القاء کرتا ہے۔(مرقات)۔

بذل المجھود میں ہے کہ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ دل کی بات کے کچھ حصہ پر وہ یا اسکا شیطان کیسے مطلع ہوا؟

تو اسکا جواب یہ دیا جائیگا کہ اس بات کا احتمال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ سے یہ بات کہی یا بعض صحابہ سے اس کا ذکر فرمایا ہو اور شیطان نے اسکے بعض حصہ کو چرالیا ہو۔

میں یہ کہتا ہوں کہ راجح قول یہ ہے کہ اس کا ذکر آسمان میں ہوا ہو اور شیطان وہاں سے سرقہ کرلیا ہو، جیسا کہ دیگر امور کی کاہن خبر دیا کرتے ہیں۔(الفتح الودود)۔

میں کہتا ہوں بہتر ہے یہ کہا جائے حدیث شریف سے ثابت ہے کہ شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے اور دل میں وسوسے اور خیالات کو ڈالتا رہتا ہے۔ اور دلوں کے خیالات پر مطلع ہوتا ہے، پس اگر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی بعض باتوں پر مطلع ہوتا ہے تو یہ بعید نہیں۔

2﴾ قولہ فلن تعدو قدرک (تو ہرگز اپنی اس حیثیت سے آگے نہیں بڑھیگا) یعنی تو اپنی اور تجھ جیسے کاہنوں کی حیثیت سے آگے نہیں بڑھے گا جو بہت سے جملوں میں سے کسی ایک آدھا کلمہ کو شیطان کے القاء کرنے کی وجہ سے یاد کرلیتے ہیں۔ برخلاف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں علم غیب میں سے جسکی وحی کرنا ہوتا ہے وحی فرماتا ہے، جو کہ مکمل طور پر واضح اور جلی ہوتی ہے، برخلاف ان کرامات کے جنہیں اللہ تعالیٰ اولیاء کو الہام فرماتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حاصل کلام اور خلاصۂ مسئلہ یہ ہے کہ اگر تو پوشیدہ چیز کی خبر دیتا۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

مجھے اجازت دیں گے کہ میں اس کی گردن ماردوں؟ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ وہی (مسیح دجال) ہے تو تم کو اس پر قدرت نہیں دی جائیگی اور اگر وہ (مسیح دجال) نہ ہوتو اسکو قتل کرنے میں تمہارے لئے کوئی بھلائی نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسکے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ کھجوروں کے اس باغ کا ارادہ کرتے ہوئے چلے جہاں ابن صیاد تھا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے درختوں کے تنوں کی آڑ لیتے ہوئے چلنے لگے اور اس تدبیر سے ابن صیاد سے قبل اس کے کہ وہ آپ کو دیکھ لے کچھ سننا چاہتے تھے اور ابن صیاد اپنے بستر پر ایک چادر میں لیٹا ہوا تھا اس میں اسکی کچھ گنگناہٹ تھی، اتنے میں ابن صیاد کی ماں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کے درختوں کے تنوں کی آڑ لیتے ہوئے دیکھ لیا تو کہا: اے صاف! یہ اسکا نام تھا یہ محمد ہیں، ابن صیاد گنگناہٹ بند کردیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ اسے ویسے ہی چھوڑ دیتی تو وہ بیان کردیتا۔

حضرت عبداللہ بن [1] عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائی جو اس کے لائق ہے، پھر دجال کا ذکر فرمایا: اور کہا کہ میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں اور ہر نبی نے اپنی قوم کو ڈرایا، چنانچہ نوح (علیہ السلام) نے اپنی قوم کو ڈرایا، لیکن میں تم سے اسکے بارے میں ایک ایسی بات کہتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم سے نہ کہی، تم جانتے ہو کہ بلاشبہ وہ کانا ہے اور اللہ کانا نہیں۔ (متفق علیہ)۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ بھی ہے تو ہرگز اپنی اس حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا جو تیرے لئے مقرر کردی گئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ کہانت کا ہن کو اس مرتبہ سے اونچا نہیں کرتی، جس میں وہ ہے اگرچہ اپنی کہانت میں وہ درست بات کو پائے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

[1] قولہ: **قال عبدالله بن عمر** (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا) ظاہر بات یہ ہے کہ یہ جو دوسری حدیث آرہی ہے یہ ایک زائد بات ذکر کی جارہی ہے اسی لئے یہاں حرف عطف ذکر نہیں کیا، اور فرمایا: **قام رسول الله صلى الله عليه و سلم** (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے)۔ (مرقات)۔

131/6908 ﴿سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے مدینہ طیبہ کے کسی راستہ میں اس سے یعنی ابن صیاد سے ملے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو اس نے کہا: کیا آپ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اللہ پر اسکے فرشتوں اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں پر ایمان لایا ہوں۔

تُو کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا: میں عرش کو پانی پر دیکھ رہا ہوں، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو سمندر پر ابلیس کا تخت دیکھ رہا ہے۔

آپ نے پوچھا: تو اور کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا: میں دو سچوں اور ایک جھوٹے کو، یا دو جھوٹوں اور ایک سچے کو دیکھتا ہوں، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا، اسے چھوڑ دو۔ (مسلم)۔

132/6909 ﴿سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دجال کے ماں باپ تیس (30) سال تک ایسے رہیں گے کہ انہیں اولاد نہیں ہوگی، پھر انہیں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو کانا، اور بڑے داڑھ [1] والا

---

[1] قولہ: اضرس و اقله منفعة (بڑے داڑھ والا اور منفعت کے اعتبار سے سب سے کم ہوگا) یعنی: بڑا داڑھ۔ اس سے مراد کو نچلی کا دانت ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ معنی یہ ہے کہ کوئی بچہ ایسا نہیں جسکا اقل ترین فائدہ یہ ہو۔ علامہ جزری علیہ الرحمہ نے فرمایا: قولہ: "اضرس" مصابیح کے نسخوں میں اسی طرح ہے۔ یعنی: بڑا داڑھ، یا ایسا لڑکا جسے پیدائشی داڑھ ہو۔

میرے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ "اضرشیء" (سب سے زیادہ نقصان دہ چیز) کی بگڑی ہوئی شکل ہے، ترمذی کی اس کتاب میں یہی الفاظ ہیں جس سے مؤلف نے حدیث شریف لی۔

اس توجیہ سے کسی بھی راہ روی اور مقدر ماننے کی زحمت کئے بغیر اس پر (و اقلہ منفعۃ) کا عطف ہونا درست ہے اور ایسی صورت میں ضمیر (شیٔ) کی طرف لوٹیگی، یعنی "اقل شیٔ منفعة"۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

ہوگا اور منفعت کے اعتبار سے سب سے کم ہوگا اسکی آنکھ سوئے گی اور دل نہیں سوئیگا، پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسکے ماں باپ کا حال بیان فرمایا تو فرمایا: اسکا باپ بہت لمبا اور کم گوشت کا ہوگا، اسکی ناک گویا چونچ کی مانند ہوگی، اور اسکی ماں دراز ہاتھوں والی موٹی عورت ہوگی، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ہم نے مدینہ میں یہودیوں کے یہاں ایک نومولود لڑکے کے بارے میں سنا تو میں اور زبیر بن عوام گئے یہاں تک کہ ہم اسکے ماں باپ کے پاس آئے، کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی حالت ان دونوں میں موجود ہے، ہم نے ان سے پوچھا: کیا تمہارا کوئی لڑکا ہے؟ ان دونوں نے کہا: ہم تیس (30) سال گذارے ہمیں اولاد نہیں ہوئی، پھر ہمیں ایک کانا، بڑے داڑھ اور کم نفع والا لڑکا پیدا ہوا، اسکی آنکھ سوتی ہے اور دل نہیں سوتا، انہوں نے فرمایا کہ ہم ان دونوں کے پاس سے نکلے تو کیا دیکھتے ہیں وہ دھوپ میں ایک چادر میں پڑا ہوا ہے اور وہ کچھ گنگناہٹ تھی، پھر اس نے اپنے سر سے چادر ہٹائی اور کہا: تم دونوں نے کیا کہا؟ ہم نے پوچھا کیا ہماری کہی ہوئی بات تو نے سن لی؟ اس نے کہا: ہاں میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل نہیں سوتا۔ (ترمذی)۔

133/6910 ﴾ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک یہودی عورت نے ایک ایسے لڑکے کو پیدا کیا جسکی ایک آنکھ سپاٹ اور اسکے داڑھ [1] آگے آئے ہوئے

۔۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ میں کہتا ہوں کہ اسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے شرح بخاری میں ابوداؤد سے نقل کرتے ہوئے سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث درج فرمائی ہے جس میں "غلام اعور اضر شیء واقلہ نفعا" کے الفاظ ہیں۔ **وقولہ: تنام عیناہ ولا ینام قلبہ** اسکی آنکھ سوتی ہے اور اسکا دل نہیں سوتا) علامہ قاضی علیہ الرحمہ نے فرمایا: یعنی نیند کے وقت بھی کثرت وساوس وتخیلات اور مسلسل شیطانی القاء کی وجہ سے اس کی فاسد فکریں اس سے جدا نہیں ہوتیں، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک افکار صالحہ اور متواتر وحی والہام کی وجہ سے نہیں سوتا۔ (مرقات)

[1] ﴾ **قولہ: طالعۃ نابہ** (اسکی کونچلی کے دانت نظر آرہے تھے) یہ حدیث سابق الذکر (اضرس) والی روایت کو تقویت دیتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مرقات)۔

تھے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ وہ دجال ہو، پس آپ نے اسے چادر کے اندر گنگناتے ہوئے پایا، اتنے میں اسکی ماں نے کہا: اے اللہ کے بندے یہ ابوالقاسم ہیں، تو وہ چادر سے باہر نکل گیا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ارے اسے کیا ہوا! اللہ اسے غارت کرے، اگر وہ اسے چھوڑ دیتی تو وہ بیان کردیتا اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ہم معنیٰ حدیث ذکر فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے قتل کردوں، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اگر وہی (مسیح دجال) ہے تو اسکو قتل کرنے والے تم نہیں ہو عیسی بن مریم علیہما السلام ہی اس کے قتل کرنے والے ہیں، اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو تمہیں اس بات کی اجات نہیں کہ کسی ایسے آدمی کو قتل کرو جو اہل معاہدہ سے ہو، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندیشہ کرتے رہتے تھے کہ یہ دجال ہو۔ (شرح السنۃ)۔

134/6911 ﴿سیدنا نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: مدینہ میں ایک راستہ پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ابن صیاد سے ملاقات ہوئی، آپ نے اسے ایک ایسی بات کہی جو اسکو غصہ میں لادی اور وہ پھول گیا یہاں تک کہ گلی بھردیا، حضرت عبداللہ بن عمر سیدتنا حفصہ کے پاس آئے اور انہیں یہ بات پہنچ چکی تھی، تو وہ ان سے فرمائیں: اللہ تم 1 پر رحم فرمائے۔

ابن صیاد سے تم نے کیا چاہا تھا؟ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ وہ صرف ایک غصہ سے نکلے گا 2 جو اسے آئیگا۔ (مسلم)۔

---

1 ﴿ قولہ: رحمک اللہ (اللہ تم پر رحم فرمائے) دعائیہ جملہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس جیسی دعا زندوں کیلئے جائز ہے اگرچہ کہ اب عرف اسکے خلاف ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قولہ: یخرج من غضبۃ یغضبھا (وہ اس غصہ کی وجہ سے نکلے گا جو اسے آئیگا) یعنی: وہ بہت برانگیختہ ہوگا اور اسی طیش وغضب کی وجہ سے نکلے گا اور نبوت کا دعوی کریگا، تو اے عبداللہ! تم اسے برانگیختہ مت کرو اور اس سے گفتگو مت کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نکل جائے اور فتنے برپا ہوجائیں، علامہ طیبی علیہ الرحمہ نے اس کو ذکر فرمایا ہے اور علامہ مظہر علیہ الرحمۃ نے فرمایا: یعنی دجال اسی وقت نکلے گا جب اسے طیش آئیگا۔ (مرقات)۔

135/6912 ﴿ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا: میں اس (ابن صیاد) سے ملا اسکی آنکھ سوج گئی ہوئی تھی، میں نے کہا: تیری آنکھ کو یہ کب سے ہوا جو میں دیکھ رہا ہوں؟ اس نے کہا میں نہیں جانتا، میں نے کہا تو نہیں جانتا حالانکہ وہ تیرے سر میں ہے، اس نے کہا: اگر اللہ چاہے تو اسکو آپ کی لاٹھی میں پیدا فرمادیگا، آپ نے فرمایا: پس اس نے گدھے کی سخت ترین آواز کی طرح جو تم سنتے ہیں ایک آواز نکالی۔ (مسلم)۔

136/6913 ﴿ سیدنا محمد بن منکدر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو اللہ کی قسم کھاتے ہوئے دیکھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے، میں نے کہا: آپ اللہ کی قسم کھا رہے ہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: میں نے سیدنا عمر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس بات پر قسم کھاتے ہوئے دیکھا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا انکار [1] نہیں فرمایا۔ (متفق علیہ)۔

---

[1] ﴿ قولہ: فلم ینکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نکیر نہیں فرمائی) یعنی: اگر وہ قطعی بات نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور انکار فرماتے، یعنی مسکوت عنہ ہونے کی وجہ سے ظن غالب پر قسم کھانا جائز نہیں۔ کہا گیا کہ شاید سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ مراد لیا ہو کہ ابن صیاد منجملہ ان دجالوں میں سے ایک ہے جو نکلیں گے اور دعویٔ نبوت کرینگے یا لوگوں کو گمراہ کرینگے اور ان پر معاملہ مشتبہ کردینگے، یہ مراد نہیں کہ وہی مسیح دجال ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تردد کا اظہار فرمایا ہے، جیسا کہ آپ نے فرمایا: (اگر وہ وہی ہو۔ اور اگر وہ وہی نہ ہو) لیکن اس بارے میں واضح اور ذہن کے قریب یہ ہے کہ دجال کے اطلاق سے فرد کامل ہی مراد ہو، تو اس صورت میں انکی قسم ظن غالب کے وقت جواز پر محمول کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پھر میں نے ایک شارح کو دیکھا انہوں نے کہا: (قولہ: فلم ینکرہ) کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے آشنا فرمادیا کہ وہ منجملہ ان دجالوں میں سے ایک ہے جن سے آپ نے اپنے اس قول کے ذریعہ لوگوں کو ڈرایا ہے کہ میری امت میں تیس لگ بھگ تیس (30) جھوٹے دجال نکلیں گے۔ (انتہی) اور ابن صیاد میں سے خارج نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہی نبوت کا دعویٰ کیا۔

لہٰذا سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم حقیقت کے مخالف نہیں، یا آپ رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ اس میں دجال کی صفت ہے۔ اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ (مرقات)۔

ہمارے پاس یہ قسم یمین لغو ہے، اس میں کوئی مواخذہ نہیں، ہدایہ میں ہے کہ یمین لغو میں یہ ہے کہ کسی نے کہا: خدا کی قسم وہ زید ہے، اور وہ اسے زید ہی گمان کرر ہا ہو، جبکہ (اصل میں) وہ عمرو ہے۔اسکی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے " لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ...... الاية"۔ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں سے یمین لغو پرتمہارا مواخذہ نہیں فرماتا لیکن وہ ان قسموں میں تمہارا مؤاخذہ فرماتا ہے جن کا تم نے ارادہ کیا۔ (5۔سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:89)۔

137/6914 ﴿سیدنا نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم میں اس میں شک نہیں کرتا کہ مسیح دجال ابن صیاد ہے۔(ابوداؤد، بیہقی: کتاب البعث والنشور)۔

138/6915 ﴿سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ تک ابن صیاد کے ساتھ تھا، اس نے مجھ سے کہا کہ میں لوگوں سے مصیبت اٹھایا ہوں وہ کہتے ہیں کہ میں دجال ہوں، کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ اسے اولاد نہیں ہوگی اور مجھے تو اولاد ہوئی ہے، کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہوگا؟ اور میں تو مسلمان ہوں، کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ نہ تو مدینہ میں داخل ہوگا اور نہ مکہ میں اور میں مدینہ سے آیا ہوں اور مکہ کا ارادہ کرر ہا ہوں۔ پھر اس نے مجھے گفتگو کے آخر میں یہ کہا کہ آگاہ رہو! اللہ کی قسم میں اس (دجال) کی پیدائش کی جگہ، اس کا ٹھکانا اور وہ کہاں ہے سب جانتا ہوں، اور اسکے ماں باپ کو پہچانتا ہوں، آپ نے فرمایا: اس نے مجھے شبہ میں ڈال دیا، آپ نے فرمایا: میں نے اس سے کہا: دن بھر تجھ پر ہلاکت ہو۔

آپ نے فرمایا: اس سے کہا گیا: کیا تجھے اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ وہ دجال تو ہی ہے؟

آپ نے فرمایا: وہ بولا: اگر یہ بات مجھ پر پیش کردی جائے تو میں ناپسند نہیں کروں گا۔(مسلم)۔

139/6916 سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ہم نے واقعۂ ''حرہ'' کے دن ابن صیاد کو گم پایا۔(ابوداؤد)۔

140/6917 سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن صیاد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: سفید میدہ، خالص مشک ہے۔(مسلم)۔

بَابُ قِصَّةِ اِبْنِ صَیَّادٍ ختم ہوا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمُ

5/238 بَابُ نُزُوۡلِ عِیۡسٰی عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کا بیان

141/6918 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جسکے دست قدرت میں میری جان ہے! قریب ہے کہ تم میں حضرت ابنِ مریم عادل حاکم ، بن کر اُتر ینگے اور صلیب کو توڑ ینگے 1 خنزیر کو قتل کر ینگے اور جزیہ کو ختم کر دینگے اور مال بہت عطا کر ینگے یہاں تک کہ اسکو کوئی قبول نہ کریگا یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا اور اسکی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا ، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ''وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ...... الاية '' (4۔سورۃ النساء، آیت نمبر:159) 2 اہل کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال فرمانے سے پہلے ضرور بضرور ان پر ایمان لائیگا۔(بخاری، مسلم)۔

---

1 ﴿ قوله: فيكسر الصليب (پس صلیب کو توڑ ینگے) یعنی عیسائیت کو مٹائینگے اور ملت حنفیہ کو تقویت دینگے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد (''ويقتل الخنزير'' خنزیر کو قتل کر ینگے) کا مطلب یہ ہے کہ اسکے شکار کرنے اور کھانے کی حرمت کو نافذ کر ینگے اور اسکے قتل کی اجازت دینگے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''ويضع الجزية'' (جزیہ کو ختم کر دینگے) کے معنی یہ ہیکہ اہل کتاب سے جزیہ کو ساقط کر دینگے، انہیں اسلام پر آمادہ کر ینگے اور دین حق کے سوا ان سے کچھ قبول نہ کر ینگے۔حضور کے ارشاد ''یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا'' سے یہی مراد ہے کہ لوگ اللہ کے حکم بجالانے میں رغبت رکھیں گے اور دنیا سے اس قدر بے رغبت ہو جائینگے کہ ایک سجدہ انکو دنیا اور اسکی ساری چیزوں سے عزیز ہوگا۔(مرقات)۔

2 ﴿ قوله: ''وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ''۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

142/6919 ﷺ انہی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! حضرت ابن مریم ضرور ضرور حاکم اور عادل بن کر اتر ینگے، پھر وہ ضرور صلیب کو توڑ ینگے خنزیر کو قتل کرینگے، جزیہ کو ختم کرینگے اور جوان اونٹنیوں کو چھوڑ دینگے 1 تو ان سے کام لینے کی کوشش نہیں کی جائیگی اور کینہ، آپسی بغض اور باہمی حسد جاتا رہیگا 2 اور وہ مال کی طرف بلائینگے تو اسکو کوئی قبول نہیں کریگا۔

143/66920 ﷺ اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: تمہارا اس وقت خوشی میں کیا حال ہوگا جب تم میں حضرت ابن مریم اتر کر آئینگے اور تمہارے امام تم میں سے ہونگے 3۔

144/6921 ﷺ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---مابقی حاشیہ--- (اہل کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال سے پہلے ضرور بضرور اُن پر ایمان لائیگا) علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا: آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نازل ہونے پر حدیث کے مصداق کے مطابق اس آیت سے استدلال کیا گیا اور اسکی توضیح یہ ہے کہ "بـــه" اور "قَبۡلَ مَوۡتِهٖ" کی دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کیلئے ہیں، جسکے معنی یہ ہے کہ جو کوئی اہل کتاب میں سے ہوگا وہ ضرور عیسی علیہ السلام پر عیسی علیہ السلام کے وصال سے پہلے ایمان لائیگا اور یہ وہ اہل کتاب ہیں جو آپکے نزول کے زمانہ میں رہینگے، پس ساری ملت ایک ہوگی اور وہ ملت اسلام ہے۔ (مرقات)۔

1 ﷺ **قولہ ولیترکن القلاص فلا یسعی علیھا** (اور جوان اونٹنیوں کو چھوڑ دیں گے ان سے کام لینے کی کوشش نہیں کی جائیگی) علامہ مظہر نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام صدقہ کے اونٹوں کو چھوڑ دینگے اور کسی کو حکم نہیں دینگے کہ انکے (وصول کرنے کے) لئے سعی کرے یا انکو لے لے، کیونکہ اس سے لوگوں کی بے نیازی کی وجہ سے آپ اسے قبول کرنے والے کو نہ پائینگے۔ (مرقات)۔

2 ﷺ **قولہ ولتذھبن الشحناء** (اور کینہ کا خاتمہ ہوجائیگا) یہ سب خرابیاں دنیا سے محبت کا نتیجہ ہیں۔ پس دلوں سے دنیا کی محبت نکل جانے سے یہ تمام عیوب ختم ہوجائیں گے۔ (مرقات)۔

3 ﷺ **قولہ وامامکم منکم** (اور تمہارے امام تم میں سے ہونگے) یعنی تمہارے دین کے پیروکاروں میں سے ہونگے اور وہ مہدی علیہ السلام ہیں۔ (مرقات)۔

نے فرمایا: میری امت کی ایک جماعت قیامت تک حق کیلئے غالب رہ کر لڑتی رہے گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر حضرت عیسیٰ بن مریم اتریںگے تو انکے امیر کہیں گے تشریف لائیے ہماری امامت فرمائیے، تو آپ فرمائیں گے نہیں 1، تمہارے بعض بعض پر امیر ہیں اللہ کی اس امت پر کرم نوازی کی وجہ سے ہے۔ (مسلم)۔

145/6922 ﴿ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریںگے، پھر نکاح کرینگے، انہیں اولاد ہوگی اور پینتالیس (45) سال رہیں گے، پھر وصال فرمائینگے، تو انکو میرے ساتھ

1﴿ **قولہ فیقول لا الخ** (تو آپ کہیں گے نہیں) علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں بیان کیا ہے کہ زیادہ راجح بات یہ ہے کہ عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو نماز پڑھائینگے اور انکی امامت فرمائینگے، امام مہدی انکی اقتداء کرینگے آپ افضل ہیں اور آپکی امامت اولیٰ ہے، ابن ابی شریف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ حدیث، مسلم شریف کی حدیث "**وامامکم منکم**" کے موافق ہے، لیکن مسلم شریف میں ہی اسکے مخالف روایت ہے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

اور دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق اس طرح ممکن ہیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے ابتدائی زمانہ میں امامت کریں گے، یہ بتلانے کے لئے کہ آپ انکی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے میں پیشوا اور مقتدی ہیں، پھر آپکو نماز پڑھانے کیلئے بلایا جائے گا تو آپ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے امام مہدی کے ذریعہ جو اعزاز بخشا ہے، اسکے اظہار کے لئے اشارہ کرینگے کہ انکی امامت مہدی علیہ السلام کرینگے۔

میں کہتا ہوں کہ تطبیق اسکے برعکس طریقہ سے بھی ہوسکتی ہے اور ہوسکتا ہے یہ دعویٰ کیا جائے کہ امام مہدی ہی زیادہ اولیٰ ہیں، اس بنیاد پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "**امامکم منکم**" اس بارے میں واضح ہے کہ امام مہدی ہی امام ہونگے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی مراد کو بہتر جانتا ہے۔

انہوں نے کہا: اب رہا عیسیٰ علیہ السلام کا افضل ہونا تو اس سے دوسروں کی اقتداء باطل ہونا ضروری نہیں۔

اب رہا فضیلت کی بناء پر اولیٰ ہونا تو اس کے مقابل اللہ تعالیٰ کا اپنی شریعت دائمی بنا کر اس امت کو اعزاز عطا کرنے کا اظہار ہے جیسا کہ حدیث شریف سے واضح ہے۔ (مرقات)۔

میری مزار 1 میں دفن کیا جائیگا، چنانچہ میں اور عیسیٰ بن مریم دونوں ابوبکر اور عمر کے درمیان ایک ہی مقبرے سے اٹھیں گے۔(ابن جوزی: کتاب الوفاء)۔

بَابُ نُزُوْلِ عِيْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

❁ ❁ ❁

1۔ قوله فی قبری (میری مزار میں) یعنی میری قبر کے مقام سے، قبر کی جگہ کو قبر سے تعبیر کیا گیا اسلئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر انور کے اسقدر قریب ہوگی کہ گویا آپ دونوں ایک ہی قبر میں ہوں۔(مرقات)۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمُ

بَابُ قُرۡبِ السَّاعَةِ1 وَاَنَّ مَنۡ 2 مَاتَ فَقَدۡ قَامَتۡ قِيَامَتُهٗ

6/239 قیامت قریب ہونے کا اور اس بات کا بیان کہ جو انتقال کر جائے اسکی قیامت قائم ہوگئی

146/6923 حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اور قیامت ان دونوں (انگلیوں) کی طرح بھیجے گئے ہیں3۔ شعبہ نے کہا: میں نے حضرت قتادہ کو ان

---

1 قوله الساعة. (قیامت) اور قیامت کو ''الساعة'' کہا گیا ہے؛ کیونکہ وہ اچانک اور یک بہ یک آئیگی، تو اسکا آنا اتنے کم سے کم وقت میں ہوگا جس کو زمانہ کا نام دیا جاسکے، اگرچیکہ وہ قیامت اپنی انتہاء کے اعتبار سے دراز ہوگی اور یہ بھی کہا گیا کہ قیامت کو اسکی درازی کی وجہ سے ''ساعت'' کہا گیا، جیسا کہ حبشی کو اسکی ضد کا نام کافور دیا گیا۔ (مرقات)۔

2 قوله وان من مات فقد قامت قيامته (اور جو وفات پا جائے اسکی قیامت قائم ہوچکی) وہ قیامت صغریٰ ہے، اور اب رہا کتاب اللہ میں تو میں نہیں سمجھتا کہ لفظ ''الساعة'' اس معنی میں آیا ہے، مگر ہاں وہ حدیث جسکو امام دیلمی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے، جسکے الفاظ یہ ہیں ''اذا مات أحدكم فقد قامت قيامتهٗ'' (جب تم میں کا کوئی وفات پا جائے تو اسکی قیامت قائم ہوگئی) اور اس باب میں جس حدیث کو عنوان بنایا گیا ہے اسکی مناسبت سے کوئی دوسری حدیث نہیں لائی گئی ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ (مرقات)۔

3 قوله بُعِثْتُ أنا والساعة كهاتين (میں اور قیامت ان دونوں (انگلیوں) کی طرح بھیجے گئے) علامہ ابن تین رحمہ اللہ نے کہا: اسکے معنی میں مختلف اقوال ہیں، چنانچہ کہا گیا: شہادت کی انگلی اور وسطیٰ کے درمیان کی درازی کی طرح اور اسکے ایک معنی یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں، علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حدیث شریف کا خلاصہ قیامت کی ---بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

کے وعظ میں فرماتے ہوئے سنا: جس طرح ان دونوں میں ایک کو دوسری پر زیادتی ہے، مجھے یہ نہیں معلوم کہ آیا انہوں نے یہ بات حضرت انس سے بیان کی یا حضرت قتادہ نے خود بیان کیا۔ (بخاری، مسلم)۔

147/6924 ﴿ سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ٹھیک قیامت کے وقت میں بھیجا گیا 1، پس

۔۔۔ ماقبل حاشیہ ۔۔۔ قریب ہونے اور اسکی آمد کی تیز رفتاری بتانا ہے، یہ بات علامہ عینی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی اور علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس سے غرض یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت علامات قیامت میں سے ہے اور یہ دونوں باہم قریب ہیں۔ انتہی، اور علامہ سید نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "بعثت أنا والساعة" میں "الساعة" عطف کی بناء پر مرفوع ہے۔ یعنی میرے بھیجے جانے اور قیامت کے آنے میں صرف اس قدر فاصلہ ہے جیسا کہ درمیانی انگلی کے کنارہ کو شہادت کی انگلی کے کنارہ پر ہے۔

اور معیت کے معنی مراد لینے کی صورت میں "الســـــاعة" منصوب پڑھا جائیگا۔ اور ایسی صورت میں دونوں انگلیوں کے درمیان کی درازی کے معنی جو حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں وہ درست نہ ہونگے۔

بلکہ اسکے متعلق یہ کہا گیا کہ اس میں ایک دوسرے معنی کا احتمال ہے، وہ یہ کہ آپکی دعوت کا تسلسل اور آپ کا دین قیامت تک مربوط رہے، یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے جس طرح کہ شہادت کی انگلی اور وسطیٰ کے درمیان ایسی چیز سے جدائی نہیں ہے جو ان سے نہیں ہے۔

1 ﴿ قوله بعثت في نفس الساعة (میں قیامت کے وقت میں بھیجا گیا ہوں) اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد قیامت کا قریب ہونا ہے، یعنی جس وقت وہ عیاں ہوئی ہے اور اسکے آثار و علامات ظاہر ہو چکے ہیں اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ" یعنی قسم ہے صبح کی جب اسکے طلوع ہونے کے آثار ظاہر ہوں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت قیامت کی اولین علامتوں میں سے ہے، یہ علامہ توربشتی کے کلام کا مفہوم ہے۔ (مرقات)۔

اور صاحب "کوکب دری" نے کہا: "نفس" فاء کی حرکت (فتحہ) سے ہے اور اس سے مراد قریب ہونا ہے؛ کیونکہ جو شخص کسی چیز سے اس قدر قریب ہو جائے کہ اگلے آدمی تک اسکی سانس پہنچتی ہو تو وہ یقیناً اسکے بہت قریب ہے۔

اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کو اور اپنے آپکو اپنی دو انگشتوں سے تشبیہ دی، اور یقیناً درمیانی انگشت کو شہادت کی انگلی پر تقدم و درازی ہے۔

میں اس سے اسطرح پہلے ہوں جیسے یہ اس سے پہلے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوانگلیوں شہادت اور بیچ کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔(ترمذی)۔

148/6925 ﴿سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے وصال سے ایک ماہ پہلے فرماتے ہوئے سنا: تم لوگ مجھ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہو 1، اسکا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ زمین پر ایسا کوئی زندہ انسان نہیں ہے جس پر سوسال آئیں گے 2 اور وہ اس روز زندہ ہو۔(مسلم)۔

1﴿ **قولہ تسألونی عن الساعة** (تم لوگ مجھ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہو) علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے کہا: "**الساعة**" زمانہ کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے، اور یہ لفظ قیامت کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور کتاب اللہ اور حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف میں اسکی تین قسمیں وارد ہوئی ہیں: (1) قیامت کبریٰ: وہ سزا و جزاء کیلئے تمام لوگوں کا دوبارہ اٹھایا جانا ہے۔ (2) قیامت وُسطیٰ: وہ ایک زمانہ کے ہم عمر لوگوں کا وفات پاجانا اور ان کے زمانہ کا ختم ہوجانا۔ (3) قیامت صغریٰ: وہ ہر انسان کی موت ہے۔ اور یہ بات عیاں ہے کہ یہاں "ساعت" سے قیامت کبریٰ ہی مراد ہے، خواہ اس سے پہلا صور پھونکنا مراد لیا جائے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "قیامت نہیں آئیگی مگر نہایت بدترین لوگوں پر"۔ یا دوسری صور پھونکنا اور وہ "**طامہ کبریٰ**" ہے جو قرآن مجید اور حدیث شریف میں معروف ہے اور باب کی احادیث میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "**بعثت انا والساعة کھاتین**" (میں اور قیامت ان دونوں کی طرح بھیجے گئے) دونوں کا احتمال رکھتا ہے، ہاں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آئندہ آنے والی حدیث شریف دونوں قیامت وسطیٰ کو بتارہی ہیں اور اب رہا کتاب اللہ میں تو میں نہیں سمجھتا کہ "ساعت" اس معنی میں (قیامت وسطیٰ کے معنی میں) وارد ہوا ہو۔(مرقات)۔

2﴿ **قولہ یأتی علیھا مائة سنة الخ** (جس پر سوسال آئینگے) علامہ اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اسکے معنی یہ ہے کہ جو نفس آج ولادت پایا ہوا ہے وہ سوسال زندہ نہیں رہے گا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وفات پاجانا مراد لیا ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات اکثریت کے لحاظ سے فرمائی، ورنہ بعض صحابہ رضی اللہ علیہم نے تو سو برس سے زائد گزارے ہیں۔ انتہی۔ اور انہی میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ وغیرہ ہیں اور راجح قول یہ ہے۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

149/6926 ﴾سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوسال ایسے نہیں گزریں گے کہ زمین پر کوئی انسان آج کا زندہ رہے۔(مسلم)۔

150/6927 ﴾سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: کچھ دیہاتی لوگ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور قیامت کے بارے میں سوال کرتے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سب سے چھوٹے کی طرف نظر کرتے اور فرماتے: اگر یہ زندہ رہے تو اسکو بڑھاپا نہیں آئیگا، یہاں تک کہ تم پر تمہاری قیامت قائم ہوجائیگی۔(بخاری، مسلم)۔

151/6928 ﴾سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میں امید 1 کرتا ہوں کہ میری امت اپنے پروردگار کے حضور

۔۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔کہ اسکے معنی یہ ہے کہ آپ کے اس ارشاد مبارک کے بعد کوئی صحابی سوسال زندہ نہیں رہیں گے، جیسا کہ آنے والی حدیث بتارہی ہے، لہٰذا اس میں اکثریت کا اعتبار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہوسکتا ہے اس زمانہ میں ولادت پانے والے اس حدیث کے وارد ہونے کے وقت سے سوسال مکمل ہونے سے پہلے ہی گزرگئے ہوں اور اس معنی کی تائید محدثین اور متکلمین میں اہل تحقیق کے اس استدلال سے ہوتی ہے کہ بابا رتن ہندی اور انکے سوا دیگر لوگوں نے جو دعویٰ صحابیت کیا ہے اور یہ جو باور کرلیا ہے کہ وہ لوگ دوسو برس سے زائد عمر پانے والوں میں سے ہیں، یہ بے اصل ہے۔ رہی یہ بات کہ بظاہر یہ حدیث حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام کے بھی حیات نہ ہونے کو بتارہی ہے، جبکہ امام بغوی رحمہ اللہ نے ''معالم التنزیل'' میں بیان کیا ہے کہ چار انبیاء کرام ظاہری حیات میں ہیں: دو زمین میں، حضرت خضر اور حضرت الیاس، اور دو آسمان میں، حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس علیہم الصلوٰۃ والسلام تو یہ حدیث ان حضرات کے سوا دوسروں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ حضرات مستثنیٰ ہیں مقصود یہ ہے کہ میری امت میں سے کوئی شخص سوسال تک زندہ نہیں رہے گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کوئی نبی نہیں، نیز یہ کہا گیا کہ زمین کی تخصیص سے حضرت خضر اور حضرت الیاس نکل گئے کیونکہ یہ دونوں اس وقت سمندر پر تھے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔(مرقات)۔

1﴾ **قوله انی لأرجو أن لا تعجز امتی الخ** (یقیناً میں امید کرتا ہوں کہ میری امت عاجز نہیں ہوگی) ''تعجز''، جیم کے زیر کے ساتھ ہے اور اسکا پیش بھی درست ہے۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

محروم نہیں رہیگی اس سے کہ وہ انہیں آدھے دن کی مہلت دے، حضرت سعد سے پوچھا گیا: آدھا کتنا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا: پانچ سو سال۔(ابوداؤد)۔

152/6929 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اس دنیا کی مثال ایک ایسے کپڑے کی مانند ہے، جو شروع

۔۔۔ ماہقی حاشیہ۔۔۔ اور وہ "أرجو" کا مفعول ہے؛ یعنی مجھے اپنی امت کے عاجز و نا کام نہ ہونے کی امید ہے اور آپ کا یہ ارشاد "**عند ربها**" (اپنے رب کے حضور میں) امت کے کمالِ قرب کی بناء پر ہے، اور آپ کا یہ ارشاد "**أن يؤخرهم نصف يوم**" (کہ وہ انہیں آدھے دن کی مہلت دیگا) "**أن لا تعجز**" (کہ عاجز نہیں ہوگی) کا بدل ہے، اسکو علامہ ابن الملک نے اختیار کیا ہے، یا علامہ طیبی کے قول کے مطابق "**عن**" محذوف ہے اور وہ "**أن لا تعجز**" کے متعلق ہے، اور پھر کہا: عاجز و نا کام نہ ہونا اللہ تعالیٰ کے حضور میں قرب و منزلت کے حصول سے کنایہ ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ کے قرب یافتہ شخص کا کہنا کہ میں اس بات سے نا کام نہ ہونگا کہ بادشاہ مجھے ایسا ایسا والی بنادے، جسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مجھے بادشاہ کے پاس اتنی رسائی اور قرب حاصل ہے کہ جس کے سبب میں اسکے پاس جس چیز کی درخواست کروں وہ مجھے حاصل ہوجائیگی، پس حدیث شریف کے معنی ہے یقیناً میں امید کرتا ہوں کہ میری امت کیلئے اللہ کے پاس ایسا درجہ و مرتبہ ہے کہ وہ انہیں میرے اس زمانے سے لیکر پانچ سو برس ختم تک انہیں مہلت دیگا کہ اس سے کم میں قیامت واقع نہ ہوگی اور شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں ہزار سال کے بعد پانچ سو برس مراد لیا ہے، کیونکہ ہم آج آٹھویں ہزار کے ساتویں سال میں ہیں اور اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ وہ پانچ سو برس سے آگے نہیں بڑھیگا، پس یہ حدیث موافق ہے اس حدیث کے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ پس (اس پر) جو زائد کسر ہوگی اس کا شمار نہیں ہوگا، اور اسکی انتہاء نصف سال (پانچ سو سال) پر ہوتی ہے، البتہ نصف سے زائد جو کسر ہوگی تو اس کسر نا تمام کو نظر انداز کر کے آٹھ ہزار سال شمار کئے جائیں گے، اور کہا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان سے دنیا میں اپنے دین اور ملت کے نظام کی مضبوطی کے ساتھ اسکی بقاء پانچ سو برس مراد لی ہے، پس آپکے ارشاد "**أن يؤخرهم**" کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں کے ارتکاب اور فتنوں اور شدائد و مصائب سے سلامت رکھتے ہوئے مہلت عطا فرمائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(مرقات)۔

سے آخر تک چاک کر دیا گیا ہو اور وہ اسکے آخر میں ایک دھاگہ سے لٹکا ہوا رہ گیا ہو اور قریب ہے کہ وہ دھاگہ ٹوٹ جائے ۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

بَابُ قُرْبِ السَّاعَةِ وَاَنَّ مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ ختم ہوا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمُ

7/240 بَابُ لَا تَقُوۡمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰى شِرَارِ النَّاسِ

قیامت صرف بدترین لوگوں پر قائم ہوگی کا بیان

153/6930 ﴾سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ زمین میں اللہ اللہ نہیں کہا جائیگا1۔

154/6931 ﴾اورایک روایت میں ہے: قیامت نہیں آئیگی کسی ایسے شخص پر جو اللہ اللہ کہتا ہو۔(مسلم)۔

155/6932 ﴾سیدناعبداللہ بن مسعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی 2 مگر بدترین مخلوق پر۔(مسلم)۔

1﴾ قوله لا يقال فی الارض الله الله (تاوقتیکہ زمین میں اللہ اللہ کہا جاتا رہے) "الله الله" دونوں پر رفع ہےاوراسکی تکرار تاکید کیلئے ہے،ایک شارح نے کہا:حضور صلی اللہ علیہ وسلم کاارشاد "الـلـه الله" رفع سے پڑھنے کی صورت میں مبتدأاورخبر دونوں ہے،مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی عبادت کا مستحق ہے، دوسرا کوئی نہیں اوراگر نصب سے پڑھا جائے تو تحذیر کی بناء پر ہوگا،اس وقت اس کامعنیٰ یہ ہے "اتقوا الله واعبدوه" (اللہ سے ڈرتے ہوئے رہواوراسکی عبادت کرتے رہو)،تواس صورت میں حدیث شریف کے معنیٰ یہ ہونگے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ زمین پرایسا مسلمان باقی رہے جولوگوں کواللہ کاخوف دلاتا ہواوراسکا مطلب یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ کاذکر نہ ہوگا تو لوگوں کو باقی رکھنے میں کوئی حکمت نہ ہوگی اوراس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کائنات باعمل علماءاور نیکوکار بندوں اورعامۃ المسلمین کی برکت سے باقی اورقائم ہے۔(مرقات)۔

2﴾ قوله لا تقوم الساعة الا علی شرار الخلق (قیامت قائم نہیں ہوگی مگر نہایت بدترین لوگوں پر) علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا: اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث شریف اور سابق حدیث شریف کہ "میری امت کا ایک گروہ قیامت تک ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہیگا، غالب رہیگا" کے درمیان ---بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

156/6933 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ قبیلۂ دوس کی عورتوں کی سرینیں "ذو الخلصہ" کے اطراف گھومیں گی، اور "ذو الخلصہ" قبیلۂ دوس کا بت ہے، جس کو زمانہ جاہلیت میں لوگ پوجتے تھے۔ (متفق علیہ)۔

157/6934 ﴿ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب تک لات اور عُزّٰی کی پوجا نہ ہونے لگے رات اور دن ختم نہیں ہوں گے، تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جس وقت اللہ نے "هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ" (9۔سورۃ التوبۃ، آیت نمبر:33۔ 61۔سورۃ الصّف، آیت نمبر:9) کی آیت نازل فرمادی، تو میں 1 تو بس یہ سمجھ رہی تھی کہ یہ دین ہمیشہ رہنے والا ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ دین جب تک اللہ

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟ تو ہم کہیں گے کہ سابق حدیث شریف تمام زمانوں کو محیط اور سب پر مشتمل ہے اور دوسری حدیث اس کے لئے مخصص ہے (قیامت سے متصل زمانہ اس میں سے الگ ہے)۔ (مرقات)۔

1 ﴿ قوله ان كنت لأظن (میں تو بس یہ سمجھ رہی تھی) یہاں "ان" ساکن دراصل مشدد تھا اور لام فارقہ ہے حضرت مظہر نے کہا: اسکی تقدیر یہ ہے: "انه كنت لأظن" یعنی بات یہ ہے کہ میں یہ سمجھ رہی تھی۔

اور آگے حدیث شریف میں مذکور لفظ "أن ذلک" ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ "أظن" کا مفعول ہے اور "حين أنزل الله" اسکا ظرف ہے؛ جسکا مفہوم یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت سے میں یہ سمجھ رہی تھی کہ اس سے جو حکم اور جو بات معلوم ہو رہی ہے یعنی دین اسلام ہمیشہ رہیگا اور تمام زمانوں میں شامل و کامل رہیگا، پس لفظ "تاما" کا نصب (زبر) "كان" مقدر کی وجہ سے ہوگا اور ایک صحیح نسخہ میں "تام" مرفوع ہے۔ معنی یہ ہے کہ بت پرستی جسکا ذکر ہوا، وہ تو ختم ہوگئی اور گزر گئی اور اسکے بعد کبھی نہ ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "سيكون من ذلک"۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

چاہے گا رہے گا، پھر اللہ ایک خوشگوار ہوا بھیجے گا تو ہر وہ شخص جسکے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا وہ وفات پا جائیگا، پھر وہ لوگ رہ جائینگے جن میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی تو وہ اپنے باپ دادا کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔ (مسلم)۔

158/6935 ﴿ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دجال نکلے گا تو چالیس رہے گا 1؛ مجھے معلوم نہیں چالیس دن یا مہینے یا سال پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسی بن مریم کو بھیجے گا، گویا وہ عروہ بن مسعود، تو آپ دجال کو تلاش

۔۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔ (اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے) کے معنی یہ ہیکہ دین اسلام کا تمام ہونا اور کفر کا گھٹنا جوذکر کیا گیا وہ ایک حد تک ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "لاخیر فیه" کا معنیٰ یہ ہے کہ ان میں نہ اسلام ہوگا، نہ ایمان ہوگا، نہ قرآن ہوگا، نہ حج اور نہ دیگر ارکان ہوں گے اور نہ علمائے اعلام ہوں گے۔ (مرقات)۔

1﴿ **قوله أربعين** (چالیس): حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمیز کا ذکر نہ کر کے کسی حکمت کی بناء پر اسکو مبہم رکھا، یا راوی اسکو بھول گئے، اسی لئے وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ آیا چالیس دن ہیں یا مہینے یا سال ہیں، علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "لاأدری" سے فیبعث الله تک صحابی کا قول ہے؛ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کے سوا مزید کوئی چیز مجھ سے بیان نہیں فرمائی جو چالیس سے مراد کو واضح کردے، لہٰذا مجھے نہیں معلوم کہ ان تینوں میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود کیا ہے؟

اور آنحضرت کا ارشاد "فی خفة الطیر" (پرندوں کی طرح ہلکے): علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پرندوں کی طرح ہلکے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ان کو پرندوں سے جو تشبیہ دی گئی ہے وہ اس لئے ہے کہ پرندے جس طرح معمولی سے خیال کی بناء پر حرکت کرتے ہیں اور بھاگتے ہیں اور اڑ جاتے ہیں اسی طرح یہ بدترین لوگ بے وقار ہوں گے اور اُن میں ثابت قدمی کا فقدان ہوگا اور ان کے خیالات غلط ہوں گے اور یہ گناہ و فساد کی طرف تیزی سے مائل رہیں گے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "وأحلام السباع" (اور درندوں جیسی سمجھ والے) یعنی ان کی طرح ناقص عقل والے ہوں گے، "أحلام"، حلم حا کے پیش کے ساتھ یا حِلم حاء کے زیر کے ساتھ کی جمع ہے، اسمیں اس بات کا اشارہ ہے کہ وہ لوگ علم اور بردباری سے خالی رہینگے، بلکہ طیش، غصہ، وحشت، ہلاکت خیزی، چیخنا چلانا اور بے رحمی اوران پر غالب رہے گی۔۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

کرینگے اور اسکو ہلاک کردیں گے، پھر آپ لوگوں میں سات برس ٹھہرینگے، کسی بھی دو آدمیوں کے درمیان بغض وعداوت نہ ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ ملک شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا کو بھیجے گا تو روئے زمین پر ایسا کوئی فرد نہ بچے گا جسکے دل میں ذرہ برابر بھلائی یا ایمان ہومگر ضرور وہ ہوا اسکی جان لے لیگی، حتی کہ اگر تم میں کا کوئی کسی پہاڑ کے بیچوں بیچ چلا جائے تو وہ اسکے پاس وہاں داخل ہوگی یہاں تک کہ اسکی جان لیگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر ایسے بدترین لوگ رہ جائیں گے

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ آپ کا ارشاد "**وهم فی ذلک**" (ان کی اس حالت میں) یعنی وہ لوگ بدترین صفات کے حامل اور اصنام پرستی میں ہونگے جنکا ذکر ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "**دار**" راء کی تشدید کے ساتھ ہے، جسکے معنی کثیر اور وسیع کے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "ان کی دولت زیادہ اور زندگی آسودہ حال ہوگی" پہلے جزء سے رزق کی مقدار کی طرف اور دوسرے سے اسکی کیفیت کی طرف اشارہ ہے یا پہلے سے بارش کی کثرت اور نہروں اور پھلوں کی بہتات کی طرف اشارہ ہے، جو بارش کے نتیجہ میں حاصل ہوتے ہیں اور دوسرے سے امن کا ہونا، ظلم کا نہ ہونا اور صحت وتندرستی کی زیادتی اور مال وجاہ کی وجہ سے بے نیازی کا ہونا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "**لیتا**" لام کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے کہا: یعنی خوف اور دہشت کے مارے اپنی گردن کے ایک پہلو کا جھکائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "گردن کے ایک پہلو کو جھکائیگا اور دوسرے کو اٹھائیگا" اس سے مراد یہ ہے کہ سننے والا بے ہوش ہوجائیگا اور دہشت کے مارے اپنی گردن کی ایک جانب کو جھکائے گا اور دوسری کو اٹھائیگا، اس کا سر اس طرح کا ہوجائے گا اور ایسی حالت اس شخص کی ہوتی ہے جس کو کوئی چیخ آدبوچے اور اسکے دل کو پھاڑ ڈالے، سب سے پہلے اس کا سر کسی ایک طرف ڈھلک جاتا ہے، جھکانے کی نسبت اس آدمی کی طرف فعل اختیاری کے بطور کی گئی۔

آپ کا ارشاد "انہیں روکو" ایک صحیح نسخہ میں "اور انہیں روکو" واو عطف کے ساتھ ہے، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اسکا عطف آپ کے ارشاد "**یقال**" (لوگوں سے کہا جائیگا) پر ہے جو مقدر ہے: یعنی لوگوں سے کہا جائیگا "چلو" اور فرشتوں سے کہا جائیگا "انہیں روکو" اور بعض نسخوں میں حرف عطف کے بغیر ہے، تو وہ استئناف نیا مستقل جملہ ہے۔ انتہی۔ اور وہ امر حاضر ہے اور یہ ملائکہ سے خطاب ہے، اور ضمیر کا مرجع الناس ہیں، "وقف" لازم اور متعدی دونوں طرح ہے، کہتے ہیں **وقفت الدابة ووقفتها** چوپایہ چوپایہ ٹھہر گیا" اور میں چوپایہ کو ٹھہرایا"، اور اسکے معنی "انہیں روکو" ہے۔۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

جو پرندوں کی طرح ہلکے اور درندوں کی سمجھ کی طرح ہوں گے، وہ نہ کسی نیکی کو پہچانیں گے اور نہ کسی برائی کو برا سمجھیں گے، پھر انکے سامنے شیطان شکل اختیار کرکے آئیگا اور کہنے لگے گا: کیا تمہیں شرم نہیں آتی ہے؟ تو وہ بولیں گے: تو تو ہمیں کیا حکم دیتا ہے؟ تو وہ انکو بت پرستی کا حکم دیگا اور ایسی حالت میں بھی انکی روزی بہتر اور زندگی آسودہ ہوگی، پھر صور پھونکا جائیگا تو جو کوئی اسکو سنے گا وہ اپنی گردن کے ایک پہلو کو جھکا دیگا اور دوسرے کو اٹھا دیگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور سب سے پہلے اسکو جو شخص سنے گا وہ ایک ایسا آدمی ہوگا جو اپنے اونٹوں کے حوض کو لیپ رہا ہوگا، پھر لوگ بے ہوش ہوجائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ایک ایسی بارش بھیجے گا گویا وہ شبنم ہے، تو اس سے لوگوں کے جسم اگیں گے، دوبارہ صور پھونکا جائیگا تو یکا یک سب لوگ دیکھتے ہوئے کھڑے ہونگے، پھر کہا جائیگا اے لوگو! اپنے پروردگار کی طرف چلو، انہیں روکو! انکی باز پرس ہونے والی ہے، پھر کہا جائیگا: آگ میں ڈالے جانے والوں کو الگ کرو تو کہا جائیگا کہ کتنوں میں سے کتنے؟ تو فرمایا جائیگا: ہر ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے (999) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس یہ وہ دن ہوگا جو بچوں کو بوڑھا کردیگا اور یہ وہ دن ہوگا کہ پنڈلی ظاہر کی جائیگی۔ (مسلم)۔

بَابُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔آپ کا ارشاد "ایسا روز ہوگا کہ پنڈلی ظاہر کی جائیگی یعنی زبردست سختی اور پریشانی کا دن ہوگا، کہا جاتا ہے: جنگ نے پنڈلی کو ظاہر کردیا، جب وہ بہت زور پکڑتی سخت ہوجاتی ہے، علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ اُن امور میں سے ہے جسکے متعلق کلام کرنے سے ہمارے مشائخ نے خوف کیا ہے اور اس کو اسکے الفاظ کے ظاہر کے مطابق برقرار رکھا اور اسکے باطنی معنی کو بیان نہیں کیا، اس باب کی ہر ایسی چیز کے بارے میں جس کی حقیقت کا احاطہ علم نہیں کرسکتا، انکا یہی مذہب ہے وہ حضرات جنہوں نے اسکی تاویل کی تو انہوں نے کہا: وہ ایسا روز ہوگا کہ انتہائی پریشانی ہوگی سے مراد آخرت کا آنا اور اسکا ظہور اور دنیا کا فنا ہونا اور اس کا جانا ہے اور جب کوئی معاملہ دشوار ہوجاتا ہے اور خوب ظاہر ہوجاتا اور اسکی پوشیدگی ختم ہوجاتی ہے تو کہتے ہیں: معاملہ اپنی پنڈلی کھولدیا اور یہ لغت میں اس طرح کا کہنا درست ہے، اگرچہ معاملہ کی کوئی پنڈلی نہیں ہوتی ہے۔ (مرقات)۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمُ

8/241 بَابُ النَّفۡخِ فِي الصُّوۡرِ

صور پھونکنے کا بیان

159/6936 سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوصور پھونکنے کے درمیان چالیس کا وقفہ ہے، لوگوں نے کہا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کیا چالیس دن[1]؟ تو فرمایا: میں نہیں جانتا، لوگوں نے کہا: کیا چالیس ماہ؟ تو کہا: میں نہیں جانتا، لوگوں نے کہا: کیا چالیس سال ہیں؟ تو کہا: میں نہیں جانتا، پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا تو لوگ اُگیں گے جس طرح سبزی اُگتی ہے، انہوں نے کہا: انسان کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو بوسیدہ نہ ہوسوائے ایک ہڈی کے اور وہ دُم کی ہڈی ہے اور اُسی سے روز قیامت مخلوق کی ترکیب عمل میں آئیگی۔ (بخاری، مسلم)۔

---

[1] قولہ أربعون (چالیس) اس حدیث میں ابہام ہے اسکا بیان دوسری حدیث میں ہے کہ وہ چالیس برس ہیں اور شاید ابہام کو اختیار کیا گیا کیونکہ اس میں ابہام ہے؛ کیونکہ اسکو فکر میں ڈالنا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول "أبیت" کے معنیٰ ہیں کہ میں جواب دینے سے باز رہا؛ کیونکہ درست کیا ہے میں نہیں جانتا۔

اور آپ کے ارشاد "لا یبلی" کے معنی ہیں بوسیدہ نہیں ہوتی ہے اور گلتی نہیں (اگرچیکہ) ہے اُن لوگوں کی (دُم کی ہڈی) جنکا جسم گل سڑ جاتا ہے، اور جو انبیاء علیہم السلام ہیں تو اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہیکہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے اور اسی طرح وہ ہستیاں جو انکے معنی میں ہے شہداء واولیاء میں سے، بلکہ کہا گیا ہے کہ اُنہی میں سے ہیں وہ لوگ جو اجر وثواب کی نیت سے اذاں دیتے ہیں کیونکہ یہ حضرات اپنی قبور میں زندہ ہیں یا زندوں کی طرح ہیں اور آپ کا ارشاد "دُم کی ہڈی" یہ وہ ہڈی ہے جو دوسُرینوں کے درمیان پُشت کے نچلے حصہ میں ہوتی ہے۔

شارحین میں سے ہمارے بعض علماء نے کہا ہے کہ کلام کا مقصود مٹی کے نیچے اسکا طویل مدت تک رہنا ہے، یہ نہیں کہ وہ اصلاً فناء نہ ہوگی، کیونکہ وہ خلاف محسوس ہے، اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ یہ (ہڈی) سب سے پہلے پیدا کی جاتی ہے اور سب سے آخر میں گلتی ہے اور دونوں حدیثوں کے معنی ایک ہیں۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

160/6937 ﴾اور مسلم کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: فرزند آدم کے کل حصہ کو مٹی کھالیتی ہے، سوائے دُم کی ہڈی کے، اُسی سے اسکی پیدائش ہوئی اور اُسی میں اسکو ترکیب دی جائیگی۔

161/6938 ﴾سیدنا ابورزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ مخلوق کو کیسے دوبارہ زندہ کریگا اور اسکی مخلوق میں اسکی کیا نشانی ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کیا تم اپنی قوم کی وادی کے پاس سے خشک سالی میں گذرے پھر تم اُس پر سے اس وقت گذرے جبکہ وہ سرسبز ہوکر لہلہارہی ہو؟ میں نے کہا: ہاں، آنحضرت نے فرمایا: بس اللہ کی مخلوق میں یہ اسکی نشانی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کریگا۔ (رزین)۔

162/6939 ﴾سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کیسے خوشی کروں، جبکہ صور والے نے صور کو منہ میں لے رکھا ہے، اور اپنے کان لگادیئے ہیں اور اپنی پیشانی کو جھکادیا ہے انتظار کرتے ہوئے کہ اُسکو

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔اور بعض علماء نے کہا: اسکی حکمت یہ ہیکہ وہ انسانی بدن کی پایہ اور اسکی بنیاد ہے کہ جس پر اسکا ڈھانچہ ٹھہرا ہے، لہذا دیگر تمام اعضاء سے اسکا مضبوط ہونا واجبی ہے، جس طرح کہ دیوار کا پایہ اور اسکی بنیاد ہوتی ہے اور جب وہ زیادہ سخت ہوگی تو وہ زیادہ طویل مدت تک باقی رہیگی۔

میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ ہے اللہ ہی ولی تدقیق ہے کہ دم کی ہڈی سب سے اخیر میں گلے گی، جیسا کہ اس پر حدیث گواہ ہے، لیکن مکمل طور پر نہیں گلے گی جیسا کہ یہ حدیث بتارہی ہے جو کہ متفق علیہ حدیث ہے اور محسوس کا کوئی اعتبار نہیں، جیسا کہ عذاب قبر کے بیان میں اسکی تحقیق کی گئی اس بناء پر کہ اس ہڈی کا تھوڑا سا حصہ جو مٹی میں ملا ہوا ہوتا ہے وہ قُوتِ حاسہ کے ذریعہ قابل تمیز نہیں رہتا، چنانچہ یہ بات اربابِ حس پر پوشیدہ نہیں ہے آپ کا ارشاد اُسی سے اسکی ترکیب عمل میں آئیگی، اس کے معنی یہ ہے کہ جس طرح عطائے وجود کے وقت سب سے پہلے اسکی تخلیق ہوئی اسی طرح دوبارہ وجود کے وقت سب سے پہلے اسی کی تخلیق کی جائیگی۔

اور آپ کے ارشاد "سوائے دم کی ہڈی کے" کے معنی یہ ہیکہ زمین اسکو پورا نہیں کھاجائیگی یا اس کا کچھ نہیں کھائیگی۔ اور "وفیہ یرکب" ایک نسخہ میں "منہ" ہے، چنانچہ یہ جامع کی روایت ہے، اور یہ بات گذر چکی کہ "فی" لفظ "من" کا ہم معنیٰ ہوتا ہے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

پھونکنے کا حکم کب دیا جائیگا، پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمیں کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ'' کہو۔ (اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور اچھا کارساز ہے)۔ (ترمذی)۔

163/6940 ﴿ انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صور والے کا ذکر فرمایا اور فرمایا: انکی داہنی جانب جبریل ہیں اور بائیں جانب میکائیل ہیں۔ (رزین)۔

164/6941 ﴿ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: صور ایک قرن (سینگ) ہے، جس میں پھونکا جائیگا۔ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی)۔

165/6942 ﴿ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد '' فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ'' (74۔سورۃ المدثر، آیت نمبر:8) کی تفسیر میں کہا کہ وہ صور ہے، انہوں نے کہا: اور ''رَاجِفَةُ'' پہلا صور پھونکنا ہے اور ''رَادِفَةُ'' دوسرا صور پھونکنا ہے۔

166/6943 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے لیگا اور اپنے داہنے ہاتھ [1] سے آسمان کو لپیٹ لیگا، پھر فرمائیگا، میں ہی بادشاہ ہوں، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟۔ (متفق علیہ)۔

---

1 ﴿ قولہ بیمینہ (اپنے داہنے ہاتھ سے) صاحب تفسیر خازن نے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے حوالے سے بیان کیا ہیکہ یادرکھو! یہ حدیث صفات کی نہایت بڑی اور عظیم ترین احادیث میں سے ہے، اور علماء کے اس میں اور اس جیسی احادیث کے متعلق دو قول ہیں: (1) پہلا قول اکثر بلکہ کُل سلف کا ہے کہ اسکے معنیٰ کے بارے میں کلام نہ کیا جائے، بلکہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ ہم پر لازم ہے کہ ہم اُس پر ایمان رکھیں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ انکے کوئی ایسے معنیٰ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے جلال اور اسکی عظمت کے شایان ہیں علاوہ ازیں ہمارے اس پختہ اور مضبوط عقیدہ کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کے جیسی کوئی چیز نہیں اور یہ کہ وہ ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

167/6944 ﴿ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹے گا، پھر انکو اپنے داہنے ہاتھ میں لے گا پھر فرمائیگا: میں ہی بادشاہ ہوں! کہاں ہیں ظلم و جبر کرنے والے؟ کہاں ہیں غرور و تکبر کرنے والے؟ پھر اپنے بائیں ہاتھ میں زمینوں کو لپیٹے گا۔

168/6945 ﴿ اور ایک روایت میں ہے: انکو اپنے ہاتھ میں پکڑے گا پھر فرمائیگا: میں ہی بادشاہ ہوں، کہاں ہیں ظلم و جبر کرنے والے؟ کہاں ہیں غرور و تکبر کرنے والے؟۔ (مسلم)۔

169/6946 ﴿ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: یہودیوں کا بڑا عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ روز قیامت آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھے گا اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر 1 اور پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر اور ساری مخلوق کو ایک انگلی پر پھر انکو ہلائیگا اور فرمائیگا: میں ہی بادشاہ ہوں، میں ہی معبود ہوں، پس یہودی عالم نے جو کچھ کہا اس پر تعجب کرتے ہوئے اس کی تصدیق

۔۔۔ ماقبی حاشیہ۔۔۔ جسمانی شکل اختیار کرنے اور منتقل ہونے اور کسی ایک جہت میں جا گزیں ہونے سے اور مخلوق کی دیگر تمام صفتوں سے پاک ہے اور یہی قول متکلمین کی ایک جماعت کا ہے اور اسکو محققین اہل کلام نے بھی اختیار کیا ہے اور یہی قول زیادہ سلامتی والا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حسب موقع و محل اُن احادیث کے لائق ان کی تاویل کی جائیگی اور انکی تاویل کا حق صرف اُن کیلئے جو اس کی اہلیت رکھتے ہوں اور یہ اکثر علمائے کلام کا مذہب ہے۔

1 ﴿ قولہ علی اصبع الخ (ایک انگلی پر) یہ حدیث بظاہر اُسکے مخالف ہے جو گزرا کہ عالم علوی کو داہنے ہاتھ سے اور سفلی کو دوسرے ہاتھ سے لپیٹا جائیگا، نیز اشیاء کو انگلیوں پر بانٹ دینا بادیٔ النظر میں پانچ انگلیوں پر مشتمل ہاتھ کے ثبوت کا وہم پیدا کر رہا ہے، جیسا کہ یہود اور تمام اہل بدعت فرقوں میں سے مجسّمہ کا مذہب ہے۔ لیکن جب اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا، آپ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی تو تاویل لازم ہوگئی، جیسا کہ متاخرین کا مذہب ہے اور یہ زیادہ مشہور ہے، پھر لازم ہے کہ اسکو تسلیم و تفویض کرنا، جو کہ سلف کا مذہب ہے اور یہ زیادہ محفوظ ہے اور ہر دو صورتوں میں تنزیہ پر سب کا اتفاق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مرقات)۔

کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: " وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ، وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰت " بِيَمِيْنِهٖ ، سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ "(39۔سورۃ الزمر،آیت نمبر:67)(وہ اللہ کی قدر نہیں کئے جو اس کی قدر کا حق ہے اور ساری زمین اس کے قبضہ میں ہے قیامت کے دن اور آسمان لپیٹے ہوئے ہیں اس کے سیدھے ہاتھ میں وہ پاک اور برتر ہے اس سے جسے وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔(متفق علیہ)۔

170/6947 ﴿ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ "۔(14۔سورۃ ابراہیم،آیت نمبر:48)(جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائیگی اور آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے) کے متعلق دریافت کی کہ اس روز لوگ کہاں ہونگے[1]؟ آپ نے فرمایا: پُل صِراط پر۔(مسلم)۔

171/6948 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آفتاب و ماہتاب روز قیامت لپیٹ دیئے جائینگے۔(بخاری)۔

بَابُ النَّفْخِ فِى الصُّوْرِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

1 ﴿ قولہ فأين يكون الناس الخ (پس لوگ کہاں ہونگے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال سے کہ لوگ کہاں ہونگے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جو جواب مرحمت فرمایا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین حقیقت میں بدل دی جائیگی، یہ بات علامہ طیبی نے بیان کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

9/242 بَابُ الْحَشْرِ

حشر کا بیان

172/6949 ﷺ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ قیامت کے دن میدے کی روٹی کی طرح سفید زمین پر جمع کئے جائیں گے، جس میں کسی کا کوئی نشان نہ ہوگا۔ (متفق علیہ)۔

173/6950 ﷺ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین قیامت کے دن ایک روٹی ہوجائیگی [1]، ان جنتیوں کی مہمانی کے

---

[1] ﷺ قولہ تکون الارض یوم القیامۃ خبزۃ واحدۃ (قیامت کے دن زمین ایک روٹی ہوجائیگی) علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے کہا ہے: میں اس حدیث شریف کو بہت مشکل سمجھتا ہوں، اللہ کی صفت کاریگری اور اسکی تخلیق کے عجائبات میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہوئے نہیں بلکہ ایسی کوئی تطبیق جو علم یقین کا سبب ہو سکے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ہے، زمین کا وہ اپنی جس طبیعت پر ہے اس سے نکل کر کھانے کی چیز میں تبدیل ہوجانا جب کہ احادیث شریفہ میں وارد ہے کہ یہ زمین اس کی ساری خشکی اور تری سب نشأت ثانیہ میں آگ سے بھر جائیگی، اور دوزخ میں شامل کردی جائیگی، البتہ اس سے متعلق ہم یہ سمجھتے ہیں کہ خبزۃ واحدۃ سے کخبزۃ واحد مراد ہے یعنی وہ فلاں فلاں صفت میں ایک روٹی کی طرح ہوجائیگی اور یہ سہل بن سعد کی روایت میں موجود ہے، چنانچہ اس میں ہے کقرصۃ النقی یعنی میدہ کی روٹی کی طرح ہوجائیگی، میدے کی روٹی سے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اس کے گول اور اسکی رنگت میں تشبیہ ہے، اور اس حدیث شریف میں روٹی کی زمین سے جو مثال دی گئی ہے اسکی ہیئت اور شکل وصورت میں تشبیہ ہے، یہ حدیث شریف دو معانی پر مشتمل ہے؛ (1) زمین کی ہیئت کا بیان ہے اس دن اسکی ہیئت ہوگی (2) اس روٹی کا اور اسکی عظیم مقدار کا بیان ہے جس کو اللہ تعالیٰ اہل جنت کی مہمانی کے لئے تیار کریگا جو عجیب وغریب ہے اور یہ قادر حکیم کی ---

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

لئے جس کو جبار اپنے ہاتھ سے تیار کرے گا، جیسا کہ تم سے کوئی سفر میں اپنی روٹی تیار کرتا ہے 1، یہود کا ایک شخص آیا اس نے کہا: اے ابوالقاسم! رحمٰن آپ کو برکت عطا فرمائے، کیا میں آپ کو قیامت کے دن جنتیوں کی مہمانی نہ بتاؤں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تو اس نے کہا: زمین ایک روٹی بن جائیگی جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نظر فرمائے، پھر مسکرائے یہاں تک کہ آپ کی کونچلیاں ظاہر ہوئیں، پھر اس نے کہا: کیا میں آپ کو ان

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ کاریگری ہے جس کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی اور نہ کوئی چیز اسکو روک سکتی ہے۔

اور کہا گیا ہے: یہ حدیث شریف مشکل ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے انکار کی بناء پر نہیں بلکہ اس حدیث میں اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ یہ زمین قیامت کے دن آگ بن جائیگی ان دونوں میں بظاہر تطبیق نظر نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

اور اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ میدان حشر کی زمین کو جیسا کہ سہل کی حدیث میں ہے اس کے مسطح ہونے اور ہم رنگ ہونے میں ہے، جیسا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اس سے جو روٹی بنادی جائیگی وہ اہل جنت کے اکرام اور ان کی مہمان نوازی کے لئے ہے۔

سوار کے توشہ سے اس کو تشبیہ دی گئی ہے جو جلدی میں تیار کیا جاتا ہے اس کے لئے سفر میں اطمینان کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن اس حدیث شریف کے آخری حصہ سے معلوم ہوتا ہے زمین کا روٹی ہونا مجازاً ہے، مگر اسکو حقیقی معنی پر محمول کرنا ہی بہتر ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں سے ہے بلکہ حقیقی معنی کا اعتقاد رکھنا ہی زیادہ مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے زمین کی طبیعت کو بدل دیگا، یہاں تک کہ وہ اپنے قدموں کے نیچے سے بغیر کسی محنت ومشقت کے اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے کھائیں گے۔ (مرقات)۔

1﴾ **كما يكتفأ احدكم خبزته** (جیسا کہ تم میں کا کوئی اپنی روٹی کو تیار کرتا ہے) یعنی آٹے سے روٹی بناتا ہے، آٹے کو روٹی نام دینا اس کے مآل وما یکون کے اعتبار سے ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے **اِنِّی اَرَانِی اَعْصِرُ خَمْرًا** میں اپنے آپ کو شراب نچوڑتے دیکھ رہا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی سفر کے لئے روٹی توشہ بنانے کی غرض سے عمل کرتا ہے کہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں اسکو الٹ پلٹ کرتا ہے یہاں تک اسکو روٹی کی طرح ٹھیک بنالیتا ہے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

کا سالن نہ بتاؤں؟ بــالام اورنون ہے۔صحابہ نے کہا: یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا: بیل اور مچھلی اس کے جگر کے زائد ٹکڑے سے ستر ہزار لوگ کھائیں گے۔(متفق علیہ)۔

174/6951 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ تین طریقوں سے جمع کئے جائیں گے 1 شوق سے چلنے والے ہوں گے اور خوف سے چلنے والے ہوں گے اور ایک پر تین 2 ایک پر چار اور ایک پر دس ہوں گے اور مابقی کو آگ جمع کریگی 3 جہاں وہ دوپہر میں ٹھرینگے یہ بھی ان کے ساتھ ٹھیریگی اور جہاں وہ رات

---

1 قولہ علی ثلث طرائق (تین طریقوں سے جمع کئے جائیں گے) یعنی تین قسم کی جماعتیں ہوں گی، ان تین میں سے (1) ایک قسم سوار ہوکر جانے والوں کی ہے اور مابقی لوگ آخر کے دو طریقوں سے چلیں گے۔ (2) پیدل چلنے والے۔(3) چہروں کے بل چلنے والے ہوں گے۔جیسا کہ اس کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آرہا ہے۔(مرقات)۔

2 قولہ واثنان علی بعیر الخ . لوگ اپنی اپنی سواریوں پر بحسب مراتب سوار ہوکر راحت کے ساتھ چلیں گے اور باقی لوگ اپنے اپنے پاؤوں کے مطابق قدموں سے چلیں گے۔اور ان اعداد میں برسبیل کنایہ تمثیل کیلئے انکے مراتب کی تفصیل ہے۔یعنی جو شخص جس قدر بلند رتبہ ہوگا وہ اُسی قدر کم سے کم شرکاء والا، تیز رفتار، اور آگے آگے رہیگا۔

پس اگر تم پوچھیں کہ دو اور اس سے زائد افراد اونٹ پر آیا سب اکھٹے بیک وقت بیٹھیں گے یا یکے بعد دیگر باری باری سے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ ایک شارح نے کہا: طریقہ تو یہی ہے کہ یکے بعد دیگرے باری باری سے بیٹھیں گے،لیکن زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس حدیث کو ایک ہی اونٹ پر ہونا حقیقۃً ثابت نہیں ہوتا، اب رہا یہ کہ صرف دس کے ذکر پر جو اکتفا کیا گیا وہ اس بات کے اشارہ کیلئے ہے کہ دس اشخاص کی یہ تعداد انتہائی ہے اور ایک اونٹ پر دس کا بیٹھنا جو دس کا متحمل ہو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات میں سے ہے، جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ایسے کام کی طاقت رکھتی تھی جسکی طاقت کئی اونٹ نہ رکھ سکتے تھے۔

یہاں اختصار کے لئے پانچ، چھ وغیرہ اعداد کا ذکر کئے بغیر دس کا ذکر کیا گیا ہے۔(مرقات)۔

3 قولہ وتحشر بقیتھم النار تقلیل معھم الخ . کلام کا مقصود۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

گذاریںگے یہ بھی ان کے ساتھ رات گذارے گی اور صبح کریگی ان کے ساتھ جہاں وہ صبح کرینگے، اورشام کریگی ان کے ساتھ جہاں وہ شام کرینگے۔(متفق علیہ)۔

175/6952﴾اورانہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: لوگ قیامت کے دن تین قسم سے جمع کئے جائیں گے،ایک قسم پیدل چلنے والوں کی اورایک قسم سواروں کی،اورایک قسم چہروں کے بل چلنے والے ہوں گے۔عرض کیا گیایارسول اللہ اوروہ چہروں کے بل کیسے چلیں گے؟ تو آپ نے ارشادفرمایا: جوان کوقدموں کے بل چلایاہے وہ ان کو چہروں کے بل چلانے پر قدرت رکھتاہے چنانچہ وہ اپنے چہروں سے کنکر کانٹے بچاتے 1 ہوئے چلیں گے۔(ترمذی)۔

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔ یہ ہے کہ ان کے ساتھ اس طرح چمٹے رہیگی کہ کبھی الگ نہیں ہوگی، یہ مختصر حاصل مقصود ہے،اب رہااسکی تفصیل تو علامہ خطابی نے کہاہے کہ اس حدیث میں مذکورہ حشر وہ قبل قیامت ہوگا کہ لوگ زندگی میں ملک شام کی طرف جمع کئے جائیں گے،اب رہا وہ حشر جوقبروں سے اٹھائے جانے کے بعد سے وہ اس صورت کے خلاف ہے؛ کیونکہ یہ اونٹوں پرسوار ہوکراوران پرایک دوسرے کے پیچھے بیٹھ کر جاناہے،اوروہ حفاۃ عراۃ یعنی ننگے پاؤں اور ننگے بدن جاناہے۔

مگرعلامہ تورپشتی نے کہاہے کہ ان لوگوں کا قول جواس حشر کوقبروں سے دوبارہ اٹھائے جانے پرمحمول کرتے ہیں یہی زیادہ درست اورقوی ہے اورکئی وجوہ سے اس کی قوت بیان کی گئی ہے اورسب سے قوی اور مضبوط وجہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے **یحشر الناس یوم القیامۃ ثلاثۃ اصناف الخ** (لوگ قیامت کے دن تین قسم سے اٹھائے جائینگے)اب رہا ننگے پیراور ننگے بدن لوگوں کواٹھائے جانے کا جوذکر ہے ان دونوں صورتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے؛ کیونکہ ان میں سے ایک اٹھائے جانے کی حالت ہےاوردوسری حالت میدان حشر کی طرف جمع کئے جانے کی ہے،اگر یہ سوال کیا جائے حضرات سابقین میں ایک سواری پرتنہا سوار ہوکر جانے والے کہ ان کے ساتھ کوئی شریک نہ ہوان کا ذکر نہیں کیا گیا،توہم کہیں گے یہ بات سب کومعلوم ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے لئے رکھی گئی ہے جومرتبہ میں سب سے بڑے ہیں تاکہ انبیاء اورصدیقین کے درمیان جیسا کہ ان کے مراتب میں فرق ہےان کی سواریوں میں بھی فرق رہے۔(ماخوذازمرقات)۔

1﴾ **قولہ یتقون بوجوھھم** (اس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے ۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

176/6953 ﴿سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ لوگ تین الگ الگ جماعتوں میں اٹھائے جائیں گے 2

۔۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ خالق کو جس نے ان کی تخلیق کی اور صورت گری کی اس کے سامنے اپنی سر نیاز خم نہیں کیا تھا غرور تکبر کیا تھا آج وہ انتہائی ذلیل اور اس حد تک ذلیل ہیں کہ راستہ کے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانے کے لئے ہاتھ پاؤں کی جگہ اپنے چہروں کو استعمال کرنے کے لئے مجبور ہیں ۔ (مرقات)۔

2 ﴿ یحشرون ثلاثة افواج الخ (لوگ تین جماعتوں میں جمع کئے جائینگے) اس میں جو اختلاف ہے وہ گزر چکا ہے کہ یہ حشر روزِ قیامت سے پہلے ہوگا اور یہ اسکی علامتوں میں سے ہے یہ حشر روز قیامت کے بعد ہوگا، جس وقت مردے قبروں سے اٹھائے جائینگے اس کا ذکر گذر چکا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ''ویلقی اللہ الآفةَ علی الظھر'' اور اللہ تعالیٰ پشت پر آفت ڈالدیگا اس حدیث شریف میں حشر سے مراد قیامت کا حشر نہیں ہے بلکہ یہاں حشر سے مراد قیامت سے پہلے کا ہے؛ یہ وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں مذکور ہے'' قیامت کی سب سے پہلی علامت وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کردے گی۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا: اس میں اعتراض ہوتا ہے کہ صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کو ''باب الحشر'' میں کیوں ذکر کیا جبکہ اس حدیث کے ذکر کا مناسب مقام ''باب اشراط الساعة'' (علامات قیامت کا بیان) ہے۔

اس کے جواب میں ہم محی السنہ علیہ الرحمہ کی اقتداء کرتے ہوئے کہتے ہیں، مگر محی السنہ پر تعجب کرتے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث کو اس مفہوم پر محمول کیا ہے جسکی طرف علامہ خطابی گئے ہیں کہ یہ حشر قیام قیامت سے پہلے ہوگا اور یہ حشر ملک شام کی طرف بحالت زندگی ہوگا۔

اب رہا قبور سے اٹھائے جانے کے بعد کا حشر تو وہ اسکے برعکس طریقہ پر ہوگا، یہ اونٹوں پر سوار ہوکر چلنے کے برخلاف ہے اور وہ (حشر) ننگے پیر اور برہنہ جسکی آپ نے خبر دی ہے کہ (لوگ) اٹھائے جائینگے برہنہ پیر برہنہ جسم اور اس حدیث کو صاحب کتاب نے اسی باب میں لایا ہے اور اس کا بہتر جواب علامہ توریشتی کے کلام میں باب کے شروع میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دوبارہ اٹھانے کے بعد حشر کے لئے بعض خاص حضرات کا جیسے انبیاء کرام و اولیاء عظام کا سوار ہونا ثابت ہے اور یہ حدیث شریف کہ ''لوگ برہنہ پیر برہنہ جسم اٹھائے جائینگے'' اکثریت کے اعتبار سے ہے یا آغاز امر کے پیش نظر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ (ماخوذ از لمعات ومرقات)۔

(1) ایسی جماعت ہوگی جو سوار رہوں گے اور کھاتے، پیتے اور کپڑے پہنے ہوئے چلیں گے، (2) دوسری ایسی جماعت ہوگی جن کو فرشتے چہروں کے بل گھسیٹتے ہوں گے اور آگ ان کو جمع کرتی ہوگی، (3) ایک جماعت ایسی ہوگی جو پیدل چلتے اور دوڑتے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہر آفت ڈالدیگا اور کوئی سواری نہیں رہیگی، یہاں تک کہ ایک آدمی کے لئے باغ ہوگا اور وہ ایک پالان والے اونٹ کے لئے وہ باغ دے دیگا تو بھی سواری پر قدرت نہیں رکھ سکے گا۔ (نسائی)۔

177/6954 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! کافر چہرہ کے بل کس طرح چلایا جائیگا، آپ نے فرمایا: وہ جس نے اسکو دنیا میں دو پاؤں پر چلایا، کیا وہ قدرت نہیں رکھتا کہ اسکو قیامت کے دن چہرے کے بل چلائے۔ (متفق علیہ)۔

178/6955 ﴿ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: تم ننگے پاؤں، ننگے بدن، اور بے ختنہ کے اٹھائے جاؤ گے [1] پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ'' (21۔سورۃ الانبیاء، آیت نمبر: 104) جس طرح ہم نے ان کو ابتداء میں پیدا کیا تھا، کا اسی طرح اس کو دوبارہ لوٹائیں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے ہم یہ کرنے والے ہیں، قیامت کے دن سب

---

[1] ﴿ **قولہ محشرون حفاۃ الخ** (ننگے پاؤں اٹھائے جائیں گے) علماء کرام نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ''غرلا'' میں کہ وہ (غیر مختون جمع کئے جائینگے) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دوبارہ اٹھایا جانا بدن کے تمام اجزاء کو اور ان اجزاء کو بھی جو دنیا میں زائل کردئے گئے تھے ان سب کو بدن کی طرف لوٹائے جانے کے بعد ہوگا۔ (مرقات)۔

صاحب فتح الباری نے ذکر کیا ہے کہ امام بیہقی نے کہا: ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث جسکی تخریج ابوداؤد نے کی ہے اور ابن حبان نے اسکو صحیح کہا ہے، اس میں ہے کہ جب وہ قریب المرگ ہوئے تو وہ نئے کپڑے طلب کئے اور انکو پہن لئے، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: میت کو اسکے اس لباس میں اٹھایا جائیگا جس میں اسکی موت واقع ہوئی ہے۔ ۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

سے پہلے جن کو لباس پہنایا جائیگا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں 1 اور کچھ لوگ میرے ساتھ والوں میں

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ ان دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق اس طرح کی جائے گی کہ بعض لوگ برہنہ جسم جمع کئے جائینگے اور بعض لوگ لباس کے ساتھ یا قبروں سے ان کپڑوں کے ساتھ نکلیں گے جس میں وہ انتقال کر گئے تھے، پھر وہ لباس ابتدائے حشر کے وقت ان سے علیحدہ ہوجائے گا اور ان کو برہنہ بدن اٹھایا جائیگا، پھر جن کو سب سے پہلے لباس پہنایا جائیگا وہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ہوں گے۔

اور بعض علماء نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو شہداء پر محمول کیا ہے؛ کیونکہ شہداء ہی وہ حضرات ہیں جن کو اُن کے لباس میں دفن کیا جاتا ہے۔

ممکن ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو شہید کے بارے میں سنا ہو اور انہوں نے اسکو عموم پر محمول کیا ہو۔

صاحب فتح الباری نے کہا: اور بعض اہل علم نے اس حدیث کو عمل پر محمول کیا ہے اور عمل پر لباس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ثابت ہے: وَلِبَاسُ التَّقْوٰی، ذٰلِکَ خَیْرٌ ''۔(7۔الاعراف، آیت:26)۔

1 ﴿ قولہ اول من یکسی یوم القیامۃ ابراھیم (سب سے پہلے جن کو قیامت کے دن لباس پہنایا جائیگا سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں) حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس باب میں مقدم کئے جانے کی وجہ کیا ہے؟ تو اس جواب میں کہا گیا ہے کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے سب سے پہلے ختنہ کی سنت کو ایجاد کیا اور اس میں کسی قدر کشف عورت ہے، تو انکو ستر پوشی کے ذریعہ اسکا بدلہ دیا گیا، جیسا کہ پیاسے روزہ دار کو، ریان دروازے سے داخلہ کے ذریعہ بدلہ دیا جائیگا۔

ونیز کہا گیا اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ انکو آگ میں ڈالتے وقت برہنے کیا گیا تھا۔

اور یہ بھی کہا گیا کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے پائجاموں کے ذریعہ ستر پوشی کا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ (عمدۃ القاری)۔

صاحب فتح الباری نے کہا: کہا گیا کیونکہ وہ نہایت خوف خدا والے تھے ان کو سکون واطمینان کیلئے سب سے پہلے لباس پہنایا گیا۔

امام قرطبی نے مسلم کی شرح میں کہا کہ حدیث شریف میں خلائق سے مراد ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا باقی لوگ مراد ہیں، پس آپ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

سے ہیں بائیں جانب سے ان کو پکڑلیا جائیگا ،تو میں کہوں گا : یہ میرے ساتھ کے اصحاب ہیں یہ میرے اصحاب ہیں (میرے ساتھ رہنے والوں میں سے تھے) تو کہا جائیگا: یہ تو جب سے آپ ان کو چھوڑے ہیں اپنے ایڑیوں کے بل مرتد رہے 1۔ میں ویسا ہی کہوں گا جیسا کہ عبد صالح نے کہا

۔۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔عمومی خطاب میں داخل نہیں ہیں اور انکے شاگرد قرطبی نے بھی ''التذکرہ'' میں کہا ہے: یہ اچھی توجیہ ہے اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث نہ ہوتی جسکی ابن مبارک نے ''الزہد'' میں عبداللہ بن حارث کی سند تخریج کی ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے بروزِ قیامت سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو چادریں پہنائی جائیگی ، پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کے دائیں جانب سے '' حبرہ'' عمدہ دھاری دار چادر پہنائی جائیگی ۔(یہ آپ کے مستثنیٰ ہونے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ عرش پر جلوہ افروزی کے موقعہ پر ہے)(مترجم)۔

اور ابویعلیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا ایک طویل حدیث اس باب کی حدیث کی طرح روایت کی اور انہوں نے مزید یہ بیان کیا، جنت کا جوڑا سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنایا جائیگا، اور ایک کرسی لائی جائیگی اور عرش کے دائیں جانب رکھی جائے گی ، پھر مجھے لایا جائیگا اور جنت کا ایسا عمدہ لباس پہنایا جائیگا جو کسی بیشتر کے لئے نہ ہوسکے گا، پھر یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ اس میں اگر یہ اس بات پر معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں، تو اسکا یہ جواب دیا گیا کہ کسی شخص کا کسی ایک فضیلت کے ساتھ مخصوص ہونے سے اسکا مطلقاً سب سے افضل ہونا لازم نہیں آتا ۔(عینی)۔

اور اس میں یہ بات بھی ہوسکتی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور سے اس لباس کے ساتھ برآمد ہوں گے جس میں آپ کا وصال ہوا۔

اور جنت کے لباسوں میں اس دن جو جوڑا آپ کو پہنایا جائیگا وہ خلعت کرامت ہے اس کا قرینہ یہ ہے کہ آپکو ساق عرش کے پاس کرسی پر بٹھایا جائیگا ، پس لباس پہنائے جانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولیت اور ان کا تقدم دیگر مخلوقات کے نسبت سے ہے۔

اور علامہ حلیمی نے ایک جواب یہ دیا کہ ظاہر حدیث شریف کے مطابق سب سے پہلے حضرت ابرہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائیگا، پھر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکن ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جوڑا سب سے اعلیٰ واکمل ہوگا تو اسکی نفاست عمدگی کے ذریعہ اس اولیت کی تلافی ہوجائیگی ۔واللہ اعلم ۔(فتح الباری)۔

1 قولہ : لن یزالوا مرتدین الخ (وہ مرتد رہے) خطابی نے کہا:۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

تھا''وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ'' سے''الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ''(5۔سورۃ المائدۃ،آیت نمبر:118)تک۔(متفق علیہ)۔

179/6956 ﴿سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنی ہوں قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن اور بے ختنہ جمع کئے جائیں گے، میں عرض کی یا رسول اللہ! مرد اور عورتیں سب ایک دوسرے کو دیکھیں گے، تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ معاملہ اس سے زیادہ سخت ہوگا کہ کوئی ایک دوسرے کو دیکھے۔(متفق علیہ)۔

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول ''مرتدین'' سے اسلام سے پلٹنا مراد نہیں ہے، بلکہ حقوق واجبہ میں کوتاہی کرنا مراد ہے۔ بحمدہ تعالیٰ صحابہ کرام میں سے کوئی بھی مرتد نہیں ہوئے ہیں اور صرف سرکش اعرابی لوگ ہی مرتد ہوئے ہیں۔

علامہ عیاض علیہ الرحمۃ نے کہا: یہ لوگ دو قسم کے ہیں۔ (۱) یا تو نافرمان (۲) یا کفر کی طرف پلٹنے والے۔ اور اس میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ اس سے کفر مراد ہے اور یہ اپنے ظاہر پر ہے، اور ''امتی'' (میری امت) سے امت دعوت مراد ہے نہ کہ امت اجابت۔

علامہ ابن التین نے کہا: یہ بھی ممکن ہے کہ وہ منافقین ہوں یا گناہ کبیرہ کے مرتکبین ہوں۔

علامہ داودی نے کہا: اس میں گناہ کبیرہ کرنے والوں کا اور بدعتوں کا ارتکاب کرنے والے کا شامل ہونا ممتنع نہیں ہے۔

امام نووی نے کہا: یہ کہا گیا کہ وہ منافقین اور مرتدین ہیں اور جائز ہے کہ انکا حشر چہرے اور ہاتھ پاؤں کی چمک والوں کے ساتھ کیا جائے؛ کیونکہ وہ منجملہ امت میں سے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکو اس علامت کی وجہ سے جوان پر تھی، تو کہا جائیگا ان لوگوں نے آپ کے بعد بدل دیا ہے یعنی وہ لوگ اس حالت پر نہیں مرے جس پر آپ ان سے جدا ہوئے۔

قاضی عیاض و دیگر علماء نے کہا: اسی بناء پر ان سے چمک ختم ہو جائیگی اور انکا نور بجھ جائیگا۔

فربری نے کہا: ابو عبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے قبیصۃ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا گیا کہ وہ وہ لوگ ہیں جو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مرتد ہو گئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جہاد کیا یہاں تک کہ وہ قتل کر دیئے گئے اور کفر پر مر گئے۔(عینی)۔

180/6957 ﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ پسینہ ہو جائیں گے 1، یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر گز تک چلا جائیگا اوران کے منہ پر آئیگا یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچے گا۔ (متفق علیہ)۔

181/6958 ﴾ سیدنا مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں: سورج قیامت کے دن مخلوق سے قریب ہوجائیگا یہاں تک کہ وہ ان سے ایک مثل کی مقدار پر ہوجائیگا اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے بقدر پسینہ میں ہوں گے ان میں بعض وہ ہیں جن کے دونوں ٹخنوں تک ہوگا 2 اوران میں بعض وہ ہیں جن کے دونوں گھٹنوں

---

1 ﴾ **یعرق الناس** (لوگ پسینہ پسینہ ہوجائیں گے) اس پسینہ کا سبب مسلسل ومتواتر مصائب کا آنا اور حیاء وندامت وملامت کا لاحق ہونا سورج اور دوزخ کی حرارت کا جمع ہونا ہے، جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ جہنم اہل محشر کو گھمائے گی پس جنت کی طرف پل صراط کے سوا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ (مرقات)۔

صاحب فتح الباری نے کہا: شیخ ابومحمد بن ابی حمزہ نے کہا: ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت حال سارے لوگوں کو شامل ہے لیکن دیگر احادیث اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ مخصوص بالبعض ہے اور یہ اکثر لوگوں سے متعلق ہے اور اس سے انبیاء کرام شہدا اور جنہیں اللہ چاہے وہ مستثنیٰ ہیں اور پسینے میں سب سے زیادہ سخت کفار ہونگے پھر گناہ کبیرہ والے پھر جو انکے بعد ہیں اور مسلمان ان میں سے بہ نسبت کفار کے بہت کم ہونگے، جیسا کہ انکی تعداد حدیث بعث النار میں آئیگی۔

2 ﴾ **وقولہ :ومنھم من یکون الی کعبیہ الخ** (ان میں سے بعض وہ ہیں جنکے دونوں ٹخنوں تک پسینہ ہوگا) ابن الملک نے کہا: اگر تم کہو کہ پسینہ جب سمندر کی طرح ہوگا اور بعض افراد کو منہ تک ہوگا تو وہ دوسروں کے ٹخنہ تک کیسے رہیگا؟

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کے قدموں کے نیچے زمین میں بلندی پیدا کرے یا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کا پسینہ اسکے عمل کے موافق روکے گا اور اس میں سے کچھ بھی دوسرے کو نہیں پہنچے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے سمندر کا بہنا روک دیا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ آخری قول ہی معتبر ہے؛ کیونکہ آخرت کے تمام معاملات ---بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

تک ہوگا اور ان میں سے کسی کے کمر کے دونوں جانب تک ہوگا اور ان میں سے کسی کو اس کے منہ تک آجائیگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم)۔

182/6959 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ''يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا '' (99۔سورۃ الزلزال، آیت نمبر:4) (زمین اس دن اپنی خبریں بیان کرے گی) فرمایا: کیا تم جانتے ہو اسکی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ عرض کئے اللہ اور اسکے رسول خوب جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: اسکی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر بندے اور ہر بندی پر جو کچھ اس نے اسکی پشت پر کیا ہے گواہی دے گی کہ وہ کہے گی کہ اس نے میرے اوپر فلاں فلاں دن ایسا اور ایسا کام کیا ہے، آپ نے فرمایا: یہ اسکی خبریں ہیں۔ (احمد ترمذی)۔

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح اور غریب ہے۔

183/6960 ﴿ انہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ہے کوئی وفات پائے مگر وہ شرمندہ ہوگا[1]۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسکی شرمندگی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر وہ نیک ہے تو شرمندہ ہوگا کہ اور زیادہ نیکیاں نہیں کیا اور اگر وہ برا ہے تو شرمندہ ہوگا کہ وہ برائیوں سے باز نہیں آیا تھا۔ (ترمذی)۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ خلاف عادت ہیں۔

کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ ایک ہی قبر میں دو اشخاص ہیں انمیں سے ایک کو عذاب دیا جاتا ہے جبکہ دوسرے کو نعمتیں دی جاتی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے متعلق نہیں جانتا اور دنیا میں اسکی مثال سونے والے ایسے دو شخص ہیں جو اپنے خواب میں مختلف ہیں انمیں سے ایک غمگین ہوتا ہے اور دوسرا خوش ہوتا ہے بلکہ ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے دو اشخاص ہوتے ہیں ان میں سے ایک علیین میں ہے، تو دوسرا اسفل سافلین میں یا ان دونوں میں ایک صحت کی حالت میں ہے تو دوسرا بیماری یا مصیبت میں ہے۔ (مرقات)۔

[1] ﴿ **قولہ: ما من احد یموتُ الاندم** مطلب یہ ہے کہ تم موت آنے سے پہلے اپنی زندگی کو غنیمت جانو! اور وقت گزر جانے سے پہلے نیکیوں میں سبقت کرو۔ (مرقات)۔

184/6961 ﴾سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ وہ قیامت کو گویا آنکھ سے دیکھ رہا ہے تو وہ اس کو پڑھے: ''اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ'' وَ''اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ'' وَ''اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ''۔

185/6962 ﴾سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائیگا ائے آدم! تو وہ عرض کریں گے **لبیک وسعدیک والخیر کله بیدیک**، (میں حاضر ہوں تیری فرمانبرداری کے لئے تیار ہوں، ساری بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے) اور اللہ کا ارشاد ہوگا دوزخ میں بھیجی جانے والی جماعت کو الگ کرو! تو آپ عرض کریں گے دوزخ میں بھیجی جانے والی جماعت کا کیا حصہ ہے؟ تو اللہ کا ارشاد ہوگا ہر ہزار میں سے نوسوننانوے [1] (999) پس اس وقت چھوٹا بوڑھا ہوجائیگا اور ہر حمل والی اپنا حمل ساقط کردے گی۔تم لوگوں کو نشہ میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہیں لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے۔صحابہ عرض کئے یارسول اللہ وہ ایک جنتی ہم میں سے کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تم خوش

---

1 ﴾ **قولہ: من كل الف الخ** (ہر ہزار میں سے) اس حدیث کے درمیان اور دوسری روایت جس میں ''ہر سو میں سے ننانوے'' آیا ہے ان دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے؛ کیونکہ مفہوم عدد کا اعتبار نہیں ہوتا، اسی لئے کسی عدد کے ساتھ کسی کو خاص کرنا زیادہ کی نفی پر دلالت نہیں کرتا، اور ان عددوں سے ہر ہزار میں سے نوسوننانوے) ہر سو میں سے ننانوے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مؤمنین کی تعداد کم ہے اور کفار کی تعداد زیادہ ہے۔
یہ قول صاحب کواکب نے کہا ہے اور صاحب فتح الباری نے انکا تعاقب کیا اور فرمایا: انکے پہلے کلام کا تقاضہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پر مقدم کیا جائے؛ کیونکہ وہ عدد کی زیادتی پر مشتمل ہے اس لئے کہ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ اہل جنت کا حصہ ہر ہزار میں سے ایک ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ وہ دس ہیں اسی لئے زائد کا حکم لگایا جائیگا۔
اور انکے آخری کلام کا مقتضی یہ ہے کہ عدد کی طرف دیکھا نہ جائے بلکہ ان دونوں میں جو قدر مشترک ہے جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ تعداد کو کم بتانا مقصود ہے، پھر انہوں نے یہ جواب دیا کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور جو انکے موافق ہیں ان کی حدیث کو محمول کیا جائیگا، تمام اولاد آدم پر۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

ہوجاؤتم میں کاایک ہوگااور یاجوج ماجوج میں سے ہزاروں ہوں گے، پھرآپ نے فرمایا: قسم ہےاس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! میں امید کرتا ہوں کہ تم جنت والوں میں ایک چوتھائی ہوں گے تو ہم نعرۂ تکبیر بلند کئے اورآپ نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم جنت والوں میں ایک تہائی ہوں گے 1؎۔ تو ہم نعرۂ تکبیر بلند کئے آپ نے فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ تم جنت والوں میں نصف تعداد میں ہوں گے 2؎ تو ہم نعرۂ تکبیر بلند کئے تو آپ نے فرمایا: تم لوگوں میں نہیں ہیں مگر سفید

۔۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔ کہ ان میں ہر ہزار میں سے ایک (جنتی) ہوگااور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کااور جوانکے موافق میں ہیں انکی حدیث کومحمول کی جائیگی یاجوج اور ماجوج کے سوالوگوں پر پس اس صورت میں ہر ہزار میں سے دس جنتی ہونگے اوراسکا ثبوت یہ ہے کہ یاجوج اور ماجوج کا ذکر حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یاجوج ماجوج کا ذکر نہیں ہے، اوراس بات کا بھی احتمال ہے کہ پہلی حدیث تمام مخلوق کے متعلق ہواور دوسری حدیث خاص اس امت سے متعلق ہو، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاارشاد "اذا اخذنا منا" اسی مفہوم کے قریب ہے، اس اوراس میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ تقسیم دومرتبہ واقع ہوئی ہوایک مرتبہ اس امت سے پہلی والی تمام امتوں کے ہر ہزار میں سے ایک (جنتی) ہوگا، اور دوسری مرتبہ صرف اسی امت میں سے ہر ہزار میں سے دس جنتی ہونگے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے بے شک تم ہزار میں سے ایک جزء (حصہ) ہو۔

اوراس بات کا بھی احتمال ہے کہ بعث النار میں کفاراور جونافرمان ہیں وہ سب داخل ہونگے، پس ہر ہزار میں سے نوسوناوے کافراور ہر ہزار میں سے نوسوننانوے نافرمان ہونگے انتہی۔ اسی طرح امام قسطلانی نے بھی کہاہے۔

1؎ قولہ: ارجوا ان تکونوا ثلث اھل الجنۃ (میں امید کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کے ایک تہائی ہوں گے) ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بتدریج بیان فرمائے ہوں تاکہ انکے دل بیک وقت انتہائی خوشی سے کٹ نہ جائیں، یامختلف دفعات میں انکے (جنت میں) داخل ہونے کی طرف نظر کرتے ہوئے فرمایا ہو یا آپ پر یکے بعد دیگرے جس طرح وحی نازل ہوتی گئی اورآپ کو بشارت دی گئی اسی طرح آپ اسکی خبر دیتے گئے ہوں۔ (مرقات)۔

2؎ قولہ ارجوا ان تکونوا نصف اھل الجنۃ (میں امید کرتا ہوں کہ تم نصف اہل جنت ہونگے) ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کواس اطلاع کی وحی آنے سے پہلے کی ہوجس میں صراحت ہے کہ آپ کی امت اہل جنت کے دوثلث ہونگی؛ کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ اہل جنت کی صفیں ایک سوبیس (120) ہونگی، اس میں (80) صفیں امت محمدیہ کی ہونگی، اور چالیس (40) صفیں دیگر امتوں کی ہونگی، یعنی امت محمدیہ اہل جنت میں دوثلث کی تعداد میں ہوں گی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ابتداء ۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

بیل کی جلد میں ایک کالے بال کی طرح یا کالے بیل میں ایک سفید بال کی طرح۔ (متفق علیہ)۔

186/6963 انہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ہوں، ہمارا پروردگار اپنی پنڈلی کو ظاہر کریگا اور اسکو ہر مسلمان مرد و عورت سجدہ کریں گے اور وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو دنیا میں ریاکاری اور شہرت کے لئے سجدہ کرتے تھے تو وہ سجدہ کرنے جائیں گے تو ان کی پیٹھ ایک تختہ بن جائیگی۔ (متفق علیہ)۔

187/6964 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک بڑا موٹا آدمی آئے گا اللہ کے پاس مچھر کے پر کے برابر بھی اس کا وزن نہیں ہوگا اور آپ نے فرمایا: تم اس آیت کو پڑھو 1 پس ان کے لئے ہم قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ (متفق علیہ)۔

188/6965 انہی سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آذر سے قیامت کے دن ملیں گے اور آذر کے چہرہ پر سیاہی اور غبار ہوگا؛ تو ان سے ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے، کیا میں آپ سے کہا نہیں تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ تو وہ آپ سے کہیں گے آج میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا، تو ابراہیم علیہ

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ نصف ہوں گے یعنی شروع میں داخل ہونے والوں کی تعداد نصف ہوگی اور دراصل یہ حدیث یہاں مختصر واقع ہوئی ہے۔ (مرقات)۔

1 **قولہ اقرؤا الخ** (تم پڑھو) طیبی نے کہا: اگر تم کہو کہ اس آیت سے استدلال درست کیسے ہوسکتا ہے، کیونکہ حدیث میں موٹے بڑے آدمی کا جو ذکر آیا ہے اس سے وزن میں تولنے سے جسم کا وزن اور اسکی مقدار کا اور آیت میں یا تو اعمال کا تولنا مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے پس انکے اعمال رائیگا ہو گئے'' کی یا انکی مقدار مراد ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم انکو حقیر کردینگے اور انکا ہمارے پاس نہ کوئی وزن ہوگا نہ کوئی مقدار، تو میں کہوں گا: حدیث کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ حدیث علیٰ سبیل الکفایۃ ہے اور جسامت کا ذکر اسکی مقدار مراد لینے کے منافی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب تم انکو دیکھو گے انکے اجسام آپکو حیرت میں ڈالدیں گے اگر وہ کہیں گے تو آپ انکی بات سنیں گے گویا وہ ٹیک دیئے ہوئی لکڑیاں ہیں۔ (مرقات)۔

السلام فرمائیں گے اے میرے رب! آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا 1 کہ آپ مجھے رسوانہیں کریں گے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے اور کونسی رسوائی رحمت سے دور باپ کی رسوائی سے بڑھ کر ہے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں جنت کو کافروں پر حرام کردیا ہوں، پھر حضرت ابراہیم سے کہا جائیگا آپ اپنے دونوں قدموں کے نیچے دیکھئے، آپ دیکھیں گے، تو یکا یک وہ آذر لتھڑا ہوا ایک بھیڑیا ہے اور اس کے ٹانگوں کو پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

بَابُ الْحَشْرِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

---

1 ﴾ قوله: یارب انک وعدتنی الخ (اے میرے رب تونے مجھ سے وعدہ فرمایا) کہا گیا یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا اِيَاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ" (اور نہیں تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کیلئے مغفرت طلب کرنا مگر اس وعدے کی وجہ سے جسکا انہوں نے ان سے وعدہ کیا تھا، پس جب انکے لئے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ اللہ کے دشمن ہیں تو وہ ان سے برأت ظاہر کئے کہ یہ حدیث اس آیت کے مخالف ہے، اور اسکا یہ جواب دیا گیا کہ اس وقت کے بارے میں اختلاف ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے برأت کا اظہار کئے ہیں سے بری ہوگئے، پس کہا گیا کہ یہ دنیا میں ہوا ہے جب آذر مشرک مرگئے اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ قیامت کے دن ان سے برأت کا اظہار کریں گے جس وقت ان کو مسخ کردیا جائیگا اور جب آپ ان سے مایوس ہوجائیں گے اور ان دونوں اقوال کو بھی اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے برأت کا اظہار کئے جب وہ حالت شرک میں مرگئے تو اور انکے لئے استغفار کو چھوڑ دیئے، لیکن جب وہ انکو قیامت کے دن دیکھیں گے تو انکو رحمت وشفقت گھیر لے گی تو وہ اس وقت اللہ سے سوال کرینگے اور جب وہ انکو مسخ شدہ دیکھیں گے تو ان سے مایوس ہوجائینگے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے برأت کا اظہار کریں گے اور یہ بھی ایک قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، موت کفر پر واقع ہونے کا یقین نہیں کیا اس وجہ سے کہ ہوسکتا ہے وہ اپنے دل میں ایمان لائے ہوں اور آپ مطلع نہ ہوئے ہوں، اور ان سے برأت کا اظہار اس حالت کے بعد ہو جو اس حدیث میں واقع ہوئی ہے۔ (مرقات)۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمُ

10/243 بَابُ الۡحِسَابِ وَالۡقِصَاصِ وَالۡمِيۡزَانِ

حساب، قصاص اور میزان کا بیان

189/6966 ﴾حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ہے کوئی جس سے قیامت کے دن حساب لیا جائے گا مگر وہ ہلاک ہو جائیگا، تو میں 1﴾ نے عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ یہ ارشاد نہیں فرماتا "فَسَوۡفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيۡرًا" (84۔ سورۃ الانشقاق، آیت نمبر:8) اس سے آسان حساب لیا جائیگا؟ تو آپ نے فرمایا: وہ تو صرف پیشی 2﴾ ہے لیکن جس شخص سے حساب لینے میں سختی کی جائے گی 3﴾ وہ ہلاک ہو جائیگا۔ (متفق علیہ)۔

190/6967 ﴾انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

1﴾ **قلت او لیس یقول اللہ** (میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا) تعارض کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں لفظ عام ہے ہر اس شخص کو عذاب دیئے جانے کے بارے میں جس سے حساب لیا جائے اور آیت کا لفظ بتا رہا ہے کہ ان میں سے بعض کو عذاب نہیں دیا جائیگا، آیت اور حدیث میں تطبیق کا طریقہ یہ ہے کہ آیت میں حساب سے صرف پیش کرنا مراد ہے اور اس کے اعمال کو بتا دینا ہے، پس وہ اپنے گناہوں کا اقرار کریگا، پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے اظہار کیلئے اسکو درگزر کر دیگا، جیسا کہ مناقشہ عدل کے ظہور کو واضح کرنے کیلئے ہے۔ (مرقات)۔

2﴾ **قولہ انما ذلک العرض** (وہ صرف پیشی ہے) مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں جو حساب یسیر ہے اس سے مراد اسکے عمل کو پیش کرنا ہے اور اس سے جرح وقدح مراد نہیں۔ (مرقات)۔

3﴾ **قولہ من نوقش فی الحساب** (جس شخص سے حساب میں جرح وقدح کی جائے) اسکا خلاصہ یہ ہے کہ مناقشہ سے مراد پورا پورا حساب لینا اور لینا دینا چکانا، چھوٹے بڑے تھوڑے اور زیادہ سب گناہوں کو نظر انداز نہ کرنا، اور یھلک میں ہلاکت سے مراد عذاب ہے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

کو اپنی بعض نمازوں میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:" اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا". (اے اللہ[1]! تو مجھ سے آسان حساب لے) میں عرض کی اے اللہ کے نبی! آسان حساب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے نامۂ اعمال کو دیکھ لے اور اللہ تعالیٰ اس کو درگذر کردے، اے عائشہ! جس شخص سے اس دن حساب میں سختی کی جائے وہ ہلاک ہوجائے گا۔(احمد)۔

191/6968 ﴿عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں ہے تم میں سے کوئی شخص مگر اسکا رب اس سے کلام فرمائیگا اسکے اور اسکے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا اور نہ کوئی حجاب ہوگا جو اس کے لئے آڑ کرتا ہو، پس وہ اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو وہ نہیں دیکھے گا مگر اپنا وہ عمل جس کو وہ آگے بھیجا ہے اور وہ اپنے بائیں جانب دیکھے گا، وہ نہیں دیکھے گا مگر وہی چیز جس کو وہ آگے بھیجا ہے اور وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو وہ نہیں دیکھے گا سوائے جہنم کے اپنے سامنے، پس تم جہنم سے بچو! اگرچیکہ [2] آدھے کھجور سے ہو۔(متفق علیہ)۔

192/6969 ﴿ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ

---

1 ﴿ قولہ اللھم حاسبنی حسابا یسیرا (اے اللہ تو مجھ سے آسان حساب لے) یہ (دعاء) تو تعلیمِ امت کے لئے ہے اور انکو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کے لئے، یا اس سے حاصل ہونے والی نعمت سے لذت حاصل کرنا ہے، یا خشیت الٰہی کی وجہ سے ہے، جیسا کہ آپ کا مقام ارفع اسکا تقاضا کرتا ہے آپ کو رب العزت کی معرفت میں اس درجہ استغراق رہتا ہے کہ اپنے مقام نبوت اور مقام معصومیت کی طرف التفات نہیں فرماتے۔(مرقات)۔

2 ﴿ ولو بشق تمرۃ (اگرچیکہ آدھے کھجور سے ہو) اسکے دو معنی ہیں (1) ایک یہ ہے کہ تم جہنم سے بچو اور کسی پر ظلم نہ کرو! اگرچیکہ وہ کھجور کے ایک حصہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔(2) دوسرے معنی یہ ہے کہ تم جہنم سے بچو اگرچیکہ کھجور کا ایک حصہ صدقہ دیکر ہی سہی۔

اور انہوں نے اس حدیث کو باب الصدقۃ صدقہ کے بیان میں بھی لایا ہے اور مقامات میں اسکو ذکر کرکے اس بات کا اشارہ کیا ہے کہ دونوں معنی مراد لے سکتے ہیں اور دوسرے معنی کو ترجیح ہے۔(لمعات)۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ مؤمن کو قریب کریگا پس وہ اس پر اپنا بازوئے رحمت رکھے گا اور اسکو چھپائیگا اور ارشاد فرمائیگا، کیا تو فلاں گناہ جانتا ہے کیا تو فلاں گناہ جانتا ہے؟ تو وہ عرض کریگا ہاں اے میرے پروردگار! یہاں تک وہ اس سے اسکے گناہوں کا اقرار کرائیگا، تو وہ اپنے دل میں سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہوگیا، تو (اللہ تعالیٰ) فرمائیگا میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں کو چھپالیا تھا اور آج میں تیرے ان گناہوں کو بخش دیتا ہوں، پس اس کو اسکے نیکیوں کا نامہ دے دیا جائیگا، اب رہا کفار اور منافقین تو انکو خلائق کے سامنے آواز دی جائیگی کہ یہ ہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر جھوٹ بولے، آگاہ رہو! ظالمین پر اللہ کی لعنت ہے۔ (متفق علیہ)۔

193/6970 ﴿ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا نصرانی دے گا اور فرمائیگا یہ 1 تیرا فدیہ ہے دوزخ سے۔ (مسلم)۔

---

1 ﴿ قولہ هذا فكاكك من النار (یہ جہنم سے تیرا چھٹکارہ ہے) قاضی رحمہ اللہ نے کہا: جب ہر مکلّف کا جنت میں ایک ٹھکانہ ہے اور جہنم میں ایک ٹھکانہ ہے پس جو شخص کما حقہ ایمان لائیگا تو اسکا جہنم کا ٹھکانہ جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا جائیگا، اور جو ایمان لائے تو اسکے برعکس ہوگا، کفار جہنم کے ٹھکانوں میں مومنین کی جگہ لینے والوں اور ان کے نائب کی طرح ہیں و نیز جب قسم الٰہی واقع ہوچکی ہے جہنم کو بھرنے کے متعلق تو اس کا بھرنا کفار سے بھرنا مومنین کو خلاصی دلانے اور ان کو جہنم سے نجات کیلئے ہے۔ پس وہ کافر اس سلسلہ میں مومنین کیلئے فدیہ اور فکاک (چھٹکارہ) کی طرح ہیں، یہودیوں نصرانیوں کو خاص طور پر اسلئے ذکر کیا گیا کیونکہ وہ مسلمانوں کی مخالفت میں اور مسلمانوں کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کی مخالفت میں مشہور ہیں۔ (اھ)۔

اور اسکو کبھی فکاک (گروی چھڑانا) سے تعبیر کیا گیا اور کبھی فداء (فدیہ دینے) سے تعبیر کیا گیا یہ بطور مجاز اور وسعت معنی کے طور پر ہے؛ کیونکہ اس سے مسلمان کے گناہ کی وجہ سے کتابی (یہودی نصرانی) کو عذاب دینا مراد نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اس کے بارے میں ارشاد ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (ایک نفس دوسرے نفس کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) (مرقات)۔

194/6971 ﴿حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن حضرت نوح (علیہ السلام) کو لایا جائیگا پس ان سے کہا جائیگا کیا آپ نے تبلیغ کی تھی؟ تو وہ کہیں گے ہاں اے میرے رب! پھر انکی امت سے پوچھا جائیگا، کیا انہوں نے تمکو تبلیغ کی تھی؟ تو وہ کہیں گے: ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تو کہا جائیگا، آپ کے گواہ کون ہیں؟ تو وہ عرض کرینگے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی امت ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو لایا جائیگا پس تم گواہی دو گے کہ یقیناً انہوں نے تبلیغ کی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی **"وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا"** (2۔سورۃ البقرۃ، آیت نمبر:143) (اور اسی طرح ہم نے تم کو بہترین امت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہوں)۔ (بخاری)۔

195/6972 ﴿حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، پس آپ مسکرائے آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کس وجہ [1] سے میں مسکرا رہا ہوں؟ انہوں نے کہا: ہم نے عرض کیا اللہ اور اسکے رسول زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا: بندے کے اپنے رب سے عرض معروض کرنے پر وہ کہے گا اے میرے رب! کیا تو نے مجھکو ظلم سے امان نہیں دی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ فرمائیگا کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: پس وہ کہے گا بے شک میں اپنے آپ پر، روا نہیں رکھتا مگر مجھ میں سے ہی گواہ کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس وہ فرمائیگا، آج تجھ پر گواہی دینے کیلئے تیرا نفس اور کراماً کاتبین کافی ہیں، آپ نے

---

1 ﴿ **قولہ مما اضحک** (میں کس سبب سے ہنس رہا ہوں) اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عجیب وغریب معاملہ کے سوا کسی اور چیز پر ہنسنا مناسب نہیں۔ (مرقات)۔

فرمایا: پس اسکے منہ پر مہر لگادی جائیگی اور اسکے اعضاء سے کہا جائیگا بولو آپ نے فرمایا: پس وہ اسکے اعمال کو بیان کرینگے پھر اسکے اور کلام (گفتگو) کے درمیان تنہا چھوڑ دیا جائیگا، آپ نے فرمایا: چنانچہ وہ کہے گا تمہارے لئے دوری ہو اور پھٹکار ہو میں تو تمہارے ہی لئے جھگڑتا تھا۔ (مسلم)۔

196/6973 ﴿حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن 1 اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ دوپہر کے وقت سورج کو دیکھنے کے بارے میں شک کرتے ہو جو بادل میں نہیں ہو؟ تو انہوں نے کہا: نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم چودھویں کے چاند کو دیکھنے کے بارے میں شک وشبہ کرتے ہو جو بادل میں نہیں ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! تم اپنے رب کے دیدار کے بارے میں شبہ نہیں 2 کرتے ہو مگر جیسا کہ تم ان دونوں میں سے کسی ایک کے دیکھنے کے بارے میں شک کرتے ہو، آپ نے فرمایا: چنانچہ وہ بندے سے ملاقات فرمائے گا اور کہے گا: اے فلاں! کیا میں تجھ پر کرم نہیں کیا؟ کیا میں تجھ کو سرداری عطا نہیں کی؟ اور کیا میں نے تیری شادی نہیں کروائی؟ کیا

---

1 ﴿ **قولہ یوم القیامۃ** (قیامت کے دن) اس قیامت کے دن کے ساتھ کیا اس لئے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا میں دیکھا نہیں جاسکتا، کیونکہ باقی رہنے والی ذات فنا ہونے والی آنکھ سے نظر نہیں آتی۔ (مرقات)۔

2 ﴿ **قولہ لا تضارون الخ** (تم شک نہیں کروگے) علامہ طیبی نے کہا: انکا یہ قول: **الا کما تضارون** (مگر جیسا کہ تم شک کرتے ہو) ظاہر بات یہ تھی کہ یوں کہا جاتا ''تم اپنے رب کے دیدار میں شک نہیں کروگے جیسا کہ تم ان دونوں میں سے کسی کے بھی دیکھنے میں شک نہیں کرتے، لیکن اس (بات) کو اس قول کی طرح ظاہر کیا گیا ہے: **شعر**، اور ان میں کوئی عیب نہیں ہے سوائے اس کے کہ انکے تلواروں میں دندانے ہیں فوجی دستوں کو مارنے کی وجہ سے یعنی تم اللہ تعالیٰ کے دیدار میں شک نہیں کروگے مگر جیسا کہ تم لوگ شک کرتے ہو چاند سورج کو دیکھنے میں اور ان کے دیکھنے میں کوئی شک نہیں ہے، تو بلا شبہ تم لوگ اس میں شک نہیں کروگے۔ (مرقات)۔

میں نے تیرے لئے گھوڑوں اور اونٹوں کو تابع نہیں کیا؟ اور کیا میں نے تجھے اس حالت میں نہ چھوڑا کہ تو سرداری کرتا ہے اور دولت حاصل کرتا ہے؟ تو وہ عرض کرے گا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا پس وہ فرمائیگا کیا تو نے یہ سمجھا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ تو وہ کہے گا: نہیں تو وہ فرمائیگا بے شک میں تجھ کو بھولا ہوا چھوڑ دیتا ہوں جیسا کہ تو مجھے بھول گیا تھا پھر وہ دوسری مرتبہ ملاقات کرے گا پس وہ اسی طرح ذکر کرے گا، پھر وہ تیسری مرتبہ ملاقات کریگا پس وہ اس سے ایسا ہی کہے گا تو وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھ پر اور تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا اور میں نماز پڑھا روزہ رکھا اور صدقہ خیرات کیا اور وہ جتنا ہو سکے وہ اپنی تعریف کرے گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا تب تو تو یہیں ٹھیر کہا جائیگا! اب ہم تیرے خلاف ایک گواہ کو اٹھائینگے تو وہ اپنے آپ میں غور و فکر کریگا کون ہے وہ جو میرے خلاف گواہی دیگا تو اسکے منہ پر مہر لگادی جائیگی اور اسکی ران سے کہا جائیگا تو بول اسکی ران اور اسکا گوشت اور اسکے ہڈیاں اس کے عمل کے بارے میں بولیں گے اور وہ اسلئے ہے تاکہ اس کے عذر کو ختم کردیا جائے اور وہ منافق ہوگا اور یہ وہ ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ (مسلم)۔

197/6974 ﴿حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ [1] پیش کئے جائیں گے، لیکن دو پیشیاں وہ بحث و مباحثہ اور

---

[1] ﴿ قولہ ثلاث عرضات الخ (تین پیشیاں) عرضات کا لفظ ''ع ر'' دونوں کو فتح یعنی تین مرتبہ پیشی ہوگی ہے اب رہا پہلی مرتبہ لوگ اس میں اپنی جانب سے مدافعت کرینگے اور کہینگے انبیاء علیہم السلام نے ہمکو نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ سے بحث کرینگے اور دوسری مرتبہ میں وہ لوگ اپنے گناہوں کا اعتراف کرینگے اور عذر پیش کرینگے اس طور پر کہ ہر شخص یوں کہے گا میں نے یہ کام بھولے سے غلطی سے نادانی سے اور امید کی بنیاد پر کیا ہے اور اس جیسے الفاظ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی قول: فاما عرضتان فجدا ال و معاذیر کا یہی مطلب ہے۔ (مرقات)۔

عذروں کو پیش کرنے کے لئے ہیں، البتہ تیسری پیشی تو اسوقت ہاتھوں میں صحیفے اڑکر پہنچ جائیں گے، تو ان میں بعض اپنے دائیں ہاتھ میں لینے والے ہیں [1] اور بعض اپنے بائیں ہاتھ میں لینے والے ہیں، اسکو احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور انہوں نے (صاحب ترمذی) نے کہا: یہ حدیث صحیح نہیں ہے اسوجہ سے کہ حضرت حسن نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماعت نہیں کی۔

ملا علی قاری رحمہ الباری نے کہا: یعنی اسکی سند منقطع ہے متصل نہیں ہے، لیکن شیخ جزری نے ''**تصحیح المبابیح**'' میں کہا کہ امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں امام حسن کی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی تین احادیث تخریج کی اور ان کو بیان کیا ہے اور انہوں نے یہ فرمایا کہ مگر امام مسلم نے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث بیان نہیں کی، اسی (قول) کو میرک نے نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: امام مسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان نہ کرنے سے اسی حدیث کی سند کا صحیح نہ ہونا لازم نہیں آتا؛ کیونکہ بخاری کی شرط کہ ملاقات کا ثابت ہونا اگر چہ کہ وہ ایک مرتبہ ہو مسلم کی شرط سے زیادہ قوی ہے اور مسلم کی شرط معاصرت ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے کہا ہے کہ بعض نے حسن عن ابی موسیٰ روایت کیا ہے۔

ملا علی قاری نے کہا: یعنی حدیث اس طریق سے متصل ہے اور اسکو انکی سند سے تقویت مل

---

1 ﴾ **قولہ فاخذ بیمینه واخذ بشماله** (ان میں سے بعض اپنے دائیں ہاتھ میں (نامہ اعمال) لینے والے ہیں اور بعض اپنے بائیں ہاتھ میں لینے والے ہیں، (**فاخذ** میں) فاء تفصیلیہ ہے یعنی پس ان میں سے بعض اپنے دائیں ہاتھ میں لینے والے ہیں اور وہ اہل سعادت میں سے ہیں اور ان میں سے بعض اپنے بائیں ہاتھ میں لینے والے ہیں اور وہ اہل شقاوت میں سے ہیں، پس اس وقت ان کے فیصلے پورے ہوجائیں گے ابتداء کے موافق اور اہل ضلالت یعنی گمراہ لوگ اہل ہدایت (ہدایت یافتہ حضرات) کی الگ الگ پہچان ہوجائے گی۔ (مرقات)۔

گئی؛ کیونکہ صاحب مشکوٰۃ اپنے اسماء رجال ذکر کیا کہ حسن نے صحابہ کرام سے روایت کی ملا ابوموسیٰ انس بن مالک اور ابن عباس اور انکے علاوہ دیگر حضرات ہیں۔

198/6975 ﴿حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ رسول اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ ایک میدان میں جمع کئے جائیں گے، پس ایک آواز دینے والا آواز دیگا اور کہے گا، وہ لوگ کہاں ہیں 1 جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے تھے، چنانچہ وہ لوگ کھڑ ہونگے، اس روز وہ کم ہوں گے، پس وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہونگے، پھر تمام لوگوں کو حساب کی طرف (جانے کا) حکم دیا جائیگا۔ (اسکو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے)۔

199/6976 ﴿حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا، میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار حضرات کو بغیر حساب و بغیر عذاب کے جنت میں داخل فرمائیگا، ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہونگے اور میرے رب کے پسووں میں سے تین پسو۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)۔

200/6977 ﴿حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپ مجھے بتایئے کہ قیامت کے دن کون 2 کھڑے رہنے کی طاقت رکھے گا جسکے بارے میں اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا: جس دن لوگ

---

1 ﴿قولہ الذین کانت تتجافی الخ (وہ لوگ جنکے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں) ان لوگوں سے کون مراد ہیں اس میں اختلاف ہے، بعض نے کہا: وہ تہجد گزار ہیں اور بعض نے کہا: وہ اوّابین کی نماز پڑھنے والے ہیں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو عشاء اور فجر باجماعت پڑھتے ہیں۔ (مرقات، لمعات)۔

2 ﴿ قولہ من یقوی علی القیام (کون کھڑے رہنے کی طاقت رکھتا ہے) یعنی حساب و کتاب کیلئے اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے رہنے کی کون طاقت رکھتا ہے اور "الذی قال اللہ عزوجل"، یعنی اس دن کے بارے میں اس میں اسم موصول (الذی) یوم القیامۃ کی صفت ہے۔ (مرقات)۔

رب العالمین کے آگے کھڑے ہونگے ،تو آپ نے فرمایا: وہ دن مؤمن پر ہلکا کردیا جائیگا یہاں تک کہ وہ اس پر ایک فرض نماز کی طرح ہوگا۔(بیہقی نے اسکو کتاب البعث والنشور میں روایت کیا ہے)۔

201/6978 اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا اس دن کے متعلق جسکی مقدار پچاس ہزار سال ہے، اس دن کی درازی کیا ہے تو آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! یقیناً وہ مؤمن پر ہلکا کردیا جائیگا[1] یہاں تک وہ اس پر اس فرض نماز سے بھی ہلکا ہوگا جسے وہ دنیا میں پڑھتا تھا۔ (بیہقی نے اسکو کتاب البعث والنشور میں روایت کیا ہے)۔

202/6979 حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: ایک شخص آیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے کچھ غلام ہیں جو مجھے جھٹلاتے ہیں اور میرے ساتھ خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں اور میں انکو گالیاں دیتا ہوں اور مارتا ہوں پس میں ان سے متعلق کیسا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو حساب لگایا جائیگا اس کا جو انہوں نے تیرے ساتھ خیانت کی اور جو انہوں نے تیری نافرمانی کی اور جو انہوں نے تجھے جھٹلایا اور تیرے انکو سزا دینے کا، پس اگر تیرا انکو سزا دینا انکے جرائم کی بقدر رہے تو وہ تیرے لئے ''کفاف'' برابر برابر ہوجائے گا نہ تیرے لئے کچھ فائدہ ہوگا اور نہ تیرے خلاف نقصان، اور اگر تیرا انکو سزا دینا انکے جرائم سے کم ہو تو یہ تیرے لئے فضل کی چیز ہے[2] اور اگر تیرا انکو سزا دینا انکے جرائم سے زیادہ ہو تو انکے لئے تجھ سے

---

[1] قولہ یخفف عل المؤمن الخ (مؤمن پر ہلکا کردیا جائے گا) تو اسکا مفہوم یہ ہے کہ وہ (دن) مؤمن پر آسان ہوجائیگا مقدار میں یا کیفیت میں یا ان دونوں میں بھی یہاں تک کہ وہ (دن) بعض کے لئے ایک گھڑی کی طرح ہوگا اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کو ایک گھڑی قرار دیا اور اس میں اللہ کی اطاعت کئے۔(مرقات)۔

[2] قولہ کان فضلا لک (وہ تیرے لئے فضل ہوگا) ظاہر ہیکہ اسکے لئے ان سے بدلہ لیا جائیگا کہ آپ نے آخری قسم میں فرمایا: انکے لئے تجھ سے زائد کا بدلہ لیا جائیگا، یہاں ان سے قصاص کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ حدیث کا سیاق خود اس کو بتارہا ہے۔(لمعات)۔

بدلہ لیا جائیگا، تو وہ شخص ہٹ گیا اور آہ و بکا کرنے اور رونے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: کیا تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتا اور ہم بروز قیامت انصاف کی ترازو رکھیں گے پس کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائیگا اور اگر وہ رائی کے دانے کے برابر بھی ہو تو ہم اسکو لائیں گے اور ہم حساب لینے کے لئے کافی ہیں؟ تو اس شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں اپنے لئے اور ان کے لئے ان کو چھوڑ دینے سے بہتر کوئی چیز نہیں پاتا، میں آپ کو گواہ بناتا ہوں یہ سب آزاد ہیں۔ (ترمذی)۔

203/6980 ﴿ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میری امت میں سے ایک شخص کو تمام مخلوقات کے سامنے منتخب 1 فرمائے گا، پس وہ اس پر ننانوے (99) رجسٹر پھیلا دیگا ہر رجسٹر تا حد نگاہ ہوگا، پھر وہ فرمائیگا: کیا تو اس میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا تجھ پر میرے لکھنے والے نگران فرشتوں نے ظلم کیا ہے؟ تو وہ عرض کریگا نہیں اے میرے رب! تو رب فرمائیگا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ تو وہ عرض کریگا نہیں اے میرے رب! تو وہ فرمائیگا کیوں نہیں یقیناً تیری ہمارے پاس ایک نیکی ہے اور آج تجھ پر کچھ ظلم نہیں ہوگا، پس ایک پرچی نکالی جائیگی جس میں ''اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ '' ہوگا (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور اسکے رسول ہیں) تو رب تعالیٰ فرمائے گا: تو اپنے تول کے پاس حاضر ہو جا 2 تو وہ عرض کرے گا اے میرے

---

1 ﴾ **قولہ سیخلص** (منتخب فرمائیگا لام کی تشدید کے ساتھ ہے اسکے معنی یختار یہ یعنی منتخب فرمائیگا۔ (مرقات)۔

2 ﴾ **قولہ احضر وزنک** (تو اپنے وزن کے پاس حاضر ہو) اگر یہ کہا جائے کہ اعمال میں تو عرض ہیں انکو تولنا ممکن نہیں اور صرف اجسام ہی تولے جاتے ہیں، تو اسکا جواب یہ دیا جائیگا کہ اس رجسٹر کو تولا جائیگا جس میں اعمال لکھے گئے ہیں اور وہ مختلف ہوتا ہے احوال کے مختلف ہونے سے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اعمال واقوال کو جسم دیگا تو وہ تولے جائیں گے، پس طاعتیں بھاری ہو جائیں گی، برائیاں ہلکی ہو جائینگی، کیونکہ عبادت نفس پر بھاری تھی اور گناہ آسان تھے اسی وجہ سے حدیث میں وارد ہے، جنت کو مشقت کی چیزوں سے گھیرا گیا ہے اور دوزخ کو خواہشات سے گھیرا گیا ہے۔ (مرقات)۔

رب! یہ ایک پرچی ان دفتروں کے مقابل میں ہوگی، تو رب تعالیٰ فرمائیگا تجھ پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس رجسٹر ایک پلہ میں رکھے جائینگے اور وہ پرچی ایک پلہ میں رکھ دی جائیگی، تو دفتر ہلکے ہوجائینگے اور پرچی بھاری ہوجائیگی پس اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز وزن نہیں ہوگی۔(ترمذی، ابن ماجہ)۔

204/6981 ﴿ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے دوزخ کا خیال کیں اور روئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو کونسی چیز رلائی ہے؟ انہوں نے عرض کیا مجھے دوزخ یاد آگئی اور رو پڑی کیا لوگ بروز قیامت اپنے اہل کو یاد کرینگے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: البتہ 1 تین مقامات میں کوئی شخص کسی کو یاد نہیں رکھے گا، میزان 2 کے پاس یہاں تک کہ وہ جان لے اسکا وزن اعمال ہلکا رہیگا یا وزنی رہیگا اور نامہ اعمال کے وقت 3، جب کہا جائیگا آؤ اپنا نامہ اعمال پڑھو، یہاں تک کہ وہ جان لیں کہ اسکا نامۂ اعمال کہاں واقع ہوگا

1 ﴿ قولہ اما فی ثلاثہ مواطن فلا یذکر احد احدا (البتہ تین مقامات میں کوئی شخص کسی کو یاد نہیں کریگا) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث آئیگی جو اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ آپ ﷺ ان مقامات میں شفاعت فرمائنگے کیوں نہ ہو آپ وہ محبوب ہیں جن سے شفاعت کی امید کی جاتی ہے آنے والی ہر مصیبت میں۔

ان دو حدیثوں میں تطبیق یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بطور مبالغہ فرمایا تا کہ وہ اس بات پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے حرم مبارک ہیں، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے شفاعت کی بات اسلئے فرمایا تا کہ وہ مایوس نہ ہوجائیں۔(لمعات)۔

2 ﴿ قولہ عند المیزان (میزان کے پاس) اہل حق نے کہا: میزان حق ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیَامَةِ" (اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے) قیامت کے دن ایک ترازو رکھا جائیگا جسکے ذریعہ ان نامۂ اعمال کو تولا جائیگا جن میں بندوں کے اعمال لکھے ہوئے ہیں اور اس (ترازو) کے دو پلڑے ہونگے ان میں سے ایک نیکیوں کا اور دوسرا گناہوں کا اور حسن سے روایت ہے اس (ترازو) کے دو پلڑے ہیں اور ایک زبان ہے، طیبی نے اسکا ذکر کیا ہے۔(مرقات)۔

3 ﴿ قولہ وعند الکتاب (اور نامۂ اعمال کے پاس) یعنی اسکے دیئے جانے کے وقت۔(مرقات)۔

آیا اسکے دائیں ہاتھ میں یا اسکے بائیں ہاتھ میں اسکے پیٹھ پیچھے سے اور پل صراط کے پاس [1]، جب وہ جہنم کے پشت کے درمیان رکھا جائیگا۔ (ابوداوٴد)۔

بَابُ الْحِسَابِ وَالْقِصَاصِ وَالْمِيْزَانِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

---

[1] ﴿ قولہ وعند الصراط (اور پل صراط کے پاس) امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ وہ (صراط) جہنم کی پشت پر ایک دراز پل ہے جس پر سے تمام لوگ گذریں گے مومنین اپنے اعمال ودرجات کے مطابق نجات پائیں گے، اور دوسرے لوگ اس میں گر جائیں گے، اللہ تعالیٰ ہمکو (اس سے) عافیت عطا فرمائے اور ہمارے اصحاب متکلمین اور اسلاف کہتے ہیں کہ وہ (صراط) بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور اس طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے۔ (مرقات)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمُ

بَابُ الۡحَوۡضِ وَالشَّفَاعَۃِ

11/244 حوض اور شفاعت کا بیان

205/6982 سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت میں جنت میں چل رہا تھا اچانک ایک نہر[1] کے پاس پہنچا جسکے دونوں جانب ایسے موتی کے خیمے ہیں جس کو اندر سے تراشا گیا ہے، میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا: یہ وہ کوثر ہے جو آپکے رب نے آپ کو عطا کیا، پس میں کیا دیکھتا ہوں کہ اسکی مٹی مہکتی ہوئی مشک ہے۔ (بخاری)۔

206/6983 سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا حوض ایک مہینہ کی مسافت کا ہے،

---

[1] قولہ انا بنھر (اچانک میں ایک نہر کے پاس پہنچا) داودی نے کہا: اگر یہ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "انا بنھر" الفاظ حدیث شریف سے ہے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس حوض سے چند لوگوں کو قیامت کے دن ہٹا دیا جائیگا یہ وہ نہر نہیں جو جنت میں ہے یا یہ ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں تشریف فرما رہ کر انہیں دیکھینگے جبکہ وہ سب جنت کے باہر ہونگے پھر انہیں آواز دینگے تو انہیں اس سے ہٹا دیا جائیگا۔ بعض علماء نے اس وضاحت کو پسند نہیں کیا اور کہا کہ جو حوض جنت کے باہر ہے وہ جنت کے اندرونی نہر سے جاری رہتا ہے ایسی صورت میں اصلاً کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ انتھی۔ میں کہتا ہوں بعض علماء نے جو کہا کہ وہ جنت سے جاری ہے اسکے لئے دلیل کی ضرورت ہے، اس سے بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو حوض ہیں ایک جنت میں ہے اور دوسرا بروز قیامت ہوگا یہ علامہ عینی کا کہنا ہے۔

اور اسکے تمام کنارے برابر ہیں، اسکا پانی 1 دودھ سے زیادہ سفید ہے، اسکی خوشبو مشک سے زیادہ معطر ہے اور اسکے کوزے آسمان کے تاروں کے مانند ہیں، جو ان سے پیے گا وہ کبھی پیاسا 2 نہ ہوگا۔ (بخاری، مسلم)۔

207/6984 ﴿سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک تمہارے سامنے میرا حوض ہے اسکے دونوں کناروں کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہے جتنا کہ مقام جرباء اور اذرح کے درمیان ہے۔

بعض راویوں نے کہا: یہ دونوں ملک شام کے گاؤں ہیں ان دونوں کے درمیان تین راتوں کی مسافت ہے۔

208/6985 ﴿ایک روایت میں ہے اس میں آسمان کے تاروں کے مانند آبخورے ہیں جو شخص اس پر آکر اس سے پیے گا تو وہ اسکے بعد کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ (بخاری، مسلم)۔

---

1 ﴿ قولہ ماءہ ابیض من اللبن (اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہوگا) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: علماء نحو کہتے ہیں فعل تعجب اور اسم تفضیل رنگ اور عیوب کیلئے استعمال نہیں ہوتے بلکہ اس کے لئے اشد اور ابلغ جیسے الفاظ لائے جاتے ہیں اسی لئے ما ابیض زیدا و لا زید ابیض من عمرو نہیں کہا جائیگا، مگر اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کا استعمال درست اور یہ ان کے خلاف حجت ہے جو اس سے منع کرتے ہیں، یہ بھی ایک زبان کا قاعدہ ہے اگرچہ کم استعمال ہوتا ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قولہ فلا یظمأ أبدا (پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا) ظمأ کے معنیٰ پیاس کی شدت علامہ قاضی نے فرمایا: اسکا ظاہری مطلب یہ ہے کہ اس نہر سے پینا حساب و کتاب اور دوزخ سے نجات کے فیصلہ کے بعد ہوگا یہی وہ وقت ہے جسکے بعد پیاسا نہ ہوگا اور کہا گیا جسکے مقدر میں دوزخ سے نجات ہے وہی اس سے پیے گا اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس امت میں سے ایسا شخص بھی پیے گا جسکے مقدر میں دوزخ میں جانا ہے مگر اسکو پیاس کا عذاب نہیں ہوگا، کیونکہ ظاہر حدیث شریف میں ہے مرتد کے سوا تمام امت اس سے پیے گی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بات اس طرح کی ہے کہ تمام امت اپنا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں لے گی، پھر اللہ تعالیٰ جسکو چاہے عذاب دیگا اور ایک قول یہ ہے کہ صرف نجات پانے والے ہی داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال لیں گے۔ (مجمع البحار)۔

ملا علی قاری نے فرمایا: صاحب قاموس نے ذکر کیا ہے کہ جرباء مقام اذرح کے بازو ایک قریہ ہے اور دونوں کے درمیان تین دن کی مسافت کہنے والوں نے غلطی کی، دراصل اس میں بعض زائد الفاظ ساقط ہوجانے کی وجہ سے بعض راویوں کو یہ وہم ہوگیا، جنکا ذکر دارقطنی نے کیا ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں میرے حوض کے دونوں کناروں کا درمیانی فاصلہ ایسا ہی ہے جیسے مدینہ شریف اور مقام جرباء واذرح کے درمیان ہے۔

209/6986 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً میرا حوض مقام عدن سے ایلہ تک کی مسافت سے بھی بڑا 1 ہے وہ برف سے زیادہ سفید اور دودھ میں ملے ہوئے شہد سے زیادہ شیریں ہے 2 اور اسکے برتن تاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں، میں دوسرے لوگوں کو اس سے ایسے روکونگا جیسے کوئی آدمی دوسرے لوگوں کے اونٹوں کو اپنے حوض سے روکتا ہے، صحابہ نے

---

1 ﴿ **قولہ ابعد من ایلہ من عدن** (مقام ایلہ سے عدن تک کی مسافت سے بھی بڑا ہے) علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پہلا لفظ من ابعد کے متعلق ہے اور دوسرے من کا متعلق لفظ بعد مقدر ہے اس حدیث شریف میں اور آنے والی حدیث شریف یعنی **ما بین عدن وعمان** (عمان ع کے فتحہ اور میم کی تشدید کے ساتھ ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے) اور حدیث شریف میں بین صنعاء والمدینۃ اور اس جیسی روایات کے درمیان تطبیق اس طرح ہے کہ یہ سب روایتیں تقریبی انداز کے طور پر ہیں نہ کہ حد بندی کیلئے اور سامعین کے الگ الگ معلومات کے مطابق ہیں، علامہ قاضی رحمہ اللہ نے فرمایا: حوض کی مقدار میں احادیث شریفہ میں جو اختلاف ہے وہ اس لئے ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کے لئے بطور مثال اور بطور تخمینہ ایسی ہی مقدار بیان فرمائی ہے جس کو وہ جانتے تھے اور انہوں نے اسی کی روایت کیا۔ (مرقات)۔

2 ﴿ **قولہ واحلی من العسل باللبن** (اس شہد سے بھی شیریں جو دودھ کے ساتھ ملایا گیا ہو) یعنی دودھ میں ملا ہوا۔ (مرقات)۔

عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ اس روز ہمیں پہچانیں گے؟ فرمایا: ہاں 1 تمہاری ایک نشانی ہوگی جو کسی اور امت کیلئے نہیں ہوگی، تم میرے پاس آؤ گے اس حال میں کہ وضو کے اثر سے تمہارے چہرے اور ہاتھ پیر چمکتے رہیں گے۔ (مسلم)۔

210/6987 ﴿ اور مسلم کی ایک روایت میں سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تُو اس میں آسمان کے تاروں کی تعداد کے برابر سونے اور چاندی کو لوٹے دیکھے گا۔

211/6988 ﴿ اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پانی سے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شریں ہے، اس میں دو پرنالے گرتے ہیں جو جنت سے اس میں جاری ہوتے ہیں، ان میں سے ایک سونے 2 کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔ (مسلم)۔

212/6989 ﴿ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے حوض کی لمبائی عدن سے مقام 3 بلقاء کے عمان تک ہے، اس کا پانی دودھ سے

---

1 ﴿ **قولہ نعم لکم سیما الخ** (ہاں تمہاری ایک نشانی ہوگی) نشانی سے مراد مذکورہ، دو وصف ہونا ظاہر ہے یہ دونوں اس امت کی خصوصیات سے ہیں اگرچہ وضو کے بارے میں اختلاف موجود ہے کہ کل انبیاء کرام اور انکی امتوں کیلئے تھا یا نہیں اس امت کیلئے تو ضرور ہے بعض نے کہا: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے تو تھا انکی امت کیلئے نہیں اس میں امت مرحومہ کیلئے ایک عظیم فضیلت اور بڑا رتبہ ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴿ **قولہ احدھما من ذھب والاخر من ورق** (ان میں سے ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے) ان دو (دھاتوں) سے زرد اور سفید مختلف رنگوں سے زینت دینا مقصود ہے اس لئے نہیں کہ وہاں سونا کمیاب ہے، یہ قول دنیوی حکم پر قیاس کی بنیاد پر ہوگا۔ (مرقات)۔

3 ﴿ **قولہ الی عمان البلقاء** (مقام بلقاء کے عمان تک) ع کے ضمہ اور میم کے تشدید کے ساتھ لفظ بلقاء (با کو فتحہ اور لام کو جزم اور ق کے بعد الف ممدودہ کے ساتھ) کا مضاف ہے۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔

زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اسکے آب خورے آسمان کی تاروں کے تعداد میں ہیں جو اس سے ایک گھونٹ پیے گا اسکے بعد کبھی پیاسا نہ ہوگا، لوگوں میں سب سے پہلے اس پر آنے والے پراگندہ بال، سیدھے سادھے لباس والے مہاجر فقراء ہیں، جو مالدار عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے ہوں اور دروازے انکے لئے کھولے نہ جاتے ہوں۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)۔

213/6990 ﴿ حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حوض پر تم سے پہلے رہونگا جو میرے پاس سے گذرے گا پیے گا، جو پیے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا، اور میرے پاس چند لوگ آئینگے میں انہیں پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچانیں گے، پھر میرے اور انکے درمیان رکاوٹ ڈالدی جائیگی، تو میں کہونگا وہ میرے ہیں تو کہا جائیگا آپ نہیں جانتے ہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئے [1] نئے کام کئے، تو میں کہوں گا میرے بعد دین میں تبدیلی کرنے والے کیلئے دوری ہے دوری ہے۔ (متفق علیہ)۔

۔۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔زیادہ ظاہر یہ ہے کہ بلقاء ملک شام کا ایک شہر ہے اور عمان وہاں کا ایک موضعہ یہ اس سے قربت کی وجہہ سے اضافت کی گئی جیسا کہ امام عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: معنی یہ ہے کہ آخرت میں میرے حوض کی کشادگی کی مقدار دنیا میں ان دوجگھوں کے درمیان کا فاصلہ ہے، پھر جان لو کہ حوض کی مسافت مقرر کرنے میں احادیث شریفہ مختلف ہونا جیسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مروی حدیث شریف مابین ایلتہ وصنعاء اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مروی حدیث شریف کمابین جرباء واذرح اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مروی حدیث شریف ومسیرۃ شھرین اور حارثہ بن وہب کی مروی حدیث شریف کما بین صنعاء والمدینته اور اس جیسی, اس بات پر مبنی ہیں کہ حوض کے زیادہ طول وعرض کی تصویر کشی مقصود ہے بعینہ اسکی مقدار متعین کرنا اور حصر کرنا مقصود نہیں اسی لئے ہر جگہ حدیث شریف سننے والے مقصد جاننے کے موافق آئی ہے اور یہ بات بعید نہیں کہ دیکھنے والوں کے خیال اور پینے والوں کی جگہ اور انکے سینوں کی کشادگی وعمدہ نظر مختلف ہونے کے سبب اختلاف پایا جائے جیسے قبر کی وسعت، جنت کے منازل سالکین کی بہ نسبت مختلف ہونا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مرقات)۔

[1] ﴿ قولہ ما احدثوا بعدک (وہ آپ کے بعد کیا نئے نئے کام کئے) یعنی بے دین ہوجانا؛ کیونکہ تمام گناہ مومن کو حوض پر آنے اور اسکا پانی پینے سے نہیں روکتے۔ (مرقات)۔

214/6991 ﴿حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ ہم سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جگہ اترے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حوض پر آنے والوں کا تم ایک لاکھواں 1 حصہ بھی نہیں ہو پوچھا گیا تم اس دن کتنے تھے؟ کہا سات سو یا آٹھ سو۔ (ابوداؤد)۔

215/6992 ﴿حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا ایک حوض ہے اور وہ اس بات پر فخر کرینگے کہ ان میں سے کس کے پاس آنے والے زیادہ ہیں اور میں یقیناً امید 2 رکھتا ہوں کہ جن کے پاس سب سے زیادہ آنے والے ہیں وہ میں ہوں گا۔ (ترمذی)۔

216/6993 ﴿حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنین قیامت کے دن روک دئے جائینگے یہاں تک کہ وہ اسکی وجہ سے فکرمند ہو جائیں گے اور کہیں گے اگر ہم اپنے رب کی بارگاہ میں سفارش لے جائیں تو وہ ہمیں اس جگہ سے چھٹکارا دیگا، پھر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کرینگے آپ انسانوں کے والد حضرت آدم ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپکو اپنے دست قدرت سے بنایا اور اپنی جنت میں رکھا اور آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپکو ہر چیز کے نام بتایا، آپکے رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے تا کہ ہمیں ہماری

---

1 ﴿ قوله ما انتم جزء من مائة الف جزء الخ (تم ایک لاکھواں حصہ بھی نہیں ہو) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں اور جن وانس میں سے آپ کی تصدیق کرنے والوں کی کثرت مراد لیتے ہیں۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قوله وانی لا رجوا ان اکون اکثرهم واردة (میں یقیناً امید رکھتا ہوں کہ جن کے پاس سب سے زیادہ آنے والے ہیں وہ میں ہونگا) شاید اظہار امید یہ بتادئے جانے سے پہلے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت جنت میں اسی (80) صف اور باقی امتیں چالیس صف ہونگیں جیسا کہ گذر چکا۔ (مرقات)۔

اس جگہ سے نجات دے، آپ فرمائینگے میں تمہارے لئے اس منصب پر فائز نہیں ہوں اور وہ اپنی خطا کو یاد کریں گے جو انہوں نے کیا تھا؛ یعنی وہ جو درخت کھائے 1 تھے، جبکہ اس سے آپکو منع کیا گیا تھا لیکن تم پہلے ہی حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ! جنکو اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کے پاس بھیجا 2، وہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہونگے آپ فرمائینگے: تمہارے لئے اس درجہ میں نہیں ہوں اور وہ اپنی خطا کو یاد کریں گے جو انہوں نے اپنے رب سے بغیر علم کے سوال کیا تھا، لیکن تم حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے پاس جاؤ! فرمایا: وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہونگے آپ فرمائینگے، میں اس مقام میں نہیں ہوں اور آپ اپنی توریہ 3

1 ﴿ قوله اكله من الشجرة (جو درخت کھائے تھے) نصب کے ساتھ لفظ خطیئتہ سے بدل ہے یعنی درخت سے اپنے کھانے کو یاد کرینگے، یہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مبہم ضمیر محذوف کا بیان ہونا بھی درست ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ۔ (2۔البقرۃ، آیت:29) (مرقات)۔(مرقات)۔

2 ﴿ قوله اول نبی بعثه الله الخ (پہلے ہی جن کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا) اس اولیت میں اشکال پیدا کیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نبی مرسل ہیں اسی طرح حضرت شیث وحضرت ادریس اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھی۔ جواب دیا گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام نبی مبعوث یعنی رسول ہیں اور آپ سے پہلے انبیاء کرام رسول نہیں تھے، جیسے حضرت آدم وحضرت ادریس علیہما السلام مؤرخین کے بیان کے مطابق آپ (ادریس علیہ السلام) حضرت نوح علیہ السلام کے نبی ہیں اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ہونگے، پس حضرت ادریس علیہ السلام نبی مرسل ہونے کے باوجود حضرت نوح علیہ السلام نبی مبعوث ہونا صحیح ہے، البتہ حضرت آدم وشیث علیہم السلام دوذوات اگرچہ رسول ہیں مگر حضرت آدم علیہ السلام اپنی اولاد کی طرف بھیجے گئے جو کافر نہیں تھے بلکہ آپ انہیں ایمان اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی تعلیم دینے پر مامور تھے اور حضرت شیث علیہ السلام آپکے بعد ان میں آپکے خلیفہ تھے کہ حضرت آدم وادریس علیہما السلام رسول نہیں تھے، اور کہا گیا اول نبی بعثہ اللہ یعنی اولوالعزم انبیاء میں اس قول پر کوئی اشکال نہیں۔(مرقات)۔

3 ﴿ قوله ثلاث كذبات كذبهن (توریہ والی تین باتوں کو)۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

والی تین باتوں کو یاد کرینگے جو بظاہر خلاف واقعہ آپ نے فرمایا تھا اور لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ ایسے بندے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمایا اور انہیں شرف کلام سے نوازا اور انہیں سرگوشی کی قربت عطا فرمائی، فرمایا: تو وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہونگے آپ فرمائینگے میں اس درجہ میں نہیں ہوں اور اپنی وہ خطا یاد کریں گے جو انہوں نے کیا تھا یعنی ایک شخص کو آپ کا قتل کرنا لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، جو اللہ کے بندے اور اسکے رسول اور روح اللہ ہیں اور اسکا کلمہ ہیں فرمایا: وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس 1 آئینگے آپ فرمائینگے میں اس درجہ میں نہیں ہوں لیکن تم حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ آپ رب کے وہ بندے ہیں جن کو اللہ نے اگلے پچھلے ہر زمانہ 2 میں خطاء سے معصوم رکھا،

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ بغیر تشدید یعنی بطور توریہ انکو ادا کیا حضرت بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب توریہ والے کلام میں ایک یہ ہے آپکا قول: ''اِنِّـی سَقِیۡمٌ'' دوسرا ''بَلۡ فَعَلَهٗ كَبِيۡرُهُمۡ هٰذَا'' اور تیسرا آپکا حضرت سارہ سے فرمانا: ''هِیَ اُخۡتِیۡ'' حقیقت یہ ہے کہ مبہم کلام ہے لیکن اسکا ظاہر کذب کا ہم شکل ہے اسی لئے انکا نام اکاذیب رکھا؛ کیونکہ جسکو زیادہ اللہ تعالیٰ کا عرفان ہو اور باعتبار منزلت وہ اس سے زیادہ قریب ہو تو زیادہ آزمائش اور سخت خشیت میں ہوگا، انبیاء کرام کی طرف منسوب تمام خطاؤں کا اسی پر قیاس ہے۔ ابن ملک الکامل کبھی ان امور کا بھی مواخذہ ہوتا ہے جو غیر کے حق میں عبارت ہو جیسا کہ کہا جاتا ہے نیک لوگوں کے اچھے اعمال مقربین بارگاہ کیلئے سیئات کے درجہ میں ہیں۔

1 ﴾ قوله فیاتون عیسیٰ فیقول لست هناكم الخ (وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے آپ فرمائیں گے میں اس درجہ میں نہیں ہوں) آپکا بلا ارادہ عمل مذکور نہ ہونے کے باوجود آپ نے یہ فرمایا شاید آپکے حق میں نصاریٰ کے اس افتراء سے حیاء کرتے ہوئے کہ آپ ابن اللہ ہیں اور اس جیسی (ابن الملک شرح المشارق میں)۔

2 ﴾ قوله غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر (جنکو اللہ نے اگلے پچھلے ہر زمانہ میں خطا سے معصوم رکھا) یعنی مقام شفاعت عظمیٰ سے آپکو کوئی روکنے والا نہیں، امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ ان الفاظ سے ہے جنکے معنیٰ میں علماء نے اختلاف کیا ہے، حضرت قاضی نے فرمایا: کہا گیا۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

آپ نے فرمایا: وہ میری خدمت میں حاضر ہونگے 1 تو میں اپنے رب سے اسکے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت چاہونگا 2 مجھے حاضری کی اجازت 3 ملے گی جب اسکے دیدار سے مشرف ہونگا

۔۔ماقبی حاشیہ۔۔۔متقدم یعنی جو قبل نبوت ہوا اور متأخر یعنی اعلان نبوت کے بعد آپکی عصمت ہے، اور کہا گیا: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اعمال بلا ارادہ صادر ہوئے وہ مراد ہیں، طبری نے اسکو ذکر کیا اور امام قشیری رحمہ اللہ نے اسکو اختیار کیا اور کہا گیا: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت آدم کے جو گذر گئے اور جو آپکی امت کے آئندہ ہونے والی خطائیں اور کہا گیا: مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اگر آپکا ذنب ہوتا تو بھی مواخذہ نہیں ہوتا اور کہا گیا اس میں بتانا ہے کہ آپ گناہوں سے پاک ہیں فتح الباری میں ہے میں کہتا ہوں اس مقام پر چوتھا قول لائق ہے تیسرا قول یہاں نہیں آتا۔

1﴾ قولہ فیاتونی (وہ میری خدمت میں حاضر ہوں گے) حضرت شیخ محی الدین رحمہ اللہ نے فرمایا: پہلے حضرت آدم اور آپکے بعد انبیاء کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم سے پوچھنے کا ان پر اللہ تعالیٰ الہام کرنے میں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے کا الہام نہ کئے جانے میں حکمت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار فضیلت ہے کیونکہ اگر وہ پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے تو احتمال رہتا کہ دوسرے اس بات پر قدرت رکھتے ہیں اب رہا جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دیگر رسل اور اصفیاء سے پوچھا تو وہ سب رک گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا اور انکا مقصود حاصل ہوا تو یہ اعلیٰ منزلت اور کمال قرب کی انتہاء ہے اور اس میں تمام مخلوق چاہے رسل ہوں یا عام آدمی، مقرب فرشتے سب پر آپکی فضیلت بتانا ہے کہ یہ عظیم الشان مرتبہ ہی شفاعت عظمیٰ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی آگے بڑھنے کی قدرت نہیں رکھتا، صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔(مرقات)

2﴾ قولہ فأستاذن علی ربی فی دارہ (تو میں اپنے رب سے اسکے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت چاہوں گا) یعنی میرے رب کے حرم خاص میں داخلہ کی اضافت جگہ کو شرف بخشنے کیلئے ہے اس سے وہ مقام خاص مراد ہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی داخل نہیں ہوسکتا اس جگہ حجابات اٹھا دیئے جائیں گے ایک قول کے مطابق یہ جگہ عرش معلّٰی کے نیچے ہے۔(مرقات)۔

3﴾ قولہ فیؤذن لی علیہ (مجھے حاضری کی اجازت ملیگی) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا گذارش کیلئے پروردگار کے حرم خاص میں اپنی جائے مقدس سے آنا اسلئے ہے کہ پیشی ۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

تو سجدہ ریز ہوجاؤں گا، اللہ تعالیٰ جتنا چاہے مجھے اسی حالت میں چھوڑے رکھے گا، پھر فرمائے گا سر اٹھایئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہئے تمہاری بات سنی جائے گی، اور سفارش کیجئے سفارش قبول کی جائے گی، جو مانگیے عطا کئے جاؤ گے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور میرے رب کی وہ ثناء اور حمد کروں گا جو مجھے وہ سکھائے گا، پھر میں سفارش کروں گا تو ایک حد مقرر کی جائے گی میں انہیں دوزخ [1] سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا، پھر دوسری بار لوٹ کر آؤں گا میرے رب کے دربار میں اجازت چاہوں گا مجھے اس کی اجازت ملے گی، جب اس کے

۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔اور حساب کا مقام شہنشاہت کی جگہ ہے اور شفیع کا حق ہے کہ مقام کرامت و بزرگی پر فائز ہوں تو شفاعت اپنی جگہ آئیگی اسی لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت میں مقام خوف سے نکل کر مقام شفاعت وکرامت کی جگہ تشریف لے جانے کا اشارہ ملا یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی خدمت کے وقت گذارش رکھتا ہے تاکہ قبولیت کا زیادہ حق رکھے۔(مرقات)۔

[1] قولہ فاخرجھم من النار (میں انھیں دوزخ سے نکال لوں گا) اشکال پیدا کیا گیا کہ حدیث شریف کے ابتداء میں موقف سے چھٹکارا دینے کیلئے سفارش چاہنا ہے اور آخر میں انہیں دوزخ سے نکالنے کیلئے اس کی توجیہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ شاید مومنین کی دو جماعتیں ہونگیں ایک کو (حساب کیلئے) ٹھیرے بغیر دوزخ کی طرف لے جایا جائیگا اور ایک فریق کو محشر میں روکدیا جائیگا، پس پہلے انکی شفاعت کا ذکر فرمائے پھر دوسروں کی شفاعت بیان فرمائے اور ابتداء کتاب میں جیسا کہ ہم نے بتایا شفاعت کی چند اقسام ہیں ان میں سے دو قسمیں بتائی گئی اور دوسری اقسام چھوڑی گئیں اسی لئے کلام میں اختصار ہے۔

یہ کہا جانا بھی ممکن ہے کہ انہیں اس آگ سے نکالنا مراد ہے جس میں داخلے کے وہ مستحق تھے؛ کیونکہ گنہگاروں کے معاملہ کی انتہاء انکا دوزخ میں جانا ہے پہلے ہی مرحلہ میں حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مصیبت کو ان سے دور فرمادیا تو وہ داخل نہ ہوئے انکو دوزخ سے نکالنے کا یہی مطلب ہے داخل ہونے کے بعد بالفعل نکالنا مراد نہیں یہ اس قول کی طرح جب کوئی ایسا کام کرے جو ہلاکت میں پڑنے سے روکے تو کہا جاتا ہے اس نے ہلاکت سے بچالیا، اب رہا یہ کہنا کہ نار سے سورج کی روشنی کی سختی مراد ہے اور نکالنے سے مراد اس سے چھٹکارا دلانا ہے یہ بعید ہے۔(لمعات)۔

دیدار سے مشرف ہوں گا تو سجدہ ریز ہوجاؤں گا اللہ تعالیٰ جتنا چاہے گا اس حالت میں رہنے دے گا ، پھر فرمائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سر اٹھایئے ، کہئے آپ کی بات سنی جائے گی اور سفارش کیجئے سفارش قبول کی جائے گی اور جو مانگئے عطا کئے جاؤ گے ،فرمایا: میں اپنا سر اٹھاؤنگا اور میرے رب کی وہ حمد وثناء بیان کرونگا جو وہ مجھے سکھائیگا ، پھر میں سفارش کرونگا میرے لئے ایک حد مقرر کی جائیگی ، میں نکلونگا اور انہیں دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا ، پھر تیسری بار لوٹ کر آؤنگا ، میرے رب کے دربار میں داخلہ کی اجازت چاہونگا مجھے اس کی اجازت مل جائیگی جب اسکے دیدار سے مشرف ہوجاؤنگا تو سجدہ ریز ہوجاؤنگا اللہ تعالیٰ جتنا چاہے مجھے اس حالت میں رہنے دیگا ، پھر فرمائیگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سر اٹھایئے کہئے آپکی سنی جائیگی ، سفارش کیجئے آپکی سفارش قبول کی جائیگی ، جو مانگئے عطا کئے جاؤ گے ،فرمایا: میں اپنا سر اٹھاؤنگا اور میرے رب کی وہ ثناء وحمد کروں گا جو وہ مجھے سکھائیگا ، پھر میں سفارش کرونگا تو میرے لئے ایک حد مقرر کی جائیگی ، میں چلوں گا اور انہیں دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا یہاں تک کہ دوزخ میں سوائے اسکے کوئی باقی نہ رہیگا جس کو قرآن شریف نے روکا ہے ،یعنی جن کو دوزخ میں ہمیشہ پڑے رہنا واجب ہو چکا ہے ، پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر اٹھائے گا فرمایا: یہ مقام محمود ہے جس کا تمہارے نبی سے رب نے وعدہ فرمایا۔ (متفق علیہ)۔

217/6994 ﴿ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ سے عرض کیا گیا مقام محمود کیا ہے؟ فرمایا: وہ دن 1 ہے جس میں

1 ﴿ **قولہ ذلک یوم** (وہ دن ہے) اگر کہا جائے سوال وجواب کے درمیان مطابقت کا کیا طریقہ ہے جواب دیا گیا جواب پر رہنمائی کرنے والا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے "**ثم اقوم عن یمین الله**" مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اول وقت جس میں مقام محمود کا مرحلہ ہوگا اور اس میں پیش آنے والی ہولناکیوں کو بیان فرمایا کہ دلوں میں بڑی عظمت بیٹھ جائے ، پھر اپنے اس ۔۔۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر نزول فرمائے گا وہ ایسے چرچرائیگی جیسے نیا کجاوہ تنگی کی وجہ سے چرچراتا ہے، جبکہ اسکی وسعت زمین وآسمان کے درمیان کی وسعت کی طرح ہے اور تمہیں ننگے پاؤں ننگا بدن اور بے ختنہ لایا جائیگا سب سے پہلے 1 جنہیں لباس پہنایا جائیگا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیگا: میرے خلیل کو پہناؤ جنت کی چادروں سے دوسفید چادریں لائی جائینگی، پھر آپکے بعد مجھے پہنایا جائیگا، پھر میں اللہ تعالیٰ کی داہنی جانب جلوہ افروز ہونگا اولین وآخرین میری تعریف کرینگے۔ (دارمی)۔

218/6995 ﴿حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا لوگ ایک دوسرے میں مختلط ہونگے، آدم علیہ السلام کے پاس آئینگے عرض کرینگے آپکے رب کی بارگاہ میں سفارش کیجئے، آپ فرمائینگے میں اسکے لئے نہیں ہوں تمہیں ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانا ضروری ہے کہ آپ رحمٰن کے دوست ہیں، وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، آپ کہیں گے میں اسکے لئے نہیں ہوں موسیٰ علیہ السلام کے پاس جانا تم پر ضروری ہے کہ آپ کلیم اللہ ہیں، وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئینگے آپ کہینگے میں اسکے لئے نہیں ہوں، مگر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جانا ضروری ہے کہ آپ روح اللہ اور اسکا کلمہ ہیں وہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئینگے، آپ کہیں گے: میں اسکے لئے نہیں ہوں، مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا تم پر ضروری ہے، وہ سب میرے پاس آئینگے میں کہونگا: میں اسکا حقدار ہوں، پھر رب سے اجازت چاہونگا تو مجھے اجازت دیدی جائیگی اور مجھ پر اُن محامد کا الہام کریگا جن سے میں رب کی حمد بجالاؤنگا، اب وہ میری توجہ میں نہیں ہیں اُن محامد

۔۔ماقبی حاشیہ۔۔۔فرمان "ثم اقوم عن یمین" اللہ سے جواب کی طرف اشارہ فرمایا جواب کا ماحصل یہ ہے کہ مقام محمود وہ مقام ہے جس میں روز محشر میں اللہ تعالیٰ کے داہنے جانب رہوں گا۔(مرقات)۔

1 ﴿ قولہ فیکون اول من یکسی ابراھیم (جنہیں لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں) قریب ہی اس کے بارے میں بحث گذر گئی۔

سے اسکی تعریف کرونگا اور میں اسکے لئے سجدہ ریز ہوجاؤنگا کہا جائیگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! اپنا سراٹھایئے ، کہئے آپکی بات سنی جائیگی اور جو مانگئے عطا کئے جاؤ گے اور سفارش کیجئے آپکی سفارش قبول کی جائیگی ، میں عرض کرونگا اے رب ! میری 1 امت میری امت کہاں جائیگی ؟ تشریف لے چلئے ، پھر میں اس سے اسکونکالوں گا جسکے دل میں جَو کے دانہ کے وزن 2 ایمان ہوگا میں چلونگا یہ کام انجام دونگا پھر لوٹ کرآؤنگا وہی محامد سے اسکی حمد بجالاؤنگا ، پھر اسکے لئے سجدے میں گرجاؤنگا تو کہا جائیگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سراٹھایئے کہئے آپکی بات قبول کی جائیگی اور جو مانگئے عطاکئے جاؤ گے اور سفارش کیجئے سفارش قبول کی جائیگی میں عرض کرونگا اے میرے پروردگار ! میری امت میری امت کہا جائیگی تشریف لے چلئے ،تو میں جسکے دل میں اک ذرہ یا رائی کا دانہ برابر ایمان ہو اسکونکالونگا میں چلونگا اور کام انجام دونگا پھر لوٹ کر اللہ تعالیٰ کی انہی محامد سے تعریف کرونگا پھر اسکے لئے سجدہ میں پڑونگا کہا جائیگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سراٹھایئے کہئے آپکی بات

---

1 ﴿ قولہ یا رب امتی امتی (اے رب میری امت میری امت) سابقہ حدیث شریف کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ قضیہ تمام انسانوں میں ہے اور یہ (حدیث شریف) اس امت کی تخصیص بتاتی ہے یا تو یہ دو قضیے ہیں یا ابتدا امت سے ہوگی اور انتہا سب پر اللہ اعلم ۔ (لمعات) ۔

2 ﴿ قولہ مثقال شعیرۃٍ من ایمان (جو کے دانہ کے وزن ایمان ہوگا) یعنی اصل ایمان کی تاویل میں علماء نے جو اختلاف کیا ویسا ہی اس کلام کی تاویل میں اختلاف کیا، صحیح تاویل یہ ہے کہ جو، ذرہ، دانہ، رائی کا دانہ انکے مقدار بتائے گئے حکم سے اس شی کے سوا مراد لی جائے جو حقیقت ایمان ہے جیسے نیک اعمال اور وہ قلوب میں ایمان کے ثمرات، ایقان کے اثر، عرفان کی چمک ہے؛ کیونکہ حقیقت ایمان جو خاص تصدیق قلبی ہے اسی طرح زبان پر جاری اقرار ہے اس (حقیقت) میں محققین کے مذہب کے مطابق اجزاء بننا اور متفرق ہونا نہیں آتا، انکے علاوہ دوسروں نے جو کہا اسکو اختلاف لفظی اور نزاع صوری پر محمول کرتے ہیں، ان الفاظ کے بعد حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث شریف اس توجیہ کی موید ہے، یعنی آپکا یہ فرمان کہ ارحم الرّٰحمین کے سوا کوئی باقی نہ رہیگا دوزخ سے ایک قبضہ لے گا تو ایسی قوم کونکالے گا جو کبھی نیک عمل نہیں کئے تھے ۔ (مرقات) ۔

قبول کی جائیگی اور جو پوچھئے عطا کئے جاؤ گے اور سفارش کیجئے آپکی سفارش قبول کی جائیگی، میں عرض کرونگا اے میرے پروردگار! میری امت میری امت کہاں جائیگی، تشریف لے چلئے تو میں اس شخص کو نکالونگا جسکے دل میں ادنیٰ ادنیٰ رائی کے دانہ کے وزن ایمان ہوتو اسکو میں دوزخ سے نکالونگا، میں چلونگا اور کام انجام دونگا، پھر چوتھی بار لوٹ کر آؤنگا انہی محامد سے تعریف کرونگا، پھر اسکو سجدہ کرونگا کہا جائیگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے اور کہئے آپکی بات سنی جائیگی اور جو مانگئے عطا کئے جاؤ گے اور سفارش کیجئے سفارش قبول کی جائیگی میں عرض کرونگا اے میرے پروردگار مجھے اس شخص کے بارے میں اجازت عطا فرما جو'' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' کہا اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ آپ کے لئے نہیں، لیکن میرے غلبہ وجلال اور کبریا وعظمت کی قسم میں ضرور بہ ضرور اس سے'' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' کہنے والے [1] کو نکالوں گا۔ (بخاری، مسلم)۔

---

[1] ﴾ قولہ لا خرجن منھا من قال ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' (میں ضرور بہ ضرور اس سے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہنے والے کو نکالوں گا) قاضی رحمہ اللہ نے کہا یہ آپکے لئے نہیں ہے میرے نام کی تعظیم اور میری توحید کی تکریم کیلئے یہ میں کرونگا اور یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث اسعد الناس بشفاعتی میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے عموم کی تخصیص، اور اپنے عموم پر جاری رہنے کا احتمال ہے، یہ کسی حالت یا کسی دوسرے مقام پر محمول کیا جائیگا، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب ہم اسکی تفسیر جو اللہ تعالیٰ سے مختص ہے ثمرہ سے خالی تصدیق سے کریں اور ذکر کریں کہ جسکے ساتھ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختص ہیں وہ از دیاد یقین وعمل کے ثمرہ کے ساتھ ایمان ہے تو کوئی اختلاف نہیں اور ہمارے محققین علماء میں سے ایک شارح نے فرمایا: ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھنے والے کو دوزخ سے نکالنا آپکے لئے نہیں میں لفظ لک الیک کے معنی میں ہے یعنی آپکے سپرد نہیں اگرچہ ان میں آپکا شفاعت کا اعلیٰ مقام ہے یا ہم آپکی وجہ سے وہ کام کرنے والے نہیں بلکہ کرم اور احسان کے طور پر وہ کام کرنے کا ہم زیادہ حق رکھتے ہیں، پھر اس حدیث شریف کی وضاحت کی کہ جو بالکل اچھا عمل نہ کیا ہو اسکو دوزخ سے نکالنے کا حکم شفاعت کی تعریف سے خارج ہے بلکہ وہ خالص کرم کی طرف منسوب اور اسکے حوالے ہے۔ ۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

219/6996 ﴿ حضرت حذیفہ وحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے ان دونوں نے فرمایا: سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائیگا مومنین کھڑے ہونگے یہاں تک کہ جنت انکے قریب کردی جائیگی وہ سب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہونگے عرض کرینگے اے ہمارے والد محترم ہمارے لئے جنت کھلوایئے آپ فرمائینگے: تمہیں جنت سے تمارے والد کے بلا ارادہ عمل نے ہی نکالا میں اس مقام والا نہیں، میرے صاحبزادے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائینگے میں اس مقام والا نہیں میں تو دور دور سے خلیل 1 ہوں، موسیٰ علیہ السلام کا قصد کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام سے نوازا، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونگے، آپ کہیں گے میں اس مقام والا نہیں ہوں البتہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، جو اللہ کا کلمہ اور اسکی روح ہیں عیسیٰ علیہ السلام فرمائینگے میں اس مقام والا نہیں، تو وہ سب حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئینگے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی جائیگی اور امانت وصلہ رحمی بھیجے جائینگے اور پل صراط کے سیدھے اور بائیں دو جانب کھڑے 2 ہونگے تم میں سب سے اول بجلی کی طرح گذریں

۔۔ماقبی حاشیہ۔۔۔اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث شریف **اسعد الناس** اور اس حدیث شریف کے درمیان تطبیق اگر پہلے معنیٰ کے مطابق ہو تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب نکالا اور دوسرے معنیٰ کے مطابق یہ ہے کہ حدیث اول میں **من قال "لا الٰہ الا اللّٰہ"** کی مراد وہ امتیں ہیں جو اپنے انبیاء پر ایمان لائے مگر دوزخ کے مستحق ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے وہ لوگ جو ایک عمل کو اچھے سے اور دوسرے کو برے سے ملادیا۔(مرقات)۔

1 ﴿ **قولہ کنت خلیلا من وراء وراء** (میں تو دور دور سے خلیل ہوں) اسکا مفہوم یہ ہے کہ مجھے یہ مقام بواسطہ جبریل ملا، میں موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے ہوں جنہیں بلاواسطہ کلام حق سننے کا شرف ملا اور آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہیں جنہیں بلاواسطہ کلام حق سننے اور رویئت باری کا شرف ملا میں پیچھے پیچھے ہوں۔(لمعات)۔

2 ﴿ **قولہ فیقومان جنبتی الصراط الخ** (پل صراط کے دونوں جانب کھڑے ہوں گے) حدیث شریف میں انکا حق ادا کرنے میں توجہ اور انکا اہتمام کرنے پر ابھارنا ہے۔(مرقات)۔

گے، میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان کونسی شئی بجلی کے گذرنے کی طرح ہے؟ حضور نے فرمایا: کیا تم نے بجلی نہیں دیکھا پلک جھپکنے میں کیسے جاتی اور آتی ہے، پھر ہوا گذرنے کی طرح پھر پرندہ گذرنے کی طرح لوگوں کی دوڑ کی طرح انکے اعمال نہیں لے چلیں گے اور تمہارے نبی صراط پر تشریف فرما کہتے ہونگے اے رب سلامت رکھ، سلامت رکھ، یہاں تک کہ بندوں کے اعمال عاجز آئیں گے؛ حتی کہ ایک شخص آئیگا چلنے کی طاقت نہ رکھے گا مگر گھسیٹ کر اور صراط کے دو جانب کام پر مامور لٹکے ہوئے کانٹے ہونگے جس پر مامور ہونگے اسکو پکڑ لیں گے زخمی نجات والا ہے اور بیڑیوں سے جکڑا ہوا دوزخ میں ہے اسکی قسم جسکے قبضہ میں ابو ہریرہ کی جان ہے! جہنم کا گڑھا ستر سال کی مسافت کا ہے۔ (مسلم)۔

220/6997 ﴿ حضرت حذیفہ حدیث شفاعت میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: امانت اور صلہ رحمی بھیجے جائینگے وہ دونوں صراط کے داہنے اور بائیں جانب کھڑے ہونگے۔ (مسلم)۔

221/6998 ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گوشت لایا گیا اور شانہ (دست کا گوشت) خدمت میں پیش کیا گیا، آنحضور اسکو پسند فرماتے تھے اس میں سے کچھ تناول فرمائے، پھر ارشاد فرمائے میں بروز حشر تمام لوگوں کا سردار ہوں جس [1] دن لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہونگے، سورج قریب ہوگا تو لوگوں کو اس قدر غم اور مصیبت لاحق ہوگی جس کی وہ طاقت نہیں رکھیں گے، لوگ کہینگے کیا تم اس ذات کو نہیں دیکھتے جو تمہارے رب کے پاس تمہاری شفاعت کریں تو وہ حضرت آدم علیہ السلام

---

1 ﴿ قوله: يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (جس دن لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے) آپکے فرمان یوم القیامۃ کا بدل ہے۔ (مرقات)۔

کے پاس آئیں گے اور شفاعت کی حدیث شریف ذکر کی اور فرمایا: میں آؤنگا عرش کے 1 نیچے آکر میرے رب کیلئے سجدہ میں جاؤنگا، پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنے محامد اور بہترین تعریف سے کچھ القاء فرمائے گا، مجھ سے پہلے کسی پر القاء نہیں کیا، پھر فرمائیگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر انور اٹھایئے اور جو مانگئے عطا کئے جاؤ گے اور سفارش کیجئے قبول کی جائیگی میں اپنا سر اٹھاؤنگا اور عرض کرونگا میری امت، یا الٰہی! میری امت یا الٰہی میری امت یا الٰہی، کہا جائیگا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت میں سے جن پر کوئی حساب نہیں انہیں جنت کے دروازوں میں سے داہنے دروازے سے جنت میں داخل کیجئے جبکہ وہ سب اسکے سوا دیگر دروازوں میں لوگوں کے ساتھ حق دار ہیں، پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جسکے قدرت میں میری جان ہے! بے شک جنت کے پٹوں میں دو پٹوں کے درمیان والا فاصلہ مکہ اور ہجر کے درمیان والا فاصلہ ہے۔ (بخاری و مسلم)۔

222/6999 حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم 2 علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس کلام کی تلاوت فرمائی، اے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا جو میری اتباع کیا وہ مجھ سے ہے اور حضرت عیسیٰ 3 علیہ السلام نے کہا: تو انہیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے

---

1 **قوله فاتي تحت العرش** (میں عرش کے نیچے آؤں گا)۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث شریف **علی ربی فی دارہ** اور اس حدیث شریف میں بطریق جمع یہ کہا جائے کہ اللہ کا دار جنت ہے اور جنت عرش کے نیچے ہے۔ (مرقات)۔

2 **قوله فی ابراهیم** (ابراہیم کے بارے) یعنی سورۂ ابراہیم میں یا آپ سے متعلق حکایت بیان کرتے ہوئے۔ (مرقات)۔

3 **قوله قال عیسی** (عیسیٰ علیہ السلام نے کہا) امام نووی رحمہ اللہ نے ---بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک اٹھا کر کہا: اے اللہ! میری امت اور رونے لگے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور آپکا رب
زیادہ جانتا ہے آپ سے پوچھو کونسی چیز آپ کو رلاتی ہے، جبرئیل علیہ السلام خدمت میں حاضر
ہوئے اور آپ سے پوچھے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بتایا اسکی رب کو خبر دی
اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ
اور عرض کرو بے شک ہم آپکی امت کے بارے میں آپ کو راضی 1؎ کریں گے اور آپ کو
رنجیدہ نہ ہونے دیں گے 2؎۔ (مسلم)۔

۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔فرمایا: یہ مصدر ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے قال قولاً وقالًا وقیلًا. قال عیسیٰ میں لفظ مصدر ہے اور مضاف مضاف الیہ ہے جیسے کہا جاتا ہے قال قولا وقالا وقیلا اور اسکو تلا کے مفعول پر عطف کیا گیا ہے یعنی تلا قول اللہ وقول عیسیٰ کے قول اور عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی تلاوت فرمائی، فعل کے مفعول پر عطف کرتے ہوئے لفظ عیسیٰ کا مضاف بنایا گیا یعنی تلا قول اللہ وقول عیسیٰ . (مرقات)۔

1؎ ﴿ قولہ سنرضیک فی امتک (ہم آپکی امت کے بارے میں آپ کو راضی کریں گے) بعض علماء نے فرمایا: سیدنا محمد ﷺ راضی نہ ہونگے جب تک آپکی امت سے ایک بھی دوزخ میں ہو۔ (مرقات)۔

2؎ ﴿ قولہ رواہ مسلم (جس کو مسلم نے روایت کی) امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث شریف چند متنوع فوائد پر مشتمل ہے (1) حضور اکرم ﷺ کی امت پر کمال مہربانی اور انکی ضروریات پر توجہ اور انکے معاملہ میں اہتمام کا بیان (2) اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سنرضیک فی امتک ولا نسوئک (آپکی امت کے حق میں آپکو عنقریب راضی کرینگے اور آپکو تکلیف نہ دینگے) سے جو وعدہ فرمایا ہے اسکی اس امت کیلئے عظیم خوشخبری ہے اور یہ اس امت کیلئے انتہائی پر امید احادیث سے ہے (3) اللہ تعالیٰ کے پاس حضرت نبی اکرم ﷺ کے مقام کی بلندی کا بیان اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آنحضور ﷺ سے سوال کیلئے بھیجنے میں حکمت آپکی قدر ومنزلت کا اظہار ہے اور یہ بتانا ہے کہ آپ اس بلند و بالا مرتبہ پر فائز ہیں کہ آپکو راضی کیا جاتا اور اکرام کیا جاتا ہے۔ (مرقات)۔

223/7000 ﴿سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب کی جانب سے میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے میری نصف امت کو جنت میں داخل کئے جانے اور شفاعت کے بارے میں اختیار دیا تو میں نے شفاعت کو اختیار کیا اور شفاعت اس شخص کے لئے ہوگی جو اس دار فانی سے اس حالت میں کوچ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد)۔

224/7001 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت کے لئے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خوش نصیب [1] وہ شخص ہوگا جو خلوص دل یا صدق جان سے اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (بخاری)۔

225/7002 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت [2] میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہوگی۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ)۔

---

1 ﴿ **قولہ اسعد الناس الخ** (تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خوش نصیب) یہاں پر لفظ "اسعد" کے معنی میں ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ اپنے صیغہ اسم تفضیل کے معنیٰ میں ہے، بلاشبہ ہر ایک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی سعادت نصیب ہوگی لیکن مخلص مومن اس لئے سب سے زیادہ خوش نصیب ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (بلالحاظ مومن وکافر) تمام مخلوق کو محشر میں کھڑے رہنے کی ہولناکی سے راحت عطا کرنے کے لئے شفاعت فرمائیں گے نیز ابوطالب جیسے بعض کافرین کے حق میں تخفیف عذاب کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔ (مرقات)۔

2 ﴿ **قولہ شفاعتی لاھل الکبائر** (میری شفاعت کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہوگی) اگر شفاعت سے نافرمانیوں اور برائیوں کی بخشش کے لئے شفاعت مراد ہو تو اس صورت میں "**لاھل الکبائر**" میں لام کو اختصاص یعنی صرف اہل کبائر کے لئے شفاعت کے خاص ہونے پر محمول کرنے میں کوئی تعجب نہیں، اس لئے کہ صغیرہ گناہ والوں کی نیکیوں اور انکی دنیوی مصائب اور میدان حشر میں ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ۔۔۔

226/7003 سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ چند لوگوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ رسول

۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ان کا تکالیف کوسہنے کے سبب ان کو چھوٹے گناہ بخش دیئے جائیں گے، پس انکو شفاعت کی ضرورت لاحق نہیں ہوگی۔

اور اگر شفاعت سے عمومی معنی مراد لئے جائیں جیسے گناہوں کو معاف کرنا اور درجات کو بلند کرنا تو اسوقت معنی یہ ہونگے کہ شفاعت کبیرہ گناہ والوں کے لئے بھی ہوگی جس طرح صغیرہ گناہ والوں کے لئے ہوگی۔ (کوکب الدری) مرقات میں ہے طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''شفاعتی'' (میری شفاعت) سے مراد میری وہ شفاعت ہے جو ہلاک ہونے والوں کونجات عطا کرنے والی ہے اور وہ اہل کبائر کے ساتھ خاص ہے۔
نووی کی شرح مسلم میں ہے، قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: اہلسنت وجماعت کے پاس عقلی طور پر شفاعت جائز ہے اور نقلا شفاعت کا وجوب ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا صریح ارشاد ہے: اس دن شفاعت کام نہیں آئیگی سوائے اس شخص کو جسکے لئے رحمٰن نے اجازت دی ہو اور اس کے کہنے کے لئے وہ راضی ہوا ہو۔
آخرت میں شفاعت کے صحیح ہونے سے متعلق احادیث وارد ہوئی ہیں جنکی مجموعی تعداد حد تواتر کو پہنچتی ہے۔

تمام سلف صالحین اور تمام اہلسنت وجماعت کا شفاعت کے مسئلہ پر اجماع ہے البتہ خوارج اور بعض معتزلہ اس کے منکر ہیں، ان کا مذہب یہ ہے کہ گنہگاروں کو جہنم میں ہمیشہ رکھا جائیگا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس انکو شفاعت کروانے والوں کی شفاعت نفع نہیں دیگی نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ظالمین کے لئے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا ہوگا جسکی بات سنی جائیگی۔
ان کا جواب دیا گیا کہ یہ دونوں آیتیں کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور اس میں ظلم سے مراد شرک ہے، اب رہا ان کا شفاعت کی احادیث کو تاویل کرنا کہ وہ درجات میں اضافہ کے لئے ہونگی تو یہ باطل ہے۔ اس کتاب میں اور دیگر کتابوں میں احادیث کے الفاظ ان کے مذہب کے باطل ہونے اور جن پر جہنم واجب ہوگئی ہے انکو جہنم سے نکالنے میں صریح ہیں۔ میں کہتا ہوں: انہی میں سے یہ حدیث بھی ہے، جس میں کبیرہ گناہ والوں کے لئے جو ان کے زعم میں دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جنت میں درجات کے اضافہ کے کوئی معنی نہیں۔
انہوں نے کہا شفاعت کی پانچ قسمیں ہیں؛
(1) وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور وہ محشر میں ٹھہرنے کی ہولناکی سے راحت دلانا اور حساب میں جلدی کرانا ہے۔۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! کیا تم دوپہر کے وقت صاف آسمان میں سورج کو دیکھنے میں تکلیف محسوس کرتے ہو جبکہ اس کے ساتھ کوئی بادل نہ ہو؟ کیا تم چودھویں رات میں صاف آسمان میں چاند کو دیکھنے میں تکلیف محسوس کرتے ہو جبکہ اس کے ساتھ کوئی بادل نہ ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں تکلیف محسوس نہیں کرو گے مگر اسی قدر جو تم چاند وسورج میں سے کسی ایک کو دیکھنے میں پاتے ہو۔

جب قیامت کا دن ہوگا ایک اعلان کرنے والا ندا دیگا: چاہئے کہ ہر امت اس کے پیچھے جائے جسکی وہ پرستش کیا کرتی تھی پس اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور پتھروں کی عبادت کرنے والوں میں سے کوئی باقی نہیں رہیگا مگر وہ سب دوزخ میں گر جائیں گے، یہاں تک کہ وہ لوگ باقی رہیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے خواہ وہ نیک ہوں یا بد، ان کے پاس پروردگار عالم کی آمد

۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔(2) ایک قوم کو جنت میں بغیر حساب وکتاب کے داخل کرنا اور یہ شفاعت بھی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوگی۔

(3) ایسی قوم کے لئے شفاعت کرنا جس پر جہنم واجب ہوگئی ہو تو ان کے حق میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جنکو اللہ تعالیٰ چاہیگا وہ شفاعت کریں گے۔

(4) ان گنہگاروں کے حق میں جو جہنم میں داخل ہوگئے ہیں، یقیناً احادیث وارد ہوئی ہیں کہ انکو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، فرشتے اور مومنین کی شفاعت سے جہنم سے نکالا جائیگا، پھر اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو نکالیگا جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے۔

(5) جنت میں جنتیوں کے درجات میں اضافہ کے لئے شفاعت ہوگی، خوارج اور بعض معتزلہ وہ بھی اس کے منکر نہیں ہیں۔انتھی۔

عرف الشذی میں ہے کہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے باب کی حدیث استدلال کیا کہ سنت کو ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے، جو میری سنت کو چھوڑیگا وہ نہ میرے حوض پر وارد ہوگا اور نہ اسکو میری شفاعت نصیب ہوگی، اور شفاعت کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہوگی۔

ہوگی وہ ارشاد فرمائیگا: تم کس کا انتظار کررہے ہو، ہر امت اسکے پیچھے جارہی ہے جسکی وہ پرستش کیا کرتی تھی، وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم دنیا میں ان لوگوں سے جدائی اختیار کرے[1] جبکہ ہم ان کے زیادہ ضرورت مند تھے، ہم انکے ساتھ نہیں رہے۔

227/7004 ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے وہ کہیں گے: ہم اس مقام سے نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ ہمارے پاس ہمارے پروردگار تشریف نہ لائیں، پس جب ہمارے رب کی تشریف آوری ہوگی ہم اسکو پہچان لیں گے۔

228/7005 ﴾ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے: کیا تمہارے درمیان اور تمہارے رب کے درمیان کوئی نشانی ہے جسکے ذریعہ تم اسکو پہچانو گے؟ تو وہ کہیں گے ہاں! چنانچہ پنڈلی ظاہر کی جائیگی[2] پس باقی نہیں رہیگا وہ شخص جو اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا

---

[1] ﴾ **قولہ فارقنا الناس الخ** (ہم نے ان لوگوں سے جدائی اختیار کی) حاصل کلام یہ ہے کہ ہم نے اسوقت انکی تابعداری نہیں کی جبکہ یہ امر ہم سے غائب تھا اور ہم ان کے محتاج تھے، اب ہم آنکھوں سے دیکھتے ہوئے انکی پیروی کیسے کریں گے۔ بلاشبہ وہ اور جنکی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں جہنم کے ایندھن ہیں۔

طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا "افقر" "فارقنا" کی ضمیر سے حال ہے اور "ما" مصدریہ ہے اور وقت مقدر مانا گیا ہے۔ امام نووی نے کہا: اس کے معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کئے اور اس کی پناہ میں آئے اور خلاصی کے لئے اس قول سے وسیلہ لئے جو اخلاص کو ظاہر کرنے والا ہے؛ یعنی اے پروردگار! ہم نے دنیا میں ان لوگوں سے جدائی اختیار کی جو تیری اطاعت وفرمانبرداری سے ہٹ گئے، مثلاً عزیز واقارب اور وہ لوگ جنکے ہم معاش اور دنیوی مصلحتوں میں محتاج تھے۔ اسی طرح صحابہ کا وطیرہ تھا اور ان کے بعد تمام زمانوں میں مومنین کا وطیرہ رہا کہ وہ ان لوگوں سے قطع تعلق کرلیتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہوتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ ان کے محتاج ہوتے ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو اس پر ترجیح دیتے ہیں۔ (مرقات)۔

[2] ﴾ **قولہ فیکشف عن الساق الخ** (پنڈلی ظاہر کی جائیگی) شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ چیز جو امام ابوسلیمان کی ذکر کردہ بات کو واضح کرتی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا آزمائش کا مقام ہے اور کبھی بعض وقت میں جزا بھی متحقق ہوجاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو کچھ تم کو مصیبت ---بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

کرتا تھا مگر اللہ تعالیٰ اسکو سجدہ کی اجازت دیگا، اور جو شخص ڈر کر اور ریاء کی خاطر سجدہ کیا کرتا تھا باقی نہیں رہیگا مگر اللہ تعالیٰ اسکی پشت کو ایک تختہ کے مانند بنا دیگا، جب کبھی وہ سجدہ کا ارادہ کریگا اپنے گدّی کے بل گر جائیگا، پھر جہنم پر ایک پل رکھ دیا جائیگا اور شفاعت کی اجازت ہوگی، انبیاء علیہم السلام کہیں گے پروردگار 1 انکو سلامت رکھ انکو سلامت رکھ، پس مومنین گزریں گے پلک جھپکنے کی مانند اور بجلی کے مانند ہوا کے مانند اور عمدہ گھوڑوں اور اونٹوں کے مانند، ان میں بالکل محفوظ نجات پانے والے 2 اور زخمی ہوکر نکل جانے والے اور ایک دوسرے پر جہنم میں ڈالتے ہوئے یہاں تک کہ جب مسلمان دوزخ سے خلاصی پالیں 3 گے، تو اس ذات کی قسم جس کے

۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ پہنچی پس وہ تمہارے ہاتھوں نے کیا ہے۔

پس اسی طرح آخرت اگرچہ وہ بدلہ کا مقام ہے لیکن کبھی اس میں آزمائش تجلی اور سجدہ وغیرہ کے ذریعہ بھی واقع ہوجاتی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ قبر آخرت کے منازل میں پہلی منزل ہے جس میں آزمائش ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں سب سے راجح بات وہ ہے جسکو امام عسقلانی نے کہا کہ تحقیق یہ ہے کہ مکلّف کرنا، دنیا کے ساتھ خاص ہے۔ اب رہا وہ چیزیں جو قبر اور محشر میں وقوف کے دوران واقع ہوتی ہیں وہ سب اس کے آثار وعلامات میں سے ہیں۔ (مرقات)۔

1 ﴾ قولہ فیقولون اللھم سلم سلم ۔ (اے اللہ! حفاظت فرما، حفاظت فرما) یعنی انبیاء ومرسلین یہ دعاء کریں گے اور اسکی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴾ قولہ فناج الخ (پس نجات پانے والا) پل صراط پر گزرنے والے مومنین کو تین فرقوں میں منقسم کیا گیا؛ ایک قسم جو سلامتی والی ہے جسکو کوئی چیز اصلاً نہیں پہنچے گی اور ایک قسم جنکو فولادی آنکڑے سے زخمی کیا جائیگا پھر چھوڑ دیا جائیگا، تو وہ نجات پالیں گے، اور ایک قسم جنکے ہاتھ پاؤں کو اکٹھا باندھ کر ڈالدیں گے تو وہ جہنم میں گر جائیں گے۔ (مرقات)۔

3 ﴾ حتی اذا اخلص الخ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: لفظ "حتی" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "مکدوس فی نار جھنم" (دوزخ کی آگ میں ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈالا گیا) کی غایت ہے، معنی یہ ہونگے کہ ہاتھ پاؤں باندھ کر دوزخ میں ڈالے جائیں گے یہاں تک کہ وہ اپنے گناہ کے بقدر عذاب پانے کے بعد یا کسی کی شفاعت یا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے نجات پائیں گے۔

قبضہ قدرت 1؎ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اپنے ظاہر حق کے لئے ان مومنین سے بڑھ کر شدید مطالبہ کرنے والا نہیں ہوگا، جو قیامت کے دن اپنے دوزخی بھائیوں کے لئے کریں گے، وہ کہیں گے: پروردگار! وہ ہمارے ساتھ روزہ رکھتے تھے، نماز پڑھتے تھے اور حج ادا کرتے تھے تو ان سے کہا جائیگا، جنکو تم پہچانتے ہوانکو دوزخ سے نکالو، پس انکی صورتوں کو دوزخ پر حرام کردیا جائیگا، چنانچہ وہ ایک کثیر مخلوق کو دوزخ سے نکالیں گے، پھر کہیں گے: پروردگار! دوزخ میں ان میں سے

1؎ ﴿ قولہ فوالذی نفسی بیدہ الخ (اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے) یہ "اذا" کا جواب ہے اور آپ کا ارشاد "ما من احدمنکم" (تم میں سے کوئی نہیں ہے) مومنین سے خطاب ہے، آپ کا ارشاد "بأشد" "ما" ک ی خبر ہے، آپ کا قول "مناشدة" تمیز کی بناء پر منصوب ہے۔ معنی یہ ہے کہ سخت ترین مطالبہ ومناظرہ کرنے والے، اور آپ کا ارشاد "فی الخلق" "مناشدة" کا ظرف ہے، آپ کا قول "قد تبیس لکم" "الحق" کی صفت ہے، کیونکہ "الحق" نکرہ کے معنی میں ہے یعنی ایک ایسے حق کے بارے میں جو تمہارے لئے اپنے فریق مخالف کے خلاف ظاہر وثابت ہوا ہو۔

آپ کا قول "من المومنین" "اشد" کے متعلق ہے، یعنی تم سے زیادہ سخت مطالبہ کرنے والے، پس اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ رکھ دیا گیا۔ آپ کا قول "للہ" مناشدہ کے متعلق ہے، اور آپ کا ارشاد "یوم القیامة" "اشد" کا ظرف ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کریں گے۔

آپ کا ارشاد "لاخوانھم" کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ان بھائیوں کے خاطر جو دوزخ میں ہیں جبار وغفار سے شفاعت کا تقاضہ کریں گے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تم میں سے کوئی دنیا میں اپنے کامل حق کو لینے اور اپنے فریق مخالف سے اسکو مکمل حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے ایسا سخت ترین مطالبہ نہیں کرتا جس طرح تم اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اپنے بھائیوں کی شفاعت کے لئے کروگے۔

ہمارے علماء میں سے ایک شارح کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہے کہ تم میں سے کوئی جب تمہارے لئے کوئی حق کا معاملہ ظاہر ہو تو حق کے مطالبہ میں ان مومنین سے بڑھ کر محنت ومبالغہ نہیں کرتے جو وہ قیامت کے دن اپنے گنہگار دوزخی بھائیوں کو دوزخ سے خلاصی کے لئے مطالبہ کریں گے۔

پھر ان کے مطالبہ کو "یقولون ربنا" (وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار) کے قول سے ظاہر کیا گیا۔

کوئی باقی نہ رہا جس کو نکالنے کا تو نے حکم فرمایا تھا، پھر وہ ارشاد فرمائیگا: واپس لوٹو 1 اور جسکے دل میں ایک دینار کے برابر بھلائی ہو اسکو نکالو، چنانچہ وہ کثیر تعداد میں مخلوق کو نکالیں گے، پھر وہ ارشاد فرمائیگا: جسکے دل میں نصف دینا کے برابر بھلائی پاؤ تو انکو نکالو، چنانچہ وہ ایک کثیر تعداد میں مخلوق کو نکالیں گے، پھر ارشاد فرمائیگا: واپس لوٹو اور جسکے دل میں ایک ذرہ برابر بھلائی ہو اسکو نکالو، تو وہ ایک مخلوق کثیر کو نکالیں گے، پھر کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم نے اس میں کوئی بھلائی کو نہیں چھوڑا 2 ہے، پھر پروردگار فرمائیگا: فرشتوں نے شفاعت کی، انبیاء نے شفاعت کی، مومنین نے شفاعت کی، **ارحم الراحمین** کے سوا کوئی باقی نہ رہا پس وہ دوزخ سے ایک مٹھی پکڑیگا اور اس سے ایک ایسی قوم کو نکالے گا جس نے کبھی کوئی عمل 3 خیر نہ کیا ہو وہ کوئلے کی طرح ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انکو جنت

---

1 ﴾ **قولہ فمن وجدتم فی قلبہ دینار من خیر** (پس جس کے دل میں تم ایک دینار برابر بھلائی پاتے ہو) شرح السنہ میں ہے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہا گیا کہ یہاں خیر کے معنی یقین کے ہیں، انہوں نے کہا: صحیح بات یہ ہے کہ اس کے معنی کوئی ایسی چیز کے ہیں جو نفس ایمان پر زائد ہو؛ کیونکہ نفس ایمان وہ صرف تصدیق ہے جس کا کوئی جز نہیں ہوتا، بلاشبہ اجزاء کا ہونا کسی ایسی چیز میں ہوتا ہے جو زائد ہوتی ہے جیسے عمل صالح یا ذکر خفی یا اعمال قلب میں سے کوئی عمل مثلاً کسی مسکین پر شفقت کرنا یا اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا اور سچی نیت۔(مرقات)۔

2 ﴾ **قولہ لم نذر فیھا خیرا** (ہم نے اس میں کوئی بھلائی (والا) نہیں چھوڑا) یعنی خیر سے اہل خیر مراد ہے پس خیر کو ذات کے مقام میں رکھا گیا جس طرح مبالغہ کے لئے عدل کو ذات کے مقام میں رکھا جاتا ہے یا یہ مضاف کی تقدیر پر ہے یعنی صاحب عدل، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس آپ گاؤں سے پوچھئے گاؤں والوں سے پوچھئے۔(مرقات)۔

3 ﴾ **قولہ لم یعملوا خیرا قط** (انہوں نے کبھی کوئی کار خیر نہیں کیا) یعنی ان کے پاس کوئی ایسی بھلائی نہیں ہے جو نفس ایمان پر زائد ہو۔

امام نووی نے کہا: اس میں ایمان کی کمی وزیادتی پر دلیل ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔
میں کہتا ہوں: اہل سنت کے محققین اس بات پر متفق ہیں کہ تصدیق ہی بالتحقیق ایمان ہے وہ زیادتی کو قبول نہیں کرتا، بلاشبہ تفاوت اس کے انوار وثمرات اور نتائج یعنی حقائق ایقان ودقائق عرفان میں ہوتا ہے۔(مرقات)۔

کے سامنے کی نہر میں ڈالیگا جسکو "**نهر الحياة**" (زندگی کی نہر) کہا جاتا ہے، پس وہ اس نہر سے ایسے نکلیں گے جیسے 1 دانا سیلاب کے کوڑا کرکٹ میں نکلتا ہے، پس وہ موتی کے مانند نکلیں گے انکی گردنوں میں مہریں ہونگی پس جنتی کہیں گے: یہ ارحم الراحمین کے آزاد کردہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے انکو کوئی عمل کئے بغیر اور کوئی کار خیر پیش کرے بغیر جنت میں داخل فرمایا ہے، پس جنتیوں سے کہا جائیگا: تمہارے لئے وہ چیزیں ہیں جو تم نے دیکھا ہے اور اس کے ساتھ اسی کے مثل مزید ہے۔ (متفق علیہ)۔

229/7006 ﴿ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ (پل صراط سے گزرتے وقت) دوزخ پر وارد ہوں گے، پھر اس سے اپنے اعمال کے مطابق گزر جائیں گے، پس ان میں سب سے پہلے لوگ بجلی چمکنے کی طرح گزریں گے، پھر ہوا کی طرح گزریں گے، پھر گھوڑے کی دوڑ کے مانند، پھر اونٹ پر اپنے کجاوہ میں سوار کے مانند، پھر آدمی کے دوڑنے کے مانند پھر آدمی کے عام چلنے کی طرح گزریں گے۔ (ترمذی، دارمی)۔

230/7007 ﴿ سیدنا عبداللہ بن ابی الجدعاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت 2 سے بنو تمیم قبیلہ سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہونگے۔ (ترمذی، دارمی)۔

---

1 ﴿ **قوله الجنة فى حميل السيل** (دانہ سیلاب کے کواڑ کرکٹ میں) حمیل السیل سے مراد وہ کوڑا کرکٹ اور مٹی مراد ہے جسکو سیلاب اٹھا کر لاتا ہے۔

پس جب سیلاب میں دانہ آتا ہے اور سیلاب کے بہنے کے مقام کے کنارے میں جم جاتا ہے تو ایک دن اور ایک رات میں اگ جاتا ہے اور یہ سب سے تیز؛ اگنے والا ہوتا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انکو دانہ سے تشبیہ اسکے جلد اگنے اور اسکے حسن اور اسکی طراوت کی وجہ سے دی ہے۔ انتہی۔ پس تشبیہ جلد ظاہر ہونے میں دی گئی ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴿ **قوله بشفاعة رجل الخ** (ایک شخص کی شفاعت سے) کہا گیا ہے کہ ایک شخص سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مراد ہے اور ایک قول میں اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور ایک قول میں انکے سواء کوئی دوسرے ہے۔ علامہ زین العرب رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ (مرقات)۔

231/7008 ﴿سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت 1 میں سے بعض وہ ہونگے جو ایک قبیلہ کے لئے شفاعت کریں گے اور بعض وہ ہونگے جو ایک جماعت 2 کے لئے شفاعت کریں گے اور بعض وہ ہونگے جو ایک آدمی کے لئے شفاعت کریں گے یہاں تک کہ وہ سارے جنت میں داخل ہوجائیں گے۔(ترمذی)۔

232/7009 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں کو صف بستہ کھڑا کیا جائیگا تو ان کے پاس سے جنتیوں میں سے ایک شخص گذرے گا، تو دوزخیوں میں سے ایک آدمی کہے گا، اے فلاں! کیا تو مجھے نہیں پہچانتا 3 میں وہی ہوں جس نے ایک گھونٹ پانی پلایا تھا اور انھیں میں سے دوسرا کہے گا، میں تجھے وضو کا پانی ہبہ کیا تھا تو وہ اس کیلئے سفارش کرے گا اور اس کو جنت میں داخل کردے گا۔(ابن ماجہ)۔

233/7010 ﴿سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے

---

1 ﴿ مـن امتـی (میری امت کے) اس سے میری امت کے بعض افراد علماء، شہدا اور صالحین مراد ہیں آپ کا ارشاد "حتی یدخلو الجنة"، معنی یہ ہیں کہ "یہاں تک کہ ساری امت جنت میں داخل ہوجائیگی"۔(مرقات)۔

2 ﴿ قـولہ للعصبة (ایک جماعت کے لئے) ضمہ پھر سکون کے ساتھ اور وہ دس سے چالیس مرد حضرات پر بولا جاتا ہے اور اس کے لفظ سے اسکا واحد نہیں آتا۔

صحیح ترین قول یہ ہے کہ اس سے مراد جمع ہے اگرچہ دو افراد ہی کیوں نہ ہوں آپ کا ارشاد ہے "انمیں سے بعض ایک آدمی کے لئے شفاعت کریں گے" یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ لفظ عصبہ ایک سے زائد چالیس تک کے افراد کو شامل ہے؛ کیونکہ اس میں لفظ رجل (مفرد) کی دلالت صراحت کے ساتھ مذکور ہے اسی طرح لفظ رجل قیاس خفی کے ذریعہ عورت کو بھی شامل ہے۔

3 ﴿ قـولـہ انا الذی سقیتک شربة الخ (میں وہی ہوں جس نے تجھ کو ایک گھونٹ پانی پلایا تھا) حضرت مظہر نے کہا: اس میں مسلمانوں کے ساتھ خصوصاً صالحین کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے ساتھ بیٹھنے اور ان سے محبت رکھنے کی ترغیب ہے، کیونکہ ان سے محبت رکھنا دنیا میں زینت اور آخرت میں نور ہے۔(مرقات)۔

کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تین گروہ سفارش کریں گے انبیاء، پھر علماء، پھر شہداء۔ (ابن ماجہ)۔

234/7011 سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ قوموں کو ان کے کئے ہوئے گناہوں کی وجہ سے سزا کے طور پر آگ کی جھلساہٹ پہنونچے گی، پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے انھیں جنت میں داخل کردے گا تو انھیں [1] جہنمی کہا جائے گا۔ (بخاری)۔

235/7012 سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سفارش سے ایک قوم دوزخ سے نکالی جائے گی انہیں جنت میں داخل کیا جائیگا، ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا۔ (بخاری)۔

236/7013 اور ایک روایت میں ہے میری سفارش کی بناء پر میری امت کی ایک قوم دوزخ سے نکالی جائے گی ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا۔

237/7014 سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ میری امت میں سے چار لاکھ کو بغیر حساب جنت میں داخل کرے گا، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ ہمیں اور زیادہ کیجئے، فرمایا اور اس طرح آپ نے ہاتھوں کا لپ بھرا، اور انھیں جمع کیا، پھر

---

[1] قولہ فیقال لھم الجھنمیون الخ (تو انہیں جہنمی کہا جائیگا) علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا: جہنم کی نسبت سے ان کا نام رکھنا ان کی تنقیص کے لئے نہیں بلکہ (اپنی سابقہ حالت) یاد کرنے کیلئے ہے تاکہ ان کی خوشی وشادمانی اور فرحت وبہجت دوبالا ہوجائے اور اس لئے بھی کہ یہ اس بات کی نشانی ہوجائے کہ یہ لوگ دوزخ سے اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔ (مرقات)۔

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں اور زیادہ 1 کیجئے فرمایا اور اس طرح، تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے ابوبکر! آپ ہمیں چھوڑ دیجئے، تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: تمہیں کیا حرج ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت میں داخل کردے؟ تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یقیناً اللہ عزوجل اگر اپنی ساری مخلوق کو ایک ہی مٹھی سے جنت میں داخل کرنا چاہے تو وہ کرسکتا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر نے سچ کہا۔ (البغوی: شرح السنۃ)۔

238/7015 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ دوزخ میں داخل شدہ لوگوں میں سے دو اشخاص کی چیخ و پکار زیادہ ہوجائیگی رب تعالیٰ فرمائیگا، ان دونوں کو نکالدو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں سے فرمائیگا کس چیز کی وجہ سے تمہاری چیخ و پکار زیادہ ہوگئی، وہ دونوں کہیں گے ہم نے یہہ اس لئے کیا تاکہ تو ہم پر رحم فرمائے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیگا دیکھو! میری رحمت تم دونوں کیلئے یہ ہے کہ تم دونوں جاؤ اور اپنے آپ کو جہنم میں وہیں ڈالدو جہاں تم تھے تو ان دونوں میں سے ایک اپنے آپ کو ڈالدیگا تو اللہ تعالیٰ جہنم کو اس پر ٹھنڈی وسلامتی والی بنادیگا اور دوسرا شخص (وہیں) کھڑا رہیگا اور اپنے آپ کو نہیں ڈالے گا، تو رب تعالیٰ اس سے فرمائیگا کس چیز نے تجھے اپنے آپ کو ڈالنے سے روکے رکھا؟ جس طرح تیرے

---

1 ﴿ قولہ زدنا (ہمیں اور زیادہ کیجئے) اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اخروی معاملات اور پروردگارانہ تصرفات میں اپنے رب کے عطاء کردہ عظیم رتبہ اور اعلیٰ خصوصیت کی وجہ سے دخل حاصل ہے۔

بعض عارفین نے کہا ہے: جس بات کی طرف حضرت ابوبکر گئے ہیں وہ عاجزی وانکساری اور مسکنت وبیچارگی کے باب سے ہے اور جس بات کی طرف حضرت عمر گئے ہیں وہ تفویض وسپردگی اور تسلیم ورضا کے باب سے ہے۔

میں کہتا ہوں تسلیم کرنا ہی زیادہ امن وسلامتی کا باعث ہے۔ (مرقات)۔

ساتھی نے ڈالدیا، تو وہ کہے گا [1] اے میرے پروردگار میں تجھ سے اس بات کی امید کرتا ہوں کہ تو مجھے جہنم سے نکالنے کے بعد دوبارہ اس میں نہیں لوٹائیگا، تو رب تعالیٰ اس سے فرمائیگا تیرے لئے تیری امید ہے، تو اللہ کی رحمت سے وہ دونوں ایک ساتھ جنت میں داخل ہونگے۔ (ترمذی)۔

239/7016 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزح سے چار افراد کو نکالا جائیگا اور انہیں اللہ کے حضور پیش کیا جائیگا، پھر انہیں دوزخ کی طرف لیجانے کا حکم دیا جائیگا تو ان میں سے ایک پلٹے گا [2] اور کہے گا: ائے میرے رب جس وقت تو مجھے دوزخ سے نکالا، میں اس بات کی امید رکھا تھا کہ تو دوبارہ مجھے اس میں نہیں لوٹائیگا، آپ نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے نجات دیگا۔ (مسلم)۔

240/7017 ﴿ سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہل جنت جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوجائینگے تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا: جس کے دل میں رائی کے ایک دانہ برابر ایمان ہو تو اسے نکال لو، چنانچہ انہیں نکالا جائیگا جبکہ وہ جل کر کوئلہ بن گئے ہونگے، پھر انہیں نہر حیات میں ڈالا جائیگا تو وہ نشو ونما پائینگے جس طرح سیلاب کے بہالائے ہوئے کیچڑے میں دانہ کی کونپل پھوٹتی ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ زرد خم دار نمودار ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)۔

241/7018 ﴿ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ

---

1 ﴿ قولہ: فیقول رب انی لارجو الخ (تو وہ کہے گا میرے پروردگار میں امید کرتا ہوں) تو پہلا شخص خوف خدا اور تعمیل حکم کے ذریعہ اطاعت کیا، اور دوسرا شخص اپنے علم اور امید ورجاء کے مطابق عمل کیا۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قول فیلتفت احدھم الخ (تو ان میں سے ایک پلٹے گا) پس چار اشخاص میں سے ایک کا ہی ذکر کیا اور اسی کیلئے نجات کا فیصلہ کیا گیا اور مذکورہ حکم پر اعتماد کرتے ہوئے تینوں کا ذکر ترک کردیا گیا؛ کیونکہ دوزخ سے نکالنے اور اس سے نجات دینے میں علت ایک ہی ہے۔ (مرقات)۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شفاعت کے ذریعہ دوزخ سے ایک قوم نکالی جائے گی وہ "ثعاریر" کے مانند ہوں گے ہم نے کہا: ثعاریر کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹی ککڑیاں ہیں۔ (متفق علیہ)۔

242/7019 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن ہمارے رب کو دیکھیں گے، پھر ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کے ہم معنی حدیث ذکر کی، سوائے کشف ساق کے اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہنم کے دونوں کناروں کے درمیان پل صراط قائم کیا جائیگا، تو جو رسول اپنی امت کے ساتھ گذرینگے میں ان میں سب سے پہلا شخص ہوں گا اور اس دن صرف رسول ہی بات کرینگے اور اُس دن رسولوں کا کلام یہ ہوگا، ''اے اللہ حفاظت فرما'' ''حفاظت فرما'' 2 مرتبہ ہے، اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں جیسے آنکس (کنڈیاں) ہونگی، اُن کی بڑائی کی مقدار اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی نہیں جانتا ہے، وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اچک لیں گے تو ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو اپنے عمل کی وجہ سے ہلاک کئے جائیں گے اور ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو زخمی ہوں گے، پھر نجات پائیں گے یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ سے فارغ ہوگا اور جب آگ سے اُن لوگوں کو نکالنے کا ارادہ کریگا جنکو نکالنے کا وہ ارادہ کیا ہے ان لوگوں میں سے جنہوں نے'' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی گواہی دیا کرتے تھے تو فرشتوں کو اُن لوگوں کو نکالنے کا حکم دیگا جو اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے، تو وہ ان کو نکالیں گے اور ان کو سجدوں کی نشانیوں سے پہچانینگے اور اللہ تعالیٰ آگ پر سجدوں کے نشان کھانے کو حرام 1 کیا ہے تو آگ ابن آدم کو سجدوں کے نشان کے

1 ﴿قولہ حرم اللہ علی النار ان تأکل أثر السجود الخ (اللہ تعالیٰ نے آگ پر سجدوں کے نشان کھانے کو حرام کیا ہے) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ظاہر بات یہ ہے کہ آگ سجدوں کے سات (7) اعضاء کو نہیں کھاتی ہے اور وہ پیشانی اور دونوں ہاتھ اور دو گھٹنے اور دونوں قدم ہیں اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس سے مراد سجدے کا نشان خاص طور پر پیشانی ہے اور پہلا قول ممتاز ہے۔۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

علاوہ کھائیگی ، پس وہ آگ سے نکلیں گے جبکہ وہ جل چکے ہوں گے ، تو ان پر آب حیات ڈالا جائیگا 1 پس وہ سیلاب کے بہا کر لائے ہوئے کوڑا کرکٹ میں دانے کے اُگنے کی طرح اُگیں گے ، ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان باقی رہ جائے گا اور وہ تمام دوزخیوں میں سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا ، وہ اپنے چہرے کو آگ کی سمت کئے ہوئے ہوگا اور کہے گا : ائے میرے رب میرے چہرہ کو آگ سے پھیر دے اس کی لو نے مجھے تکلیف پہنچائی اور اسکی حدت مجھے جلادی تو اللہ تعالیٰ کہے گا : ممکن ہے 2 کہ اگر میں ایسا کردوں تو تو اس کے علاوہ اور مانگے گا تو وہ کہے گا : نہیں تیری عزت کی قسم ، اور وہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ جو عہد و پیمان چاہے دے گا ، تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ

۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔ میں کہتا ہوں کہ جو کچھ قرآن اور مسلم کی روایت میں گذرا ، وہ دوسرے قول کی تائید کرتا ہے ، جو مضمون سابق میں گذرا اس سے چہرہ کا پھیرا جانا ہی قریب الی الفہم ہے ۔ آگ پر ان کی صورتوں کو حرام کردیا جائیگا ، پس یہی بات قابل اعتماد ہے ۔ (مرقات) ۔

1 ﴾ قولہ فیصُبُّ علیھم ماء الحیاۃ الخ (ان پر آب حیات ڈالا جائیگا) اور یہ بات گذر چکی ہے کہ ان کو نہر حیات میں ڈالا جائیگا ، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مختلف اشخاص کے لحاظ سے حکم جداگانہ ہوگا ۔ (مرقات)

اور لمعات میں ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پانی ڈالنے کی صورت یہ ہوگی کہ اُنہیں نہر حیات میں ڈالا جائے ۔

2 ﴾ قولہ ھل عسیت ان افعل ذلک ان تسأل غیر ذلک الخ (ممکن ہے کہ اگر میں ایسا کروں تو تو اس کے سوا مانگے)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا : اگر تم یہ کہو کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیسے صحیح ہے جبکہ وہ ما کان و مایکون کو جاننے والا ہے ؟ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنی یہ ہے کہ ائے بنی آدم تم سے یہ جو دیکھا گیا کہ تم وعدہ کو معمولی سمجھتے ہو اور عہد شکنی کرتے ہو ، اسکی بناء پر واقعی تم اس بات کے سزاوار ہیں کہ تم سے کہا جائے : ’’ ائے اس طرح کے لوگو ! تمہارا کیا خیال ہے کہ تم سے اسکی توقع کی جاسکتی ہے یا نہیں ؟ ‘‘ ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ’’ عسیٰ ‘‘ کے معنی مخاطب کے لحاظ سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ، اور یہ ڈھیل دینے اور موقع فراہم کرنے کے باب سے ہے اور مخاطب کو اپنی حالت اور معاملہ پر غور و فکر کرنے پر آمادہ کرنے کیلئے ہے تا کہ وہ خود کے ساتھ انصاف کرے اور حق کا یقین کرے ۔ (مرقات) ۔

کو آگ سے پھیر دیگا، پھر جب جنت کو اس کے سامنے کر دیگا اور وہ اسکی سر سبز و شادابی کو دیکھے گا وہ خاموش رہیگا اس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ اسکی خاموشی کو چاہے، پھر کہے گا اے میرے پروردگار! مجھ کو جنت کے دروازے کے پاس پہونچا دے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو عہد و پیان نہیں دیا تھا کہ پہلے جو سوال کیا تھا اس کے علاوہ دوسری چیز کا سوال نہیں کرے گا؟ تو وہ کہے گا اے میرے رب! میں تیری مخلوق کا بدنصیب شخص نہ رہوں؟ تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: اگر میں تجھے یہ دیدوں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ تو اسکے علاوہ کا بھی سوال کرے تو وہ کہیں گا نہیں تیری عزت کی قسم میں اسکے علاوہ تجھ سے کوئی چیز نہیں مانگوں گا، چنانچہ وہ اپنے رب کو عہد و پیان دے گا جو رب چاہے، تو وہ اسکو جنت کے دروازے تک پہونچا دیگا، پس جب وہ جنت کے دروازے کے پاس پہونچے گا اور جنت کی رونق اور اس میں جو سر سبزی و شادابی اور شادمانی ہے اسکو دیکھے گا تو وہ سکوت اختیار کرے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسکے سکوت کو چاہے، پھر وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھکو جنت میں داخل فرما، تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم! تجھ پر افسوس ہے تو کس قدر عہد شکن اور وعدہ خلاف ہے، کیا تو عہد و پیان نہیں دیا تھا کہ میں جو عطا کروں اسکے سوا کا سوال نہیں کرے گا تو وہ کہے گا اے میرے رب[1] مجھ کو تیری مخلوق کا سب سے بد بخت شخص

---

[1] ﴾ **قوله فيقول يا رب لا تجعلنى اشقى خلقك** (تو بندہ کہے گا اے میرے رب مجھ کو تیری مخلوق کا بد بخت شخص مت بنا) حضرت طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم یہ کہیں کہ یہ جواب اللہ تعالیٰ کے قول "**الیس قد اعطیت العهود والميثاق**" (کیا تو عہد و پیمان نہیں دیا تھا) کے مطابق کیسے ہوگا؟ تو میں کہتا ہوں گویا کہ اس نے کہا: کیوں نہیں اے میرے رب میں تو عہد و پیمان دیا تھا لیکن میں تیرے کرم اور تیرے عفو و درگذر اور تیری رحمت اور تیرے اس فرمان کے بارے میں غور و فکر کیا کہ "**وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ، اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ**" تو میں نتیجہ پر پہنچا میں تو کافروں میں سے نہیں ہوں جو کہ تیری رحمت سے مایوس ہو گئے ہیں اور میں تیرے کرم اور تیری رحمت کی کشادگی کی حرص کیا چنانچہ میں اسکا سوال کیا، گویا کہ اللہ تعالیٰ اس قول کی وجہ سے اس سے راضی ہوا اور مسکرایا انتھی، اور یہ "**فلا يزال يدعو حتى يضحك الله**" کا معنی ہے۔ (مرقات)۔

مت بنا؟ تو پس وہ پکارتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس پر ہنسے گا (اس سے خوش ہوجائیگا) پس جب وہ خوش ہوجائیگا تو اسکو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دیگا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمنا کر، تو وہ تمنا کریگا یہاں تک کہ اسکی آرزو ختم ہوجائیگی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو فلاں فلاں چیز کی تمنا کر اس کا رب اسکو یاد دلاتا جائیگا، یہاں تک کہ جب اسکی آرزوئیں ختم ہوجائینگی، تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا: تیرے لئے یہ (سب کچھ) اور اسکے برابر اُسی کے ساتھ ہے۔

243/7020 ﴿ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ اور اس جیسی دس [1] گنا چیزیں تیرے لئے ہیں۔ (متفق علیہ)۔

244/7021 ﴿ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت پُل صراط پر اہل ایمان کی نشانی [2] ''رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ'' (ائے میرے رب! مجھے سلامت رکھ، سلامت رکھ) ہوگی۔ (ترمذی)۔

---

[1] ﴿ **قولہ وعشرۃ امثالہ** (اور اس جیسی دس گنا) یعنی دس گنا جو چیزیں ہیں کیفیت کے اعتبار سے ہیں اگرچہ کہ اسکی کمیت ومقدار میں اسکے برابر ہی ہوں اور اس تاویل سے تعارض دفع ہوجائیگا اور اختلاف ختم ہوجائیگا اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (مرقات)۔

[2] ﴿ **قولہ شعار المؤمنین الخ** (اہل ایمان کی نشانی) شعار کتاب کے وزن پر ہے، جسکے معنی جنگ اور سفر میں رکھی جانے والی علامت کے ہیں، اور یہ کلمہ تمام اہل ایمان کی علامت ہے۔ اُسی سے اُنکی شناخت ہوگی کہ وہ مومن ہیں۔ (لمعات)۔

اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرقات میں لکھا ہے کہ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمام اہل ایمان کی علامت یہ ہوگی کہ انبیاء کرام علیہم السلام انکے حق میں یہ دعاء کرینگے، اور اسکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو طبرانی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ پل صراط پر میری امت کی علامت ''**یا لاالہ الاأنت**'' (ائے اللہ تیرے سوا کوئی خدائے معبود نہیں) ہوگی، اور ان روایات کے مابین اس طور پر تطبیق دی جاسکتی ہے کہ یہ اس امت کی خصوصیات سے ہے اور پہلی علامت تمام امتوں کی ہے، اور واضح ترین بات یہ ہے کہ ''**رب سلم سلم**'' کا کلام اُن باعمل علماء، شہداء اور صالحین کی علامت ہوگی جو مومن کامل ہیں اور جنہیں انبیاء ورسل کی تابعداری میں مقام شفاعت نصیب ہوگا۔

245/7022﴾سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والا ایک شخص ہوگا کہ وہ ایک مرتبہ پاؤں کے بل چلے گا اور ایک مرتبہ اوندھے منہ گریگا اور ایک مرتبہ آگ اسکو جھلسا ئیگی، پس جب وہ اُس سے آگے پار ہوجائیگا تو اُسکی طرف پلٹ کر دیکھے گا اور کہے گا: بابرکت ومقدس ہے وہ ذات جس نے مجھے تجھ سے نجات بخشی، اللہ نے مجھے وہ چیز عطا کی یہ جو اس نے اگلوں اور پچھلوں میں سے کسی کو نہ دی، پھر اس کے لئے ایک درخت بلند کیا جائیگا تو وہ عرض کریگا: ائے میرے پروردگار! مجھے اس درخت کے قریب کردے کہ میں اسکا سایہ حاصل کرسکوں اور اسکا پانی پی سکوں، تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا: ائے انسان! اگر میں تجھے یہ عطا کروں تو شاید مجھ سے اسکے سوا اور مانگے گا؟ تو وہ عرض کریگا نہیں میرے پروردگار اور وہ اللہ سے عہد کریگا کہ وہ اس سے اسکے سوا کچھ نہ مانگے گا اور اس کا رب اسکا عذر قبول کرلے گا اسلئے کہ وہ بندہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس پر اُسے صبر نہیں آئے گا، چنانچہ وہ اسکو اس سے قریب کردیگا تو وہ اسکے سایہ میں رہیگا اور اسکا پانی پئے گا، پھر اسکے لئے ایک درخت اُٹھایا جائیگا جو پہلے سے بڑھ کر حسین ہوگا، پس وہ عرض کریگا: ائے میرے پروردگار! مجھے اس درخت سے قریب کردے تا کہ میں اسکا پانی پیوں اور اسکی چھاؤں میں رہوں، میں تجھ سے اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا، تو وہ فرمائیگا: ائے آدم زادے! کیا تو مجھ سے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ تو اسکے علاوہ کچھ نہ مانگے گا؟ اور رب تعالیٰ فرمائیگا: ہوسکتا ہے کہ اگر میں تجھے اسکے (بھی) قریب کردوں تو تو مجھ سے اسکے علاوہ اور مانگے گا، تو وہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کریگا کہ وہ اسکے علاوہ اور نہیں مانگے گا اور اسکا رب اسکے عذر کو قبول کرلیگا، اسلئے کہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس پر اسکو صبر نہیں آئیگا، چنانچہ وہ اسکو اُس سے قریب کردیگا تو وہ اسکے سایہ میں رہیگا اور اسکا پانی پئے گا، پھر اسکے لئے جنت کے دروازہ کے پاس ایک درخت اٹھایا جائیگا جو پہلے دونوں درختوں

سے زیادہ حسین ہوگا، تو وہ عرض کریگا: ائے میرے پروردگار مجھے اسکے قریب کردے تاکہ میں اسکے سایہ میں رہوں اور اسکا پانی پیوں، میں تجھ سے اسکے علاوہ کچھ اور نہ مانگوں گا، تو وہ فرمائیگا: ائے آدم زادے! کیا تو نے مجھ سے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ تو مجھ سے اسکے علاوہ کچھ اور نہ مانگے گا! وہ عرض کریگا: ہاں کیوں نہیں ائے میرے رب! (لیکن اب) میں تجھ سے بس یہی مانگتا ہوں، اسکے علاوہ مزید کچھ نہ مانگونگا اور اسکا پروردگار اسکے عذر کو اسلئے قبول کرلیگا کہ وہ بندہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس پر اسکو ذرا سا صبر نہیں آئیگا، چنانچہ وہ اسکو اسکے قریب کردیگا، پس جب وہ اسکو اسکے قریب کردیگا تو وہ جنتیوں کی آوازوں کو سُنے گا، تو وہ عرض کرنے لگے گا: ائے میرے رب مجھے اس میں داخل کردے، تو وہ فرمائیگا: ائے آدم زادے! (آخر) کونسی چیز مجھ کو تجھ سے چُھڑائیگی! کیا تو اس بات سے خوش ہوجائیگا کہ میں تجھے ساری دنیا اور اسکے برابر اُسی کے ساتھ دیدوں؟ وہ کہے گا ائے میرے رب کیا تو مجھ سے مذاق کررہا ہے[1]؟ حالانکہ تو سارے جہانوں کا پروردگار ہے پھر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنسنے لگے اور فرمایا: کیا تم لوگ مجھ سے یہ نہ پوچھو گے کہ میں کس وجہ سے ہنس رہا ہوں؟ تو لوگوں نے پوچھا آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ تو فرمایا: ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسا تھا، تو صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: رب العالمین

---

[1] ﴿ **قولہ ای ربِ تستھزئ منی الخ** (ائے میرے پروردگار کیا تو مجھ سے مذاق کررہا ہے) اگر یہ کہا جائے کہ کونسی چیز اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے اور کونسی چیز نہیں؟ اسکی معرفت (بروز قیامت) عالم اور جاہل کو برابر برابر ہوجائیگی اور حجاباتِ غیب اُٹھ جائینگے، تو پھر اس بندہ سے یہ بات کیسے سرزد ہوگی؟ تو میں کہتا ہوں: یہ عالم اس عالم کے درجہ میں رہیگا، جس پر اللہ تعالیٰ کی نوازشات وانعامات کی وجہ سے مسرت وخوشی غالب آجائیگی، تو فرطِ مسرت سے اسکی زبان پھسل جائیگی، جیسا کہ کہنے میں اس آدمی نے غلطی کی تھی، جسکی سواری بیابان میں گم ہوگئی اور اس پر اسکا کھانا اور پانی تھا، تو وہ اس سے مایوس ہوگیا، پھر جب وہ اسکو پالیا اور اسکی نکیل پکڑلیا تو فرط مسرت سے کہہ اٹھا: ''ائے تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں''۔ (مرقات)۔

کے ہنسنے کی وجہ سے، جس وقت کہ وہ بندہ کہے گا: کیا تو مجھ سے مذاق کررہا ہے، حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا میں تجھ سے مذاق نہیں کررہا ہوں بلکہ میں جو چاہتا ہوں 1 اس پر پوری طرح قدرت رکھتا ہوں۔ (مسلم)۔

246/7023 ﴾ اور مسلم کی ایک روایت میں سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے اسی کے ہم معنی ہے مگر یہ کہ انہوں نے اس جملہ سے کہ ''تو وہ فرمائیگا اے آدم زادے! کونسی چیز مجھکو تجھ سے چھڑائیگی'' سے ختم حدیث تک کے حصہ کو بیان نہیں کیا، البتہ انہوں نے اپنی حدیث میں ذیل کے الفاظ زائد بیان کئے ہیں: ''اور اللہ تعالیٰ اسکو یاد دلائیگا، کہ تو ایسا اور ویسا مانگ، یہاں تک کہ جب اسکی آرزوئیں ختم ہوجائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرے لئے یہ سب کچھ ہے اور اُس کا دس گنا بھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوگا تو اس کے پاس بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے اس کی دو بیویاں آئیں گی اور کہیں گی: تمام تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے تم کو ہمارے لئے اور ہمیں تمہارے لئے پیدا کر کے ہمیشہ کی زندگی بخشی 2، آنحضرت نے فرمایا: پس وہ کہے گا: جیسا مجھے سرفراز کیا گیا ایسا کسی کو سرفراز نہیں کیا گیا''۔ (مسلم)۔

---

1 ﴾ قولہ ولکنی علی ما أشاء قدیر (بلکہ میں جو چاہتا ہوں اس پر پوری طرح قدرت رکھتا ہوں) علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا: پس اگر تم کہو کہ یہاں کس چیز کا استدراک ہے؟ تو میں کہوں گا: کلام مقدر کا، یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کیا تو اس بات سے خوش ہوجائیگا کہ میں تجھے ساری دنیا اور اسکے برابر اُسی کے ساتھ دیدوں، تو بندہ خود کو نامستحق جانتے ہوئے اسکو ناممکن سمجھا اور کہنے لگا: کیا تو مجھ سے مذاق کررہا ہے؟ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ہاں ہاں تو نامستحق ہے لیکن میں تجھے مستحق بنا کر وہ عطا کرتا ہوں جسکو تو ناممکن خیال کیا ہے؛ کیونکہ میں جو چاہتا ہوں اس پر پوری طرح قادر ہوں۔ (مرقات)۔

2 ﴾ قولہ أحیاک لنا الخ (تم کو ہمارے لئے زندگی بخشی) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو ہمارے لئے اور ہم کو تمہارے لئے پیدا کیا، ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کو بتانے کیلئے یہاں ''خلق'' (پیدا کیا) کے بجائے ''أحیا'' (زندگی بخشی، زندہ رکھا) فرمایا گیا۔ نیز یہ بتانے کیلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اُس جہاں میں یکجا کیا جہاں موت کا نام نہیں، و نیز یہ کہ وہ دائمی خوشی اور زندگی والا جہاں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ'' ترجمہ: اور ہمیشہ کی زندگی کا مقام تو دار آخرت ہے۔ (مرقات)۔

247/7024 ﴿اُنہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میں دوزخ سے سب سے آخر میں نکلنے والے دوزخی اور جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے شخص کو جانتا ہوں، وہ ایسا شخص ہوگا جو سُرین کے بل گھسٹتے ہوئے دوزخ سے نکلے گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا اور جنت میں داخل ہوجا تو وہ اسکے پاس آئیگا تو اسکو خیال ہوگا کہ وہ بھری ہوئی ہے، تو وہ عرض کریگا: ائے میرے پروردگار! میں نے اسکو بھری ہوئی پایا، پس اللہ تعالیٰ فرمائیگا: جا اور جنت میں داخل ہوجا، کیونکہ تیرا حصہ دنیا جہاں برابر اور اسکا دس گنا ہے، تو وہ عرض کریگا: کیا تو مجھ سے دل لگی کررہا ہے یا مجھ پر ہنس رہا ہے؟ حالانکہ تو بادشاہ ہے! پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپکی کونچلیاں ظاہر ہوگئیں، اور کہا جاتا تھا کہ یہ جنتیوں میں سب سے کمترین درجہ والا ہوگا۔ (بخاری، مسلم)۔

248/7025 ﴿سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میں جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے جنتی اور دوزخ سے سب سے آخر میں نکلنے والے دوزخی کو جانتا ہوں، وہ ایسا آدمی ہوگا جسے روز قیامت لایا جائیگا اور کہا جائیگا: اسکے سامنے اسکے چھوٹے گناہوں کو پیش کرو اور بڑے گناہوں کو اس سے دور ہٹالو، چنانچہ اسکے روبرو اس کے چھوٹے گناہ پیش کئے جائینگے اور کہا جائیگا: کیا تو نے فلاں فلاں روز ایسا ایسا کیا؟ اور فلاں فلاں روز ایسا ایسا کیا؟ تو وہ عرض کریگا ہاں، انکار نہ کرسکے گا، جبکہ وہ اپنے بڑے گناہوں کی وجہ سے لرزاں و ترساں ہوگا کہ کہیں وہ (بھی) اسکے سامنے پیش نہ کردیئے جائیں، پس اس سے کہا جائیگا: دیکھ تیرے لئے ہر برائی کے بدلہ ایک نیکی [1] ہے، تو وہ عرض کریگا اے

---

1 ﴿ قولہ لک مکان سیئۃ حسنۃ الخ (تیرے لئے ہر برائی کے بجائے ایک نیکی ہے) اس میں دوصورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرلیا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ''اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَاُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ ۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

میرے رب! میرے علم میں کچھ چیزیں ہیں جنہیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپکی کونچلیاں ظاہر ہوگئیں۔(مسلم)۔

249/7026 ﴿سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنین جہنم سے نجات پائینگے تو انہیں جنت و دوزخ کے درمیان ایک پل پر روکا جائیگا، پس ان کیلئے ایک دوسرے سے ان مظالم کا قصاص لیا جائیگا جو آپس میں ان کے درمیان پیش آئے تھے یہاں تک کہ انہیں پاک وصاف کیا جائیگا اور وہ صاف ستھرے ہوجائینگے تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائیگی، پس اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے ان میں سے ہر ایک اپنے دنیاوی گھر کی راہ سے زیادہ اپنی جنتی گھر کا راہ یاب ہوگا۔(بخاری)۔

250/7027 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا مگر اسے جہنم کا وہ ٹھکانہ دکھایا جائیگا 1 جس کا وہ گناہ کرنے کی صورت میں حقدار رہوتا تاکہ وہ اور زیادہ شکر بجالائے، اور کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا مگر اسے جنت کا وہ ٹھکانہ دکھایا جائیگا جس کا وہ نیکی کرنے کی صورت میں حقدار رہوتا تاکہ وہ اس کیلئے حسرت کا باعث ہو۔(بخاری)۔

۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔ حَسَنٰتٍ‘‘(مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں میں بدل دے گا) لیکن اس میں یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ سب سے آخر میں نکلنے والا دوزخی یہ شخص کیسے ہوسکتا ہے؟ اسکا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ وہ توبہ کرنے کے بعد گناہوں کا ارتکاب کیا اور ان گناہوں کی وجہ سے سزا کا مستحق ہوا اور اب رہا اس کی سزا میں تبدیلی رب الارباب کے فضل کی بناء پر ہے دوسری بات زیادہ واضح ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ وہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے کرم کا حریص رہیگا۔(مرقات)۔

1 ﴿ قولہ اری مقعدہ من النار لو أساء لیزداد شکرا (اسے جہنم کا وہ ٹھکانہ دکھایا جائیگا جس کا وہ گناہ کرنے کی صورت میں حقدار رہوتا تاکہ وہ اور زیادہ شکر بجالائے) یہ دکھلانے کی علت ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ دکھلایا جانا قبر میں ہی ہو جیسا کہ اس پر بعض احادیث شاہد ہیں اور دوسرا احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قیامت کے دن ہو جیسا کہ اس حدیث میں واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(مرقات)۔

251/7028 ﴿سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جنتی جنت اور جہنمی جہنم میں منتقل ہو جائیں گے تو موت کو لایا جائیگا 1 حتی کہ اسے جنت و دوزخ کے درمیان رکھا جائیگا پھر اُسے ذبح کیا جائیگا، پھر ایک ندا دینے والا ندا دیگا کہ ائے جنتیو! کوئی موت نہیں ہے اور جہنمیو! کوئی موت نہیں ہے تو جنتی لوگوں کی خوشی پر خوشی بڑھ جائیگی اور جہنمیوں کے غم پر غم میں اضافہ ہوگا۔(متفق علیہ)۔

252/7029 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ بروز قیامت میری سفارش فرمائیے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو کرنے والا ہوں 2 میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو کہاں تلاش

---

1 ﴿ **قوله حتى جيئى بالموت الخ** (ایک روایت میں آیا ہے کہ موت کو مینڈے کی شکل میں لایا جائیگا کہا گیا اس عالم میں ہر چیز کی ایک حقیقت و مثال ہوتی ہے اور موت کی مثال مینڈا ہے اور علم کی مثال دودھ ہے اور ایمان کی مثال سایہ ہے اور اسکے علاوہ دوسری مثالیں ہوں گی اور اس سے قطع نظر کے باوجود اللہ تعالیٰ موت کو اس کے مانند اس لئے بنایا تا کہ وہ انھیں موت کی نیستی وزوال کو مینڈے کے ذبح کرنے کے ذریعہ دکھا دے تا کہ وہ اچھی طرح پہچان لیں اور کامل یقین کر لیں۔(مرقات)۔

2 ﴿ **قوله انا فاعل الخ** (میں ہی کرنے والا ہوں) پس اگر تم کہو یہ حدیث اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کے درمیان حساب کے بیان میں ہے کو کیا تطبیق ہوسکتی ہے، کیا تم اپنی گھر والوں کو قیامت کے دن یاد کروگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب رہا تین مقامات میں کوئی ایک کسی دوسرے کو یاد نہیں کرے گا۔

میں کہتا ہوں کہ پہلی حدیث غائبین پر محمول ہے تو کوئی اپنے گھر والوں میں سے غائب کو یاد نہیں کرے گا اور دوسری حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جو حاضر ہوں گے ان پر محمول ہے تو یاد نہ کرنے حاضر ہونے کے وقت شفاعت کے پائے جانے کے درمیان تاویل کی جائیگی، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اس پر دلالت کررہا ہے **فائین اطلبک الخ**(مرقات)۔

ان دو حدیثوں کو جمع کرنے کی وجہ اس سے مراد یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہے اور یہ بھی امکان ہے کہ ان دونوں کے درمیان جمع کرنا اس بناء پر ہے کہ یہ حدیث اجازت سے پہلے کی ہے اور وہ اجازت سے بعد والی ہے۔(کوکب دری)۔

کروں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پہلے [1] مجھے پل صراط پر تلاش کرو میں نے کہا: اگر میں آپ سے پل صراط پر نہ ملوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تم مجھے میزان کے پاس تلاش کرو، میں نے کہا: اگر میں آپ سے میزان کے پاس نہ ملوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تم مجھے حوض کوثر کے پاس تلاش کرو؛ کیونکہ میں ان تین مقامات سے نہ ہٹوں گا۔ (ترمذی)۔

بَابُ الْحَوْضِ وَالشَّفَاعَةِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

---

[1] ﴾ **قولہ اول ما تطلبنی علی الصراط** (سب سے پہلے تم مجھے پل صراط پر طلب کرو) ''کتاب بستان المحدثین'' میں ہے پہلا مقام جہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا جائیگا وہ حوض کوثر ہے، اس کے بعد مقام میزان، پھر پل صراط ہے۔ اب رہا اس حدیث میں جو مذکور ہے اس کے جواب میں صاحب عرف شذی نے کہا ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مقامات میں جانا آنا ہوتے رہیگا باب کی حدیث میں اس کی ترتیب کا ذکر نہیں ہے اور صاحب کوکب دری نے کہا ہے: اولیت سے اولیت زمانی مراد نہیں ہے، کیونکہ اس سے پل صراط کا میزان سے پہلے ہونا اور میزان کا حوض سے پہلے ہونا لازم آئیگا اور روایات میں اس کے برخلاف صراحت موجود ہے، بلکہ اس سے مراد اس وقت کی ہولناکی اور ضرورت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا جانا ہوگا، اس سے مراد یہ ہے کہ تم مجھے سب سے پہلے پل صراط پر تلاش کرو، پھر اس کے بعد ہول و پریشانی کی شدت میں میزان کے پاس، پھر حوض کوثر کے پاس تلاش کرو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمُ

12/245 بَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِهَا

جنت اور جنتیوں کی صفت کا بیان

253/7030 ﴿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے ایسی نعمتیں تیار رکھی ہے 1 جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا 2 اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ''فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ'' مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ '' (32۔السجدۃ، آیت نمبر:17) تو کوئی نفس نہیں جانتا جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا کر رکھی گئی ہے۔(بخاری، مسلم)۔

254/7031 ﴿ سیدنا بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے عرض

---

1 ﴿ قولہ: اعددت (میں نے تیار کر رکھی ہے) اس میں دلیل ہے کہ جنت پیدا کی گئی ہے اور جنت میں حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی سکونت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔(مرقات)۔

2 ﴿ قولہ: ولا خطر علی قلب بشر (اور نہ کسی انسان کے دل میں اسکا خیال گزرا) اگر تم کہو یہاں اس سے پہلے والی دو مخلوق (فرشتوں اور جنات) کے بغیر انسان کا خصوصیت سے کیوں ذکر کیا گیا؟ تو میں کہوں گا؛ کیونکہ انسان ہی ان نعمتوں سے استفادہ کرتے ہیں جو انکے لئے بنائی گئی ہیں، انکا اہتمام کرتے ہیں اور فرشتوں کے برخلاف یہی لوگ اپنے دل میں ان کا خیال لاتے ہیں اور یہ حدیث شریف آیت کریمہ کی تفصیل کے درجہ میں ہے، کیونکہ آیت کریمہ نے علم (جاننے) کی نفی کی اور حدیث شریف نے اسکے حاصل ہونے کے طریقہ کی نفی کی۔(مرقات)۔

کیا: یارسول اللہ! کیا جنت میں گھوڑے ہیں، فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کرتا 1 پھر تم چاہو کہ سرخ یاقوت کے گھوڑے پر تمہیں سوار کیا جائے جو تمہیں جہاں تم چاہو لے کر اڑے تو ضرور

---

1 قوله: ان الله اد خلک الجنة (اگر اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کردے) ''ان اللہ'' ہمزہ کے زیر اور نون کے جزم کے ساتھ ہے، کیونکہ یہ ان شرطیہ ہے پھر نون کو دو ساکن کے ملنے کی وجہ سے زیر دیا گیا۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: اسم ذات ''اللہ'' اسکے بعد والے فعل ''ادخلک الله الجنة'' کی وجہ سے مرفوع یہ جس کی تفسیر بعد والا فعل کررہا ہے، اس کو مبتدا ہونے کی بنیاد پر مرفوع قرار دینا درست نہیں؛ کیونکہ یہ حرف شرط کے بعد واقع ہے۔ اورآپ کا فرمان فلا تشاء ان تحمل جواب شرط ہے یعنی تم جنت میں سوار ہونا نہ چاہو گے، علامہ قاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تقدیر کلام یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تم کو جنت میں داخل کردے تو تم نہیں چاہو گے کہ اس طرح کے گھوڑے پر سوار ہوں مگر یہ کہ تم کو اس پر سوار کرادیا جائیگا معنی یہ ہے کہ دل جس چیز کی خواہش کرینگے وہ جنت میں اپنی چاہت کے مطابق پائیں گے حتی کہ اگر اس قسم کے گھوڑے پر سوار ہونے کی خواہش کریں تو ضرور اسکو پائیں گے اور اس پر قدرت بھی رکھیں گے، اور اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کردے تو تم نہ چاہو گے کہ تمہارے لئے سرخ یاقوت کی سواری ہو جو تمہیں جہاں چاہے لے اڑے اور نہ تم اس سے خوش ہوں گے کہ ذات اور صفت کے اعتبار سے اسی جنس کا گھوڑا طلب کرو جو دنیا میں پاتے تھے، یعنی وہاں تمہارے لئے ایسی سواریاں ہوں گی جو متعارف گھوڑے سے بے نیاز کردیتی ہو۔

اس معنی پر وہ الفاظ دلالت کرتے ہیں جو دوسری روایت میں آئے ہیں کہ اگر تمہیں جنت میں داخل کیا جائے تو یاقوت کا گھوڑا لایا جائیگا جس کے دو پر ہوں گے، پھر تمہیں اس پر سوار کیا جائے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنت اور دنیا کی سواریوں میں بطور تمثیل فرق بتلانے اور ان کے درمیان تفاوت بیان کرنے کا ارادہ فرمایا، تو جنت کے گھوڑے کی اس کی ذات میں اس گھوڑے سے تشبیہ بیان فرمائی جو ہمارے پاس زیادہ بہتر، ہمیشہ رہنے والا، عمدہ رنگ اور خالص ذات والا ہو اور تیز رفتاری اور اُڑھ کر جلدی نقل مقام کرنے میں اس کو پرندے سے تشبیہ دی اور دوسری روایت میں لفظ ''جناحان'' دو پروں کا ذکر کرکے اس کی تاکید فرمائی، اور اسی پر اس کا قیاس کیا جائے جو تفصیل جنت کی عمارتیں، اس کے باغات اور اس کی نہروں وغیرہ کے بارے میں آئی ہے اس کے حقائق کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پہلی توجیہ شیخ تورپشتی کا مذہب ہے، فرمان نبوی ''الا حملت'' ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

ایسا کیا جائے گا، دوسرے صحابی نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا جنت میں اونٹ ہیں؟ راوی نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہ نہیں فرمایا جوان کے ساتھی سے فرمایا تھا، بلکہ فرمایا تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو تمہارا دل چاہے اور آنکھ پسند کریگی۔ (ترمذی)۔

255/7032 ﴿ سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی آئے اور عرض کئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے گھوڑے پسند ہیں، کیا جنت میں گھوڑے ہیں؟ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم جنت میں جاؤ تو ایک یاقوتی گھوڑا تمہارے پاس لایا جائے گا جس کے دو پر ہوں گے تمہیں اس پر سوار کیا جائے گا، پھر تم جہاں چاہو وہ تمہیں لے اڑے گا۔ (ترمذی)۔

256/7033 ﴿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے تھے [1] جبکہ آپ کی خدمت میں اہل قریہ میں ایک صحابی موجود تھے کہ جنتیوں میں

۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔ مگر یہ کہ تم کو سوار کردیا جائے گا''، کی تقدیر اس کی متقاضی ہے کہ آپکا فرمان "الا فعلت"، مجہول صیغہ سے پڑھا جائے، کیونکہ یہ استثناء مفرغ ہے یعنی لاتکون بمطلوبک الا مسعفا یعنی تم اپنی طلب کردہ چیز کے ساتھ نہیں ہوں گے مگر یہ کہ تمہاری طلب کردہ چیز عطا کردی جائے گی، اگر اس کو معروف صیغہ سے پڑھیں تو کلام مقدر یہ ہوگا فلا تکون بمطلوبک الا فائزا تم اپنے مطلوب کے ساتھ کامیاب ہی رہو گے۔

سابقہ دو توجیہات میں دوسری توجیہ "اسلوب حکیم" کے قریب ہے کیونکہ صحابی نے دنیا میں متعارف گھوڑے سے متعلق عرض کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں جنت کی نعمتوں کا ذکر فرمایا؛ یعنی اپنا مطلوب چھوڑ دو؛ کیونکہ تم ہماری بیان کردہ اس سواری کی بناء اپنی دریافت کردہ سواری سے بے نیاز ہو۔ (مرقات)۔

[1] ﴿ قوله کا ن یتحدث وعنده رجل من اهل البادیة ان رجل (حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے تھے جبکہ آپ کی خدمت میں اہل قریہ میں ایک صحابی موجود تھے) اِن ہمزہ زیر کے ساتھ بطور حکایت ہے یہ من جملہ اسکے ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں بعض نسخوں میں یتحدث کا مفعول ہونے پر زبر کے ساتھ ہے اور دونوں کے درمیان جملہ معترضہ حالیہ ہے علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمزہ زیر کے ساتھ یتحدث کا مفعول ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشاد فرمارہے تھے اس کی حکایت کے طور پر ہے یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ ان رجلا من اهل الجنة الخ (مرقات)۔

سے ایک شخص اپنے رب سے کاشت کاری کی اجازت چاہے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نے جو چاہا اس میں نہیں ہے؟ عرض کرے گا کیوں نہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ کاشت کروں پس اس نے بیج بویا اچانک شگوفہ پودا بن گیا، لہلہانے کے قریب ہوا اور قابل کٹائی ہوکر پہاڑوں کے مثل بن گیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! رہنے دے کوئی چیز تجھے شکم سیر نہ کریگی، اعرابی نے کہا: بخدا! آپ ان کو قریشی پائیں گے یا انصاری؛ کیونکہ یہی لوگ اصحاب کاشت ہیں 1؎ البتہ ہم کاشت والے نہیں، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔(بخاری)۔

257/7034 سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مومن جنت میں اولاد کی تمنا کریگا تو اسکا حمل، وضع حمل اور عمر جیسا وہ چاہتا ہے ایک لمحہ میں سب کچھ ہوجائیگا۔اس حدیث شریف میں اسحٰق بن ابراہیم نے کہا: جب مومن جنت میں اولاد کی تمنا کریگا تو ایک لمحہ میں ہوگی لیکن وہ تمنا نہیں کرے گا۔(ترمذی)۔

258/7035 سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک جنت میں ایک بازار ہے جس میں بیع وشراء نہیں ہے مگر مرد اور عورتوں کی صورتیں ہوں گی، جب آدمی کسی صورت کو پسند کرلے تو اس میں داخل ہوجاتا ہے 2؎۔(ترمذی)۔

1؎ **قولہ فانھم اصحاب زرع** (کیونکہ وہ کاشت والے ہیں) قریشی حضرات کو کاشت کاری سے سابقہ اس وقت پڑا جب کہ وہ مدینہ شریف آنے کے بعد حضرات انصار کی صحبت میں رہے ورنہ وہ مکہ شریف میں کاشت کاری نہیں کرتے تھے (لمعات)۔

2؎ **قولہ اذا اشتھی الرجل صورۃ دخل فیھا** (جب آدمی کسی صورت کو پسند کرلے تو اس میں داخل ہوجاتا ہے) دو معنی کا احتمال رکھتا ہے (1) پہلا معنی یہ ہوگا کہ خوبصورت تصاویر اسکے سامنے ہوں جب وہ پسند کرے اور اس کے سامنے پیش کردہ تصویر کی تمنا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی قدرت سے اس تصویر کی شکل عطا کرتا ہے (2) دوسرا معنی صورت سے زینت مراد ہے جس کو وہ شخص اس بازار میں اختیار کرتا ہے اس کا لباس پہنتا ہے اور اپنی ذات کیلئے زیور، لباس اور تاج اختیار کرتا ہے جیسے کہا۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

259/7036 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت 1 میں ایک بازار ہے جس میں ہر جمعہ کے دن لوگ آئینگے شمال کی ہوا چلے گی

۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ جاتا ہے فلاں کی صورت حسین ہے یعنی اس کی ہیئت اچھی ہے یعنی جب ان تصویروں میں کسی کی خواہش ہو تو اس کو عطا کیا جائیگا اور اس میں داخل ہونے سے مراد اس سے آراستہ ہونا ہے اور دونوں معانی کے پیش نظر صفت میں تبدیلی ہوتی ہے ذات میں نہیں، علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: ان دونوں کے درمیان تطبیق ممکن ہے تاکہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث شریف سے موافقت ہو جائے کہ شمال کی ہوا چلے گی اور ان کے چہروں اور لباس سے ہوتے ہوئے گزر جائے گی تو انکا حسن و جمال بڑھ جائے گا الحدیث، میں کہتا ہوں یہ حدیث شریف اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ'' (43۔الزخرف، آیت: 71) (اس میں وہ سب ہے جو نفس چاہیں گے اور آنکھ پسند کریں گی) کا اقتباس ہے، اور شاید مکان یعنی بازار اور زماں یعنی روز جمعہ کی قید تصاویر کی خصوصیت پر ہے، کیونکہ وہ مزید نعمتوں کا دن، رب سے لقاء کا دن اور جمع ہونے، اہل بقا کے مشاہدہ اور صفا پر زیادتی نعمت کا دن ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ (مرقات)۔

1 ﴿ قوله ان فی الجنة لسوقا یأتونها کل جمعة (جنت میں ایک بازار ہے جس میں ہر جمعہ وہ آئیں گے) امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ''سوق'' بازار اہل جنت کے جمع ہونے کا مقام ہے جس میں وہ جمعہ یعنی ہر ہفتہ کی مقدار کے وقفہ سے جمع ہوتے ہیں۔

سورج، رات اور دن نہ ہونے کی وجہ سے وہاں حقیقت میں ہفتہ نہیں، میں نے کہا رات اور دن کا وقت انوار کے پردے ڈالنے اور اٹھانے سے پہچانا جائیگا، جیسا کہ بعض احادیث شریفہ میں آیا ہے تو اسی سے جمعہ اور عید کے دنوں کا پتہ چلے گا اور ان پر جو ملاقات، دیدار اور امداد وتعاون کے تمام امور مرتب ہوتے ہیں جانے جائیں گے، جامع میں ہے کہ جنتی، جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے، وہ اس لئے کہ ہر جمعہ اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیگا تم جو چاہو تمنا کرو! وہ سب علماء ربانیین کی طرف آئیں گے اور پوچھیں گے ہم کیا تمنا کریں؟ وہ کہیں گے ایسی ایسی تمنا کرو، پس وہ سب جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے جیسا کہ دنیا میں احتیاج رکھتے ہیں (ابن عساکر عن جابر) روز جمعہ کا نام جنت میں یوم مزید رکھنا اس کا تمام ایام سے ممتاز ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ مقصود کو بہتر جاننے والا ہے۔ (مرقات)۔

ان کے چہروں اورلباس سے ہوتے گزر جائے گی ان کا حسن و جمال مزید بڑھ جائے گا، وہ اپنے اہل کے پاس واپس آئینگے اس حال میں کہ ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو چکا ہوگا، ان کے اہل ان سے کہیں گے: بخدا! ہمارے پاس سے جانے کے بعد تمہارے حسن و جمال میں اضافہ ہوا ہے، تو وہ کہیں گے: 1 خدا کی قسم! تمہارا بھی حسن و جمال ہمارے بعد بڑھ گیا ہے۔ (مسلم)۔

260/7037 ﴿ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں کہ مجھے اور آپ کو جنت کے بازار میں جمع فرمائے، حضرت سعید نے عرض کیا وہاں بازار ہے؟ فرمایا ہاں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر عطا فرمائی جب جنتی جنت میں جائیں گے تو ان کے اعمال کے اضافہ کی وجہ اس میں اتریں گے، پھر انہیں دنیوی ایام میں سے روز جمعہ کی مقدار 2 میں اجازت دی جائیگی تو وہ اپنے رب کی زیارت سے مشرف ہونگے، اس کا عرش ان کے لئے ظاہر ہوگا اور جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ان پر تجلی فرمائے گا، پھر ان کے لئے نور کے منبر، موتی کے منبر، یاقوت کے منبر، زمرد کے منبر، سونے کے منبر، چاندی کے منبر رکھے جائیں گے اور ان میں سے کم درجہ شخص مشک اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھے گا 3 اور ان میں کوئی کمتر نہیں ہوگا یہ لوگ کرسیوں پر بیٹھنے والوں کو باعتبار مجلس ان سے افضل نہ دیکھیں گے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے

---

1 ﴿ **قولہ فیقولون وانتم واللہ لقد ازددتم بعد ناحسنا وجمالا** یہ حالت یا تو اس ہوا کا ان کو پہنچے سے ہے یا ان کا جمال منعکس ہونے کی وجہ سے یا ان کے حال کی تاثیر اور انجام کی ترقی کے سبب سے ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴿ **قولہ فی مقدار یوم الجمعة** (روز جمعہ کی مقدار میں) حواشی میں ہے یعنی ایک ہفتہ کی مقدار، ظاہر تو یہ ہے کہ یوم جمعہ مراد ہے، کیونکہ فضائل جمعہ میں وارد ہوا ہے دنیا کی طرح جنت میں روز جمعہ ہوگا اور جنتی اپنے رب کے دربار میں حاضر ہوں گے، **الی اخر معنی الحدیث**۔ (لمعات)۔

3 ﴿ **قولہ ویجلس ادناھم** (اور ان میں کم درجہ والا بیٹھے گا) یعنی جنت میں درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے کم اسکے سوا دوسروں کی بہ نسبت، آپ کا فرمان ان میں کم درجہ شخص نہیں ادنی یعنی معمولی، لفظ ادناہم سے بے وقاری کا مفہوم دفع کرنے کیلئے (یہ لایا گیا)۔ (لمعات)۔

عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہمیں اپنے رب کا دیدار حاصل ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں کیا تم سورج کو اور چودہویں کے چاند کو دیکھنے میں شک کرتے ہوں؟ ہم نے عرض کیا نہیں، فرمایا: اسی طرح تمہارے رب کو دیکھنے میں شک نہیں کروگے اس مجلس میں کوئی آدمی باقی نہ رہے گا مگر اللہ تعالیٰ بے حجاب تجلی فرمائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک شخص سے فرمائے گا: اے فلاں بن فلاں کیا تو وہ دن یاد رکھتا ہے جب تو ایسا ایسا کہا تھا، تو وہ دنیا میں ہوئی بعض لغزشوں کو یاد کرے گا، پھر عرض کریگا اے رب کیا تو مجھے نہ بخشے گا فرمائے گا کیوں نہیں، میری وسعت مغفرت کی وجہ سے تو اپنے اس درجہ تک پہنچا، یہ حضرات اسی درمیان ہونگے کہ ان پر ایک بادل چھا جائے گا اور ان پر خوشبو برسائے گا وہ اس طرح کی خوشبو کبھی نہ سونگھے ہوں گے اور ہمارا رب ہم سے فرمائے گا: اٹھو! اس بزرگی کی طرف جو بزرگی میں نے تمہارے لئے تیار کی ہے تم جو چاہو لے لو، تو ہم ایک بازار میں آئینگے جس کو فرشتے گھیرے ہوں گے اس میں ایسی نعمتیں ہوں گی جس کے مثل نہ آنکھیں کبھی دیکھی ہونگی 1 نہ کان کبھی سنے ہوں گے اور نہ دلوں میں خیال گزرا ہوگا تو ہمارے لئے اٹھا کر لایا جائیگا، جو ہم چاہیں گے اس میں نہ خریداری کی جائیگی اور نہ فروختگی، اسی بازار میں جنتی لوگ ایک دوسرے سے ملیں گے ایک بلند مرتبہ شخص آکر اس سے کم درجہ والے سے ملے گا جبکہ ان میں کوئی کم نہ ہوگا اس شخص پر جو لباس یہ دیکھے گا اسے پسند آئیگا، اس کی آخری گفتگو ختم نہ ہوگی کہ اس سے زیادہ خوبصورت لباس اِس پر دکھائی دے گا اس لئے کہ وہاں کسی کا غمزدہ ہونا مناسب نہیں، پھر ہم اپنے گھر لوٹ آئینگے ہماری بیویاں ہم سے ملیں گی اور کہیں گی **مرحبا و اھلا** خوش آمدید مبارکباد آپ تشریف لائے ہیں جبکہ آپ پر اس سے زیادہ حسن و جمال ہے جس کے

---

1 ﴿ **قوله مالم تنظر العیون** (جسکو آنکھیں نہ دیکھی ہوں) علامہ مظہر نے فرمایا موصولہ ہے، موصول، صلہ سے مل کر مقدر ضمیر منصوب کا بدل ہو کر منصوب ہونے کا احتمال رکھتا ہے جو ضمیر لفظ **مااعددت** کے ما کی طرف لوٹتی ہے، یا متبداء محذوف کی خبر ہونے کی بنیاد پر حالت رفعی میں ہونے کا احتمال بھی رکھتا ہے، شارح نے کہا یا وہ مبتدأ ہے اس کی خبر محذوف ہے یعنی **فیھا**، میں نے کہا یہی بہتر اور زیادہ موافق ہے، علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک توجیہ یہ ہے کہ مالفظ سوق کا بدل موصوفہ ہے (مرقات)۔

ساتھ آپ ہم سے جدا ہوئے تھے، ہم کہیں گے آج ہمیں اپنے رب جبار کی مجالست حاصل ہوئی اور ہمارا یہی حق تھا کہ ہم اسی شان کے ساتھ لوٹیں جس شان سے ہم لوٹے ہیں۔(ترمذی، ابن ماجہ)۔

261/7038 ﴿ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں خوبصورت حوروں کی محفل ہے وہ ایسی آوازیں بلند کریں گی جس کے مثل مخلوق نے سنی نہ ہوگی، کہیں گی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں ختم نہ ہوں گے، ہم نعمتوں میں پرورش پاتی ہیں محتاج نہیں ہیں 1 اور ہم راضی رہنے والی ہیں ناراض نہ ہوں گی، خوشخبری ہے اس کے لئے جو ہمارے لئے ہے اور ہم اس کے لئے ہیں۔(ترمذی)۔

262/7039 ﴿ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت 2 میں ایک کوڑے 3 کی جگہ دنیا اور اس کی نعمتوں سے بہتر ہے۔(بخاری 4)۔

---

1 ﴿ قولہ ونحن الناعمات یعنی نعمتوں میں پرورش پانے والی ہیں لابأس یعنی ضرورت مند ومحتاج نہیں یا خوبصورت نرم ہیں سخت برے نہ ہوں گے، یا خوش ہیں رنجیدہ نہ ہوں گے، نعمت سے مراد مسرت ہے جیسا کہ قاموس میں ہے۔(لمعات)۔

2 ﴿ قولہ فی الجنة (جنت میں) لفظ جنت قرآن شریف میں بطور غلبہ اعلام سے ملحق ہونے والے ناموں کے نہج پر آیا جیسے نجم، ثریا، کتاب وغیرہ اور وہ اس طرح کہ جنت ہر اس باغ کو کہتے ہیں جس کے درختوں کی ٹہنیاں بہت زیادہ ہوں، پھر زیادہ استعمال دارالثواب کے لئے ہوگیا اور ہم نے ناموں سے ملحق ہونے والے کلمات اس لئے کہا کہ وہ الف لام کے ساتھ لازم نہیں اور تحقیقی بات یہ ہے کہ وہ بر سبیل تغلیب منقول شرعی ہے اور اس کو اس وقت غلبہ حاصل ہو جاتا ہے جب وہی ذہن میں موجود اور معہود ہو، اسی طرح لفظ ''نار'' غلبہ کے طور پر دارالعقاب کے لئے نقل کرلیا گیا ہے اگرچہ اس میں سخت ٹھنڈک، تلچھٹ اور خاردار زہریلے درخت وغیرہ ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ''جنت'' کی وجہ سے محلات اور حور و غلمان کی مانگ سے بے نیازی نہیں ہوگی اور نہ مطلق ''نار'' سے سخت ٹھنڈک، تلچھٹ، اور خاردار زہریلے درخت سے چھٹکارا طلب کرنے سے بے نیازی حاصل ہوگی۔

3 ﴿ قولہ موضع سوط (کوڑے کی جگہ) اس سے جنت کی کچھ مقدار مراد ہے اور آپ کے فرمان ''بہتر ہے'' کا معنی یہ ہے کہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس کی کمیت و کیفیت سے بہتر ہے، کیونکہ جنت کی نعمتیں باقی ہیں دنیا اور اس میں جو ہے وہ فانی ہے۔(مرقات)۔

4 ﴿ قولہ رواہ البخاری صاحب جامع نے اسی طرح فرمایا۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

263/7040 ﴾ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی راہ میں صبح 1 سویرے ایک مرتبہ چلنا یا شام ایک مرتبہ چلنا دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے، اور اگر اہل جنت کی عورتوں میں کوئی خاتون زمین کی طرف جھانکے تو ضرور زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے اس کو روشن کر دے گی اور اس کو خوشبو سے بھر دے گی اور اس کے سر پر اس کی مانگ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔(بخاری)۔

264/7041 ﴾ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اگر جنت کی نعمتوں سے اتنا ظاہر ہو جائے جو ایک ناخن اٹھاتا ہو تو ضرور آسمانوں اور زمین کی سمتوں کے درمیان جو کچھ ہے وہ اس کی وجہ سے مزین و آراستہ ہو جائیں گے، اور اگر جنتیوں میں سے کوئی شخص جھانکے اور اس کے کنگن ظاہر ہو جائیں تو ضرور اس کی روشنی سورج کی روشنی کو چھپا دے گی جس طرح سورج تاروں کی روشنی کو چھپا دیتا ہے۔(ترمذی)۔

265/7042 ﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک جنت میں ایک درخت ہے 2 جس کے سایہ میں سوار

۔۔۔ ماقبل حاشیہ۔۔۔ یعنی اس کو امام بخاری، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، تو صاحب مشکوۃ کا متفق علیہ کہنا دو وجوہ سے محل توقف میں ہے اور جامع میں ہے: یقیناً جنت میں تم میں سے کسی کے کوڑے کی مقدار اس سے بہتر ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے، امام احمد نے اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔(مرقات)۔

1 ﴾ قولہ غدوۃ (یعنی دن کے ابتدائی حصہ میں ایک مرتبہ جانا) وقولہ روحۃ (دن کے آخری حصہ میں یا رات کے ابتدائی حصہ میں ایک مرتبہ جانا) اور لفظ "أوْ" شک کے لئے نہیں تو عیت بتلانے کے لئے ہے، یعنی اس کی خوشنودی کی راہ میں دونوں میں سے ہر طرح کا جانا (دنیا و مافیہا سے بہتر ہے) جیسے جہاد، حج، ہجرت، طلب علم۔(مرقات)۔

2 ﴾ قولہ شجرۃ . شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ابن جوزی نے کہا: ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

سوسال چلے تو اس کو طے نہیں کر سکے گا اور یقیناً تم میں سے کسی کے کمان کی جگہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے۔(بخاری، مسلم)۔

266/7043 ﴾سیدتنا اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب کہ آپ کی خدمت اقدس میں سدرۃ المنتہٰی کا ذکر کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ٹہنیوں کے سایہ میں سوار سوسال چلے گا، یا فرمایا اس کے سایہ میں سوسوار سایہ لیں گے، یہ شک راوی ہے، اس میں سونے کے پتنگے ہیں اور اس کے پھل بڑے مٹکوں کی طرح ہیں۔(ترمذی)۔

267/7044 ﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں ہے کہ جس کا تنہ سونے کا نہ ہو[1]۔(ترمذی)۔

۔۔ماقبی حاشیہ۔۔۔اس درخت کو طوبیٰ کہا جاتا ہے، میں کہتا ہوں اس کی شاہد دلیل امام احمد، امام طبرانی اور امام ابن حبان کے پاس ہے انتھی۔

اور آپ کا فرمان ''اس کے سایہ میں'' یعنی اس کے حصہ میں ورنہ عرف میں ''ظل'' وہ ہے جو سورج کی گرمی سے بچائے اور جنت میں سورج نہیں ہے بہر حال مقصود اس کے نیچے چلنے کا ذکر کرنا ہے جیسے عرش کا سایہ اور ممکن ہے کہ درخت کا اس کے نیچے والی چیزوں کے لئے واضح نور ہو جیسے چھپانے والا پردہ، **وقوله لقاب قوس فائق** میں ہے قاب مقدار کے معنی میں ہے اور زیادہ واضح معنی یہ ہے: یقیناً جنت میں تم میں سے کسی کے کمان کی جگہ مقدار **وقوله اوتغرب** ''او'' واو کے معنی میں ہے کیونکہ اس سے مراد وہ ہے جو مشرق و مغرب کے درمیان ہے اور اس سے دنیا اور اس کی تمام چیزیں مراد لی گئی ہیں (مرقات، لمعات)۔

1 ﴾ **قوله وساقها من ذهب** اور اس کی ٹہنیاں تو الگ الگ ہیں کبھی سونے کی اور کبھی چاندی کی یا یاقوت یا زمرد موتی کی یا قسم قسم کے پھولوں اور مختلف انوار سے آراستہ، اور مزین کی ہوئی ہیں اور ان کے اوپر مختلف جنس کے پھل ہیں اور اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔(مرقات)۔

268/7045 ﴿سیدنا انس رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں مؤمن کو جماع کی اتنی اتنی قوت دی جائے گی 1، عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ اس کی طاقت رکھے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے سو(100) کی طاقت دی جائے گی۔(ترمذی)۔

269/7046 ﴿سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ضرور مؤمن کے لئے جنت میں مجوف موتی کا خیمہ ہوگا جس کی چوڑائی اور ایک روایت میں ہے جس کی لمبائی ساٹھ میل ہے، اس کے 2 ہر گوشہ میں اہل ہوں گے جو دوسروں کو نہ

---

1 ﴿ قوله يعطى المؤمن في الجنة قوة كذا وكذا من الجماع اور وہ عورتوں کی گنتی سے کنایہ ہے جیسے مثال کے طور پر دس اور آپ کا فرمان ''سو'' کی طاقت دی گئی یعنی سو آدمیوں کی، اسی طرح کہا گیا یا سو مرتبہ جماع کرنے کی اور معنی اس طرح ہے: جب بات ایسی ہے تو وہ اس کی طاقت رکھے گا۔(مرقات)۔

2 ﴿ قوله في كل زاوية منها یعنی اس خیمہ کے، اہل یعنی مؤمن کی بیوی وغیرہ، ''وہ نہیں دیکھیں گے'' یعنی وہ اہل نہیں دیکھیں، اس کے معنی کے اعتبار سے جمع کا صیغہ لایا گیا، دوسروں کو یعنی دوسرے گوشہ میں رہنے والے اہل کو، ان کے پاس آئے گا یعنی مؤمن اہل کے پاس آئے گا، اور یہاں طواف ہم بستری سے کنایہ ہے، اور آپ کا فرمان جنتان مبتدأ ہے جس کی خبر محذوف ہے یعنی اور مؤمن کے لئے دو باغ ہوں گے اور جو کچھ اس میں ہے یعنی محلات ساز وسامان تخت، درخت کی ٹہنیاں اور اس جیسی چیزیں۔ اور آپ کا فرمان ''اور دو باغ ہوں گے جن کے برتن اور اس میں جو کچھ ہے سونے کے ہوں گے'' پھر اس کا ظاہر یہ ہے کہ دو باغ چاندی کے ہیں کسی اور چیز کے نہیں اور اس کے برعکس بھی تو اس فرمان کے درمیان اور جنت کی تعمیر کی صفت والی حدیث شریف کے درمیان جس میں ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی ہونے کا ذکر ہے، تطبیق اس طرح ہے کہ پہلی حدیث میں جو برتن وغیرہ ہیں اس کا بیان ہے اور دوسری حدیث میں دیواروں کی صفت کا بیان ہے۔

اور لوگوں کے درمیان یعنی اہل جنت کے درمیان اور ان کے رب کے دیدار کے درمیان کوئی رکاوٹ اور مانع نہیں ہے سوائے کبریائی کی چادر کے یعنی عظمت کی صفت کے، شیخ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یعنی جسمانی کدورت کے حجابات دور ہونے اور حسی رکاوٹوں کے ختم ہونے کے۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

دیکھیں گے، ان کے پاس مؤمن بندہ آئیگا، اس کے دو باغ ہوں گے جن کے برتن اور اس میں جو کچھ ہے چاندی کے ہوں گے، اور دو باغ ہوں گے جن کے برتن اور اس میں جو کچھ ہے سونے کے ہوں گے اور لوگوں کے درمیان اور ان کے رب کے دیدار کے درمیان جنت عدن میں اس کی ذات پر صرف ایک کبریائی کی چادر ہوگی ۔ (بخاری، مسلم)۔

270/7047 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مخلوق کس سے پیدا کی گئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 1 پانی سے، ہم نے عرض کیا: جنت کی تعمیر کیسی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی اس کا گارا خالص مشک ہے، اس کے کنکر موتی اور یاقوت ہیں اور اس کی مٹی زعفران ہے، جو اس میں داخل ہوگا خوشحال رہے گا محتاج نہ ہوگا 2، ہمیشہ رہے گا کبھی نہیں مرے گا، نہ ان کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ ان کی جوانی ختم ہوگی ۔ (احمد، ترمذی، دارمی) ۔

۔۔۔ ماقبل حاشیہ ۔۔۔ ساتھ جب مؤمن بندہ جنت میں اپنا ٹھکانہ بنالے تو اس کے درمیان اور اس کے رب کے دیدار کے درمیان صرف جلال کی ہیبت اور جمال کے انوار ہیں جو اس سے روکتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے بندوں پر فضل و مہربانی کے طور پر شفقت و رحمت کی وجہ سے ہی ان سے اٹھتے ہیں ۔ (ماخوذ از مرقات)۔

1 ﴾ **قوله قال من الماء** عقلاء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجسام میں سب سے پہلے کس کو پیدا کیا؟ تو اکثر اس بات کے قائل ہیں کہ وہ پانی ہے، کیونکہ وہ تمام صورتوں کی قابلیت رکھتا ہے، پھر دبیز اور جامد بنا کر اس سے زمین بنائی گئی اور لطیف بنا کر آگ اور ہوا بنائی گئی کیونکہ پانی جب لطیف ہوتا ہے تو ہوا میں تبدیل ہوجاتا ہے اور خالص پانی سے آگ بنی اور آگ کے دھویں سے آسمان بنا اور یہ حدیث شریف اس کی دلیل ہوسکتی ہے، اب رہا جو حواشی میں ذکر کیا گیا کہ پانی سے مراد نطفہ ہے تو یہ توجیہ اس قید کا تقاضہ کرتی ہے کہ مخلوق سے ہر زندہ چیز مراد لی جائے جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ'' (21-الانبیاء، آیت: 30) اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا، اور اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے ۔ (لمعات)۔

2 ﴾ **قوله ولا يبأس** باء کے جزم کے ساتھ پھر زبر والا ہمزہ یعنی ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ۔۔۔

271/7048 ﴾ انہی سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جنت میں داخل ہوگا خوشحال رہیگا، پریشان حال نہ ہوگا، اس کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوں گے اور نہ اس کی جوانی ختم ہوگی ۔(مسلم)۔

272/7049 ﴾ انہی سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنتی لوگ بغیر بال والے، بے ریش اور سُرمگیں آنکھوں والے ہیں، نہ انکی جوانی ختم ہوگی اور نہ کپڑے بوسیدہ ہوں گے ۔(ترمذی، دارمی)۔

273/7050 ﴾ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہل جنت، جنت میں اس حال میں داخل ہوں گے کہ وہ بغیر بال والے، بے ریش، سُرمگیں آنکھوں والے، تیس(30) سالہ یا تینتیس(33) سالہ (نوجوان) ہوں گے۔(ترمذی)۔

274/7051 ﴾ سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک ندا دینے والا ندا دے گا [1] کہ تم تندرست رہو گے پھر کبھی بیمار نہیں ہوگے، تمہارے لئے یہ ہے کہ زندہ رہو گے، پھر کبھی نہیں مروگے، تمہارے لئے یہ ہے کہ جوان رہو گے پھر کبھی بوڑھے نہیں ہوگے اور تمہارے لئے یہ ہیکہ خوشحال رہو گے پھر کبھی مفلس نہیں ہوگے ۔(مسلم)۔

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔ وہ محتاج و مفلس نہیں ہوگا اور نہ فکر مند و غمگین ہوگا، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ آپ کے فرمان ''خوشحال رہے گا'' کی تاکید ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ''واؤ'' نہ لایا جائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ذریعہ طرد و عکس کو ثابت کرنے کا ارادہ فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''**لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ**'' (66۔التحریم، آیت:6) وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے، میں کہتا ہوں جامع کی روایت **لا يبأس** عطف کے بغیر مروی ہے۔(مرقات)۔

[1] ﴾ **قوله ينادى مناد** یعنی جنت میں اور کہا گیا منادی اس وقت ندا دے گا جب وہ جنت کو دور سے دیکھیں گے۔(مرقات)۔

275/7052 ﴿ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ایک صاحب نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیا اہل جنت سویا کریں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: نیند موت کی طرح ہے اور اہل جنت نہیں مریں گے۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

276/7053 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ پہلا 1 گروہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ چودھویں کے چاند کی صورت پر ہوگا، پھر ان کے بعد داخل ہونے والے آسمان کے ایک تیز چمکدار تارے کی مانند ہوں گے، ان کے دل ایک ہی آدمی کے دل کے موافق ہوں گے، ان کے درمیان کوئی اختلاف اور باہم بغض نہیں ہوگا، ان میں سے ہر ایک کی بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے دو بیویاں 2 ہوں گی، خوبصورتی کی وجہ

---

1 ﴿ قولہ اول زمرۃ یعنی پہلی جماعت اور وہ انبیاء و اولیاء ہیں ایک شارح نے اسی طرح فرمایا: اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد بطور خاص انبیاء کرام ہیں وقولہ یدخلون الجنۃ علی صورۃ القمر شاید سورج کی صورت پر جنت میں داخل ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

وقولہ ثم الذین یلونھم یعنی رتبہ کے قریب ہونے میں وہ اس گروہ اولیاء علماء شہداء اور صالحین کے قریب ہوں گے۔

وقولہ علی قلب رجل واحد یعنی اتحاد اور محبت میں۔ (ماخوذ از مرقات)

2 ﴿ قولہ زوجتان من الحور العین. حور، حوراء کی جمع ہے اور وہ ایسی عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ کی سفیدی نہایت سفید اور سیاہی نہایت سیاہ ہو اور عین عیناء کی جمع ہے اور وہ کشادہ چشم عورت کو کہتے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کی اس صفت والی دو بیویاں ہوں گی اور یہ اس بات کے خلاف نہیں ہے کہ اُس کی دوسری بیویاں بھی ہوں گی۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ظاہر ہے کہ تثنیہ تکرار کے لیے ہے حد بتلانے کے لئے نہیں، جیسا اللہ تعالیٰ کا فرمان فَارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ (تو تم دو مرتبہ نظر لوٹاؤ) کیونکہ یہ بھی وارد ہے کہ ایک جنتی شخص کے لیے بہت ساری حوریں ہوں گی۔ (ماخوذ از لمعات و مرقات)۔

سے پنڈلیوں کا گود ہڈی اور گوشت کے پیچھے سے دکھائی دے گا 1، وہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے، نہ بیمار ہوں گے، نہ بول و براز کریں گے، نہ تھوکیں گے اور نہ ناک صاف کریں گے، ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن لوبان کا ہوگا اور ان کا پسینہ مشک ہوگا سب ایک شخص کی خلقت 2 کے موافق اپنے والد ماجد حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر قد میں ساٹھ گز ہوں گے۔ (بخاری، مسلم)۔

277/7054 ﴿سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

1 ﴿ **قولہ بکرۃ و عشیا** یعنی ہمیشہ، اس طور پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دن رات مراد لی جز کہا گیا اور مجازی طور پر کل کا ارادہ کیا گیا، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان دونوں سے ہمیشگی مراد ہے۔ **وقولہ انیتھم الذھب والفضۃ** بقصد زینت ان پر سونے اور چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہوگا، یا برتن ہی اس طرح ہوں گے کہ اُن میں بعض سونے کے اور کچھ چاند کے ہوں گے تو واؤ ''او'' کے معنی میں قسم بتلانے کے لیے ہوگا۔ **وقولہ وقود مجامرھم الالوۃ وقود** جس کے ذریعہ ان کی انگیٹھیاں جلائی جاتی ہیں، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الوۃ ایک ہندوستانی لکڑی ہے، نھایہ میں ہے مجمر زیر کے ساتھ (انگیٹھی) وہ جس میں بخور کے لیے آگ جلائی جاتی ہے اور بعض علماء نے کہا: اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جنت میں تو آگ نہیں ہے، اس کا جواب دیا گیا کہ وہ بغیر آگ کے مہکے گا۔ میں کہتا ہوں مہکنا کبھی نور سے بھی ہوتا ہے اور یہ نہایت واضح بات ہے۔ ایندھن کی اضافت جنتیوں کی طرف کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ لوبان ہی خود ایندھن ہوگا دنیا کے عرف کے برعکس کیونکہ لوگوں کا ایندھن لوبان نہیں لکڑیوں کے ٹکڑے ہوتے ہیں اور یہ سب مسلسل لذتوں اور اعلیٰ خواہشوں سے ہے ورنہ ان کے بالوں کا نہ چمٹنا ہوگا اور نہ اُن جسموں اور کپڑوں کے لیے میل و بدبو ہوگی بلکہ اُن کی بو مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی تو ان کے لیے کنگھی کرنا خوشبو استعمال کرنا محض زیب و زینت میں اضافہ کے لیے اور قسم قسم کی حسی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے ہوگا۔ (ماخوذ از مرقات)۔

2 ﴿ **قولہ "علی خلق رجل واحد"** خلق پہلے حرف کے زبر کے ساتھ اور معنیٰ یہ ہے کہ وہ ہم عمر ہوں گے اور عمر جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں وارد ہے تیس یا تینتیس سال ہوگی اور یہی ''ان کے والد آدم علیہ السلام کی صورت پر پیدا کئے گئے'' کے مناسب وسزاوار ہے۔ (مرقات)

نے ارشادفرمایا: کہ اہل جنت جنت میں کھائیں گے پئیں گے، نہ تھوکیں گے، نہ بول وبراز کریں گے، اور نہ ناک صاف کریں گے،صحابہ کرام نے عرض کیا: پھر کھانے کا کیا ہوگا1؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ڈکار ہوگی اور مشک کی خوشبو کی طرح خوشبو ہوگی ،اللہ تعالیٰ کی پاکی اور حمد انہیں القاء کی جاتی رہے گی جیسے تم سانس لیتے ہو۔(مسلم)۔

278/7055 ﴿سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ پہلا گروہ جو قیامت کے دن جنت میں داخل ہوگا ان کے چہروں کی روشنی چودھویں کے چاند کی مانند ہوگی ،اور دوسرا گروہ آسمان کے خوبصورت ترین چمکدار تارے کی طرح ہوگا، ان میں سے ہر آدمی کے لئے دو بیویاں ہوں گی2، ہر بیوی پر ستر جوڑے ہوں گے،ان جوڑوں کے پیچھے سے ان کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا۔(ترمذی)۔

---

1 ﴿ قولہ" فما بال الطعام" یعنی اس کے فضلہ کا معاملہ کیا ہوگا وقولہ قال جشاء ورشح یعنی کھانے کا فضلہ ڈکار ہوگا یعنی ڈکار کی مانند ہوگا ورنہ جنت کا ڈکار ناپسندیدہ نہیں ہوتا دنیا کے ڈکار کے برخلاف اور خوشبو ہوگی، ظاہر ہے کہ کھانا ڈکار بنے گا اور پانی خوشبو اور مزہ کے معنٰی کے پیش نظر لفظ طعام اُن دونوں پر بولا جاتا ہے۔ وقولہ یلھمون التسبیح یعنی وہ تسبیح اور تھلیل سے نہ تھکیں گے جیسا تم سانس لیتے نہیں تھکتے اور فرشتوں کی طرح کوئی چیز انہیں اس سے نہیں روکے گی جیسا کہ سانس لینے سے نہیں روکتی یا مراد یہ ہے کہ تسبیح وتھلیل لازمی صفت ہوجائے گی اُن سے علیحدہ نہیں ہوگی جیسے سانس جاندار کے لئے ضروری ہوتی ہے،حاصل یہ ہے کہ اُن سے کوئی سانس نہیں نکلے گی مگر اللہ سبحانہ کے ذکر اور اس کے شکر سے مل کر۔(ماخوذ ازمرقات)۔

2 ﴿ قولہ زوجتان اس کے درمیان اور حدیث شریف"جنتیوں میں کم ترین درجہ والا آدمی وہ ہوگا جس کی بہتّر بیویاں اور اسّی ہزار خادم ہوں گے" کے درمیان تطبیق اس طرح ہے کہ کہا جائے ان میں ہر شخص کے لیے دو بیویاں اس صفت والی ہوں گی کہ اُن کے پیچھے سے اُس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ اُن میں سے ہر ایک کے لیے بہت سی حوریں ہوں گی جو اس درجہ تک پہنچی ہوئی نہیں ہوں گی اسی طرح کہا گیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے دنیا کی عورتوں میں سے دو بیویاں ہوں گی اور اہل جنت میں کم ترین درجہ والا وہ شخص ہوگا جس کی کل بہتر بیویاں ہوں گی یعنی دنیا کی عورتوں میں سے دو اور حوروں میں سے ستر اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔(مرقات)۔

279/7056 ﴾ انہی سے روایت ہے وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: کہ جنتی آدمی جنت میں کروٹ بدلنے سے پہلے ستّر مسندوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوگا [1]، پھر ایک خاتون اس کے پاس آئیگی اور اسکے کندھے پر ہاتھ رکھے گی تو وہ اس کے رخسار میں اپنا چہرہ دیکھے گا جو آئینہ سے زیادہ صاف ہوگا اور اس پر ادنی موتی مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کردے گا، پھر وہ اسے سلام کریگی اور وہ جواب دے گا اور اس سے پوچھے گا، تو کون ہے وہ کہے گی میں مزید [2] نعمتوں سے ہوں یقیناً اس پر ستر جوڑے ہونگے اس کی نظر اسکے جوڑوں سے پار ہوجائیگی یہاں تک کہ وہ اس کے پیچھے سے اسکی پنڈلی کا گودا دیکھے گا، اور اس پر ایسا تاج ہوگا کہ اس کا ایک چھوٹا سا موتی مشرق و مغرب کے درمیانی فاصلہ کو روشن کردے گا۔ (احمد)۔

280/7057 ﴾ انہی سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنتیوں میں سب سے کم درجہ کا وہ شخص ہوگا جس کے اسّی ہزار خادم ہوں اور بہتّر بیویاں

---

1 ﴾ **قولہ مسندا یہ سبعین** کی تمیز ہے جو نزع خافض کی وجہ سے منصوب ہے۔ ستر مسندوں پر یا ایک مسند کے بعد دوسری پر ہر مسند علیحدہ رنگ والی اور زینت کے اقسام میں ایک قسم والی ہوگی۔ **وقولہ قبل ان یتحول** یعنی ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف پلٹنے سے پہلے، یہ یَتَّکِیُٔ کا ظرف ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ **وقولہ فتضرب علی مکنبہ** یعنی ناز و نخرہ کے طور پر مارے گی، اس میں خوبصورتی دیکھنے کے لئے آگاہ کرنا ہے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

2 ﴾ **قولہ انا من المزید** اس سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں مذکور ہے: لَهُمْ مَّا يَشَآئُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْد ''۔ (ق، 35) ترجمہ: اُن کے لیے وہ ہے جو وہ چاہتے ہیں اور ہمارے پاس اضافہ ہے۔ ان مزید نعمتوں میں افضل نعمت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَة ''۔ ترجمہ: اچھے عمل کرنے والوں کے لیے حسنٰی ہے اور اضافہ ہے یعنی جنت ہے اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے اور اُسے اضافہ اس لیے کہا گیا کہ حسنٰی جنت ہے اور وہ ایسی نعمت ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکلّف بندوں کے اعمال کے بدلہ کے طور پر کیا ہے اور نعمت میں اضافہ فضل بالائے فضل ہے۔ (مرقات)

ہوں گی اور اسکے لئے موتی ، زمرد اور یاقوت کا قبہ نصب کیا جائے گا ، جس کا مقامِ جابیہ سے صنعاء تک جیسا فاصلہ ہوگا۔

مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنتیوں میں جس شخص کا انتقال ہوجائے چھوٹی عمر والا ہو یا بڑی عمر والا وہ جنت میں تیس سالہ بنادیا جائے گا 1 اس سے زیادہ عمر والے وہ کبھی نہیں ہوں گے اور اسی طرح دوزخی لوگ۔

282/7058 ﴾ اور اسی اسناد سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ان پر ایسے تاج ہونگے کہ اسکے سب سے چھوٹے موتی سے جو کچھ مشرق ومغرب کے درمیان ہے روشن ہوجائے گا۔

283/7059 ﴾ انہی سے روایت ہیکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت بالا خانے میں رہنے والوں کو باہمی فضیلت 2 میں تفاوت کی وجہ سے اپنے اوپر ایسا دیکھیں گے جیسا کہ تم مشرق ومغرب کے افق میں ٹھہرے ہوئے روشن تاروں 3 کو دیکھتے ہو،

---

1 ﴾ قولہ یردون بنی ثلاثین...... علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر تم کہتے ہو اس حدیث شریف کے درمیان اور اس روایت کے درمیان کیا تطبیق ہے جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے باب البکاء (رونے کے بیان) میں روایت کیا ہے اہل جنت کے چھوٹے بچے جنت میں ان کے منازل میں جاتے آتے رہیں گے انہیں کسی بھی مقام سے کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی جیسے کہ دنیا میں تھی، تو میں کہتا ہوں فی الجنۃ (جنت میں) یردون (تیس سال کے بنادیئے جائیں گے) کا ظرف ہے اور اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ تیس سالہ بنادیئے جانے سے پہلے ہر جگہ جا آسکتے نہ ہوں۔ (مرقات)۔

2 ﴾ قولہ لتفاضل ما بینھم یہ دیکھنے کی وجہ ہے یعنی ایک دوسرے کو دیکھنا بالا خانوں میں رہنے والوں اور باقی اہل جنت کے اعلیٰ درجات کے درمیان تفاوت کی وجہ سے ہے۔ (مرقات)۔

3 ﴾ قولہ الکوکب الدری الغابر فی الافق الخ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر تم کہتے ہو تارے کی صفت "روشن" ذکر کرنے کے بعد "افق میں ٹھہرا ہوا" فرمانے کا۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! وہ تو انبیاء کرام کے درجہ ہونگے دوسرے اس تک نہیں پہنچ سکتے ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیوں نہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! ان درجات کو وہ لوگ حاصل کریں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور پیغمبروں کی تصدیق کئے ۔ (بخاری و مسلم) ۔

284/7060 ﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سو درجہ ایسے ہیں کہ ہر درجہ کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے ۔ (ترمذی) ۔

285/7061 ﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سو درجہ ہیں اگر تمام عوالم ان میں سے ایک درجہ میں جمع ہو جائیں تو ضرور ان کے لئے کشادہ ہوں ۔ (ترمذی) ۔

286/7062 ﴾ انہی سے روایت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان وَفُرُشٌ مَّرْفُوْعَةٌ (اور وہ اونچے فرشوں پر ہوں گے) [1] سے متعلق حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے

۔۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ کیا فائدہ ہے؟ تو میں کہتا ہوں: اس بات کو بتلانے کے لیے کہ یہ ایسی تشبیہ ہے جس کی وجہ شبہ مشبہ میں موجود کئی چیزوں کا مجموعہ ہے ۔ جنت کے بالا خانہ میں موجود شخص کو دیکھنے والے کے دیکھنے کو دوری کے باوجود مشرق اور مغرب میں روشن و تابناک تارے کو دیکھنے والے کے دیدار سے تشبیہ دی گئی ۔

[1] ﴾ قولہ وفرش مرفوعۃ (اور وہ اونچے فرشوں پر ہوں گے) ایک دوسرے پر رکھے ہوئے یا تختوں پر بچھے ہوئے اور اس سے مراد قیمت اور عمدگی میں بلند اور کہا گیا بستر سے مراد جنتیوں کی عورتیں ہیں جو حسن و جمال میں دنیا والوں کی عورتوں سے بلند ہیں اور ہر فضیلت والا بلند ہوتا ہے اور حدیث شریف کے سیاق کا ظاہر پہلی توجیہ میں ہے ۔ (لمعات) ۔ صاحب مرقات نے کہا: علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جنہوں نے یہ کہا کہ اس سے مراد درجات میں بلند بستروں کی بلندی ہے اور ان درجات میں ہر درجہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان، یہ قول لائق اعتماد اور مذکورہ توجیہات میں معروف ہے اور یہ اس لیے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے درمیان ہے ۔

ہیں آپ نے ارشاد فرمایا اس کی بلندی ایسی ہے جیسے آسمان اور زمین کے درمیان پانچ سوسال کی مسافت ۔(ترمذی)۔

287/7063 سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جنت 1 میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان، اور فردوس ان میں بلند ترین درجہ ہے، جنت کی چار نہریں اسی سے پھوٹتی ہیں اور اسکے اوپر عرش ہے تو جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو فردوس مانگو۔(ترمذی)۔

امام بخاری نے اسکو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے "**کتاب الجهاد** "میں اور "**باب وكان عرشه على الماء**" میں کچھ فرق کے ساتھ روایت کیا اور امام مسلم نے "**باب فضل الجهاد فی سبیل الله**" میں روایت کیا۔

288/7064 سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کوثر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ ایک نہر ہے 2 جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے یعنی جنت میں، وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شریں ہے، اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہیں،

---

1 **قوله فی الجنة مائة درجة** ممکن ہے کہ اس سے کثرت مراد ہو کیونکہ ام المؤمنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے امام بیہقی کی مرفوع روایت میں یہ وارد ہے، جنت کے درجات کی تعداد قرآن کریم کی آیتوں کی تعداد ہے تو قرآن کریم پر مکمل عمل پیرا رہنے والوں میں سے کوئی شخص جنت میں داخل ہو جائے تو اس کے اوپر کوئی درجہ نہیں ہوگا، اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جنت میں اہل جنت میں سے ہر ایک کے لیے سو درجے ہیں تو یہ جنت میں فراخی کی نوعیتوں اور نعمت کی قسموں میں سے سب سے کم درجہ والی نعمت ہے۔(مرقات)۔

2 **قوله ذاک نهر** یعنی پانی کی نہر اور اس کے دونوں کناروں پر دو حوض ہیں ان میں سے ایک جنت میں ہے اور دوسرا محشر میں۔(مرقات)۔

عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ ضرور عمدہ ہوں گے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا کھانا اس سے زیادہ عمدہ ہے۔ (ترمذی)۔

289/7065 ﴿ سیدنا حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت 1 میں پانی کا سمندر، شہد کا سمندر، دودھ کا سمندر اور شراب کا سمندر ہے، پھر آگے نہریں نکلتی ہیں۔ (ترمذی، دارمی بہ روایت معاویہ رضی اللہ عنہ)۔

290/7066 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سیحان، جیحان، فرات اور نیل سب جنت کی نہروں سے ہیں 2۔ (مسلم)۔

---

1 ﴿ **قولہ ان فی الجنة بحر الماء الخ** علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سمندر سے مراد دریائے دجلہ اور فرات اور اس جیسی دریائیں ہیں اور نہر سے مراد "**معقل**" جیسی نہریں ہیں، اس طرح کہ ان دونوں میں ایک سے نہریں نکلتی ہیں اور اس نہر سے چھوٹی نہریں جاری ہوتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ مذکورہ سمندروں سے مراد ان نہروں کی اصل دریائیں ہیں جن کو قرآن کریم میں ذکر کیا گیا، جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلے گا اور دودھ کی ایسی نہریں ہیں جن کا ذائقہ نہیں بدلے گا اور شراب کی ایسی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے لذت ہے اور صاف وشفاف کئے ہوئے شہد کی نہریں ہیں۔

وقولہ ثم تشقق دوتاء میں سے ایک کے حذف کے ساتھ یعنی نہریں خشکی کے باغوں تک اور نیکوکاروں کے محلوں کے نیچے پہنچنے کے بعد چھوٹی نہروں میں بٹتی ہیں لیکن یہ کہا جائے کہ سمندروں سے مراد نہریں ہی ہیں اور ان کے بہنے کی وجہ سے انہیں نہروں سے موسوم کیا گیا، دنیا کے سمندروں کے برخلاف کیونکہ سمندر اکثر ٹھہرے ہی رہتے ہیں۔ (مرقات)۔

2 ﴿ **قولہ کل من انهار الجنة** بلاشبہ یہ چار نہریں جنت کی نہروں سے بنائی گئیں اور یہ ان میں شیرینی اور ہاضم کرنے کی صلاحیت کی بناء، و نیز الہی برکت شامل ہونے کی وجہ سے اور انبیاء کرام کے اس پر آنے اور اس سے نوش فرمانے کے سبب سے ہے اور اسی طرح یہ حضور پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے عجوہ کھجور کے بارے میں ارشاد کے مانند ہے کہ وہ جنت کے پھلوں سے ہے،۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

291/7067 سیدنا عتبہ بن عزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

۔۔۔ماقبی حاشیہ۔۔۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی نہروں کی اصل نہروں کو ان ناموں سے اس لئے موسوم فرمایا تا کہ معلوم ہوجائے کہ وہ جنت میں دنیا کی چار نہروں کے درجہ میں ہے یا اس لئے کہ وہ ان ناموں سے موسوم ہے تو ان میں اشتراک پایا گیا، ہمارے علماء میں سے ایک شارح نے اسی طرح فرمایا اور علامہ قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: چار نہریں رکھی گئیں ان کے پانی کی شیرینی اور فوائد کی کثرت کی وجہ سے گویا وہ جنت کی نہریں ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد وہ چار نہریں ہیں جو جنت کی نہروں کی اصل ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عرب کے طریقہ کے مطابق بر سبیل تشبیہ وتمثیل ان چار نہروں کے ناموں سے موسوم فرمایا جو دنیا کی نہروں میں سب سے بڑی، سب سے مشہور، سب سے زیادہ شیریں اور سب سے زیادہ فائدہ مند ہیں تا کہ معلوم ہو کہ وہ جنت میں ان نہروں کے درجہ میں ہیں اور دنیا میں فوائد اور نعمتوں کی جو اقسام ہیں وہ آخرت کی نعمتوں کے ادنیٰ نمونے ہیں اور اسی طرح دنیا کی ہلاکت خیز مضرتوں اور ایذا رساں، کراہیت آمیز چیزوں کا حال ہے اور امام نووی کی شرح مسلم میں ہے علامہ قاضی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: ان نہروں کا جنت سے ہونا اس طرح ہے کہ لوگوں کے لیے برکتیں ان نہروں کے ملکوں میں ہیں اور اس کے پانی سے پیدا ہونے والی غذائیں جنت کی طرف جانے والی ہیں اور درست ترین بات یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہر کے مطابق ہی ہیں اور ان کا مادہ جنت کا بنایا ہوا ہے، کیونکہ جنت اہل سنت کے مذہب کے مطابق اب موجود ہے اور امام مسلم نے کتاب الایمان کے تحت حدیث اسراء میں روایت کیا ہے کہ فرات اور نیل جنت سے بہتی ہیں اور بخاری شریف میں ہے کہ یہ سدرۃ المنتہی کی اصل سے بہتی ہیں اور معالم التنزیل میں ہے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے درجات میں سے سب سے کم درجہ کے ایک چشمہ سے ان نہروں کو جبریل علیہ السلام کے دو پروں پر اُتارا، پہاڑوں کو بطور امانت دیا، انہیں زمین میں جاری کر دیا اور اس میں لوگوں کے لئے کئی فائدے رکھا، اس سے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ ۔(اور ہم نے آسمان سے پانی ایک مقدار کے ساتھ اتارا) تو جب یاجوج اور ماجوج کے نکلنے کا وقت ہوگا تو اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو بھیجے گا وہ زمین سے قرآن، علم، حجر اسود، مقام ابراہیم، موسیٰ علیہ السلام کا تابوت اور ان نہروں کو اٹھالیں گے اور اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ''وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ'' (اور بیشک ہم اس کو لے جانے پر قادر ہیں)۔(مرقات)۔

ہمیں ذکر کیا گیا1 کہ پتھر جہنم کے کنارے سے ڈالا جائے گا تو ستر سال تک اس میں گرتا رہے گا اس کا تہہ نہیں پہنچ پائے گا، اللہ کی قسم وہ بھر جائیگی اور ہمیں ذکر کیا گیا کہ جنت کے پٹوں میں سے دو پٹوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال کی مسافت ہے اور ضرور اس پر ایک دن آئیگا2 جبکہ وہ اژدحام کی وجہ سے بھرا ہوا ہوگا۔(مسلم)۔

292/7068 ﴿ حضرت سالم اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے دروازہ کی چوڑائی جس سے وہ جنت میں داخل ہوں گے تیز رفتار سوار کے تین3 سال کی مسافت ہے، پھر وہ اس پر تنگ ہو جائیں گے یہاں تک کہ انکے کندھے مل جائیں گے۔(ترمذی)۔

293/7069 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ

---

1 ﴿ قولہ ذکر لنا یہ مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ بڑی عمر والے صحابی کے بارے میں ظن غالب یہی ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی سے روایت نہیں لیں گے یا صحابہ کرام سے لیں گے اور صحابی کے مراسیل بالاتفاق حجت ہیں کہ معنیٰ ہمیں پہنچ چکے ہیں۔(مرقات)۔

2 ﴿ قولہ ولیاتین علیھا یوم وھو شاید علیھا اور ھو دونوں ضمیریں "ما" کی طرف لوٹ رہی ہوں تو پہلی ضمیر معنی کے اعتبار سے ہے کیونکہ "ما" سے مراد مقامات ہیں اور دوسری ضمیر اس کے لفظ کے اعتبار سے ہے تو مطلب یہ ہے: حالت یہ ہوگی کہ جو دو پٹوں کے درمیان ہوگا بھرا ہوا یعنی پُر ہوگا۔(مرقات)۔

3 ﴿ قولہ ثلاثا مسیرۃ کا ظرف ہے اور معنی تین رات یا تین سال اور یہی زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ یہ زیادہ مبالغہ کا فائدہ دیتا ہے، پھر اس سے مراد کثرت ہے تاکہ گزری ہوئی حدیث شریف کے خلاف نہ ہوجائے کہ جنت کے دروازوں کے پٹوں میں سے دو پٹوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال کی مسافت ہے لیکن ممکن ہے کہ پہلے آپ کو کم مسافت سے متعلق وحی کی گئی ہو، پھر زیادہ سے متعلق وحی آئی ہو یا دروازوں میں داخل ہونے والوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے دروازوں کے الگ الگ ہونے پر محمول کیا جائے اور اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔(مرقات)۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دل کی طرح ہوں گے 1۔ (مسلم)۔

294/7070 ﴿ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنت سے فرمائے گا: اے، جنتیو! تو وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب، ہم حاضر ہیں اور ساری بھلائی تیرے دستِ قدرت میں ہے، وہ فرمائیگا کیا تم راضی ہو؟ تو وہ عرض کریں گے، ہم کیوں راضی نہ ہوں گے، اے پروردگار جبکہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائی، تو وہ فرمائے گا: کیا میں تمہیں اس سے زیادہ فضیلت والی چیز عطا نہ کروں؟ وہ عرض کریں گے اے پروردگار! اس سے افضل کونسی چیز ہے؟ تو وہ فرمائیگا میں تم پر اپنی رضا وخوشنودی نازل کروں گا 2 اس کے بعد، پھر کبھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔ (بخاری، مسلم)۔

---

1 ﴿ قولہ مثل افئدۃ الطیر یعنی باریکی، نرمی، مہربانی، صفائی اور حسد، کینہ کپٹ، بغض اور دشمنی سے خالی رہنے میں اس کا خلاصہ یہ ہے؛ کیونکہ وہ ہر گناہ سے خالی اور ہر عیب سے پاک ہوتے ہیں، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ان کی رقت وباریکی میں تشبیہ دی جیسا کہ وارد ہے یمن والے دلوں کے اعتبار سے زیادہ باریک اور قلوب کے اعتبار سے زیادہ نرم ہیں، اور کہا گیا خوف اور ہیبت میں تشبیہ بیان فرمائی، پرندے سب سے زیادہ ڈرنے اور گھبرانے والے جاندار ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں جاننے والے ہی خوف کرتے ہیں اور کہا گیا توکل اور بھروسہ میں تشبیہ بیان فرمائی جیسا کہ وارد ہے اگر تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہو جس طرح توکل کا حق ہے تو وہ ضرور تمہیں رزق دے گا جیسا وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے وہ صبح بھوکے نکلتے ہیں اور شام شکم سیر لوٹتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا، اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ''. (29۔العنکبوت، آیت:60) (اور کوئی جاندار اپنا رزق اٹھائے نہیں رہتا، اللہ تعالیٰ اسے اور تمہیں رزق دیتا ہے اور وہی سننے اور جاننے والا ہے)۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قولہ احل علیکم رضوانی الخ پھر لقاءِ رب اس کی ---بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

295/7071﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں تم میں سے کسی کا چھوٹا سا مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تمنا اور آرزو کر! تو وہ آرزو کرے گا[1] تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا تو نے تمنا کرلی؟ وہ کہے گا: ہاں! تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، بیشک تیرے لئے وہ سب ہے جو تو نے آرزو کی اور اس کے ساتھ اس کے مثل ہے۔(مسلم)۔

296/7072﴾سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہل جنت کے ایک سو بیس صف ہوں گے، ان میں سے اِس امت کی

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔خوشنودی پر موقوف ہے اور رب کی خوشنودی بندہ کو اس کی قضاء پر راضی رہنے سے حاصل ہوتی ہے اسی ترتیب سے فناء حاصل ہونے کے بعد بقاء کی نعمت سے سرفرازی ہوتی ہے۔علامہ ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حدیث شریف میں اس بات پر دلالت ہے کہ بندہ سے متعلق اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اس کو جنت میں داخل کرنے سے پہلے ہے اور علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس لیے کہ جب بندہ یہ جانتا ہو کہ اس کا مولیٰ اس سے راضی ہے تو یہ خود اس کے بعد والی نعمتوں سے زیادہ بڑی ہے اور یقیناً وہ اس کی خوشنودی سے بہرہ اندوز ہوتا ہے جیسا کہ اس کی ناراضگی سے کمی محسوس کرتا ہے اور اس کا کچھ مزہ نہیں پاتا اگرچہ وہ لذت بڑی ہو اور علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور بزرگی کی قسموں میں سب سے بڑی قسم اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، میں کہتا ہوں شاید خوشنودیٔ لقا اور دیگر تمام اقسام کی نعمتوں کے حاصل کرنے پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بڑی ہے۔(مرقات)۔

[1]﴾ قولہ فیتمنی ویتمنی ظاہر ہے کہ تکرار سے مراد کثرت بتانا ہی ہے۔علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''ان یقول'' ''اِنَّ'' کی خبر ہے مطلب یہ ہے کہ جنت میں تم میں سے کسی شخص کا سب سے کم درجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی تمام آرزوؤں کو اسطرح پالے گا کہ اس کی کوئی آرزو باقی نہیں رہے گی۔(مرقات)

اسّی صفیں ہوں گی 1 باقی تمام امتوں کی چالیس۔(ترمذی، دارمی، بیہقی: کتاب البعث النشور)۔

بَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِهَا ختم ہوا

❁ ❁ ❁

1 ﴾ قولہ ثمانون منها ومن هذه الامة یہ حدیث شریف اس فرمان کے خلاف نہیں، میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں کے آدھے ہوں گے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی امید کرنا پہلے کی بات ہے، پھر اضافہ کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے بعد اضافہ کی خوشخبری دی گئی، اور علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ اسّی، عدد میں چالیس کے برابر ہے تو یہ ایک محال بات ہے۔(لمعات)۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمُ

13/246 بَابُ رُؤۡيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کے دیدار کا بیان

297/7073 ﴿سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب 1 تم لوگ اپنے پروردگار کا آنکھوں سے دیدار

---

1 ﴿ قوله سترون ربكم عيانا (عنقریب تم لوگ اپنے پروردگار کا آنکھوں سے دیدار کروگے) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جان لو کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے، عقل کے اعتبار سے محال نہیں اور اہل سنت و جماعت نے کتاب وسنت کے اعتبار سے اس پر بھی اتفاق کیا کہ آخرت میں دیدار الٰہی ہوگا، ایمان والے اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے کفار نہیں۔

اور بدعتیوں کی چند جماعتیں، معتزلہ، خوارج اور بعض مرجئہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو اسکی مخلوق میں سے کوئی نہیں دیکھے گا اور عقل کے اعتبار سے اس کا دیدار ناممکن ہے، ان جماعتوں نے جو کہا واضح غلطی اور معیوب جہالت ہے، آخرت میں ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا دیدار ثابت کرنے پر کتاب وسنت اور صحابہ وتابعین سلف امت کے اجماع کے دلائل واضح ہیں، تقریباً بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور اس سلسلہ میں قرآن کریم کی آیتیں مشہور ہیں، اس پر بدعتیوں کے جو اعتراضات ہیں اہل سنت و جماعت کے متکلمین کی کتابوں میں اس کے کئی جوابات لکھے ہوئے ہیں، اب رہا دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار تو یہ ممکن ہے لیکن سلف وخلف میں جمہور متکلمین اور دوسرے حضرات کا مذہب یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوتا، امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور رسالہ میں امام ابوبکر بن فورک سے نقل کیا کہ انہوں نے اس سے متعلق امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے دو قول بیان کئے، ان میں ایک قول ہے: اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوتا ہے، اور دوسرا قول دیدار نہیں ہوتا، پھر اہل حق کا مذہب ہیکہ دیکھنا ایک قوت ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں رکھا، اس کیلئے نہ شعاعیں ضروری ہیں، نہ دکھائی دینے والی چیز کا سامنے ہونا اور نہ کوئی دوسری چیز، لیکن ان چیزوں کے ذریعہ ایک دوسرے ---

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

کرو گے اور ایک روایت میں ہے حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے چودھویں رات میں چاند دیکھ کر ارشاد فرمایا: تم عنقریب اپنے رب کو دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو، تم اس کے دیکھنے میں شک نہیں کرتے ، پس اگر تم یہ کر سکتے ہو 1 کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے والی نماز پر مغلوب نہ ہو جاؤ،

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ کو دیکھنے کی عادت اتفاقی طور پر جاری ہو چکی ہے لازمی طور پر نہیں، ہمارے ائمہ متکلمین نے اس کو واضح دلائل سے ثابت کیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے دیدار سے اس کے لئے جہت ثابت کرنا لازم نہیں آتا، اللہ تعالیٰ اس سے پاک، اور بلند ہے بلکہ ایمان والے اسکو جہت کے بغیر دیکھیں گے جیسا اسکو بلا جہت جانتے اور اعتقاد رکھتے ہیں، میں کہتا ہوں: ایمان والے اسکو ایسی ہی بلا جہت دیکھیں گے جیسے وہ ہمیں جہت کے بغیر، مقابلہ کے بغیر اور دوسری چیزوں کے بغیر دیکھتا ہے، حاصل یہ ہے کہ غائب کو موجود پر بالخصوص خالق کو مخلوق پر قیاس نہیں کیا جاتا اسی وجہ سے کہا گیا کہ بادشاہوں کو لوہار پر قیاس نہیں کیا جاتا۔ (مرقات) اور صاحب شرح عقائد نسفی نے اسکی صراحت کی اور مزید کہا: خواب میں دیدار تو بہت سارے سلف سے منقول ہے اور اس میں کوئی پوشیدگی نہیں کہ یہ ایک قسم کا مشاہدہ ہے جو آنکھ نہیں دل سے ہوتا ہے۔ انتہی

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی خصائص صغریٰ میں ہے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیتوں میں ہے کہ آپ کے لئے خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار جائز ہے اور دو اقوال میں سے ایک قول کے مطابق یہ آپ کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں، یہی امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ (حلبی)۔

1 ﴿ **قولہ فان استطعتم الخ** (اگر تم کر سکتے ہو) قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تو اگر تم کر سکتے ہو کا ارشاد ''ف'' کے ساتھ فرمان نبوی ''عنقریب تم دیکھو گے'' کے بعد ذکر کرنا دلالت کرتا ہے کہ نمازیں قائم کرنے کی پابندی اور حفاظت کرنے والے کے لائق ہے کہ وہ اپنے رب کا دیدار کرے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ''مغلوب نہ ہو جاؤ'' کے معنی ہے ''نماز فجر اور نماز عصر سے غفلت کر کے مغلوب مت ہو جاؤ'' اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دینے کے لئے ان دو نمازوں کو خاص طور پر فرمایا؛ کیونکہ فجر میں نفس آرام اور نیند کی طرف مائل رہتا ہے اور عصر میں بازار گرم اور لوگ معاملات میں مصروف رہتے ہیں تو جس شخص کو ان دو نمازوں میں روکنے والی چیز قوت دار ہونے کے باوجود تساہل و کوتاہی لاحق نہ ہو مناسب ہے کہ ان کے علاوہ نمازوں میں بھی اس سے کاہلی نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

تو ایسا کرو، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا "(20۔سورۃ طہٰ،آیت نمبر:130) آفتاب کے طلوع ہونے سے اور غروب سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کیجئے۔(متفق علیہ)۔

298/7074 ﴿سیدنا ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا قیامت کے دن ہم میں کا ہر ایک اپنے رب کو اس کے ساتھ اپنے طور پر دیکھے گا؟ 1، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس کی کیا نشانی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابورزین 2! کیا تم میں کا ہر شخص چودھویں رات میں چاند کو اس کے ساتھ اپنے طور پر نہیں دیکھتا؟ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں ایک مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ تو بزرگ تر اور بڑی عظمت والا ہے۔(ابوداؤد)۔

7075/299 ﴿سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ

---

1 ﴿قولہ مخلیا بہ (اس کے ساتھ اپنے طور پر) دو طریقوں سے مروی ہے میم کے زبر، خاء کے سکون اور یاء کی تشدید کے ساتھ "خلا یخلو" (تنہائی میں ملنا) سے ہے اور میم کے پیش اور یاء کی تخفیف کے ساتھ "اخلیت" بہ سے ہے یعنی کسی کے ساتھ تنہائی میں ملنا "اخلا" لازم اور متعدی آیا ہے مطلب یہ ہے: ہر شخص اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ اس طرح تنہا دیکھے گا کہ دیدار کرنے میں کوئی اس سے مزاحمت نہیں کرے گا۔(لمعات)۔

2 ﴿قولہ ابا رزین الیس کل کم یری القمر الخ (اے ابورزین کیا تم میں کا ہر شخص چاند کو نہیں دیکھتا) علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: قائل نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کو مشہور طریقہ پر قیاس کیا کیونکہ جب بڑا ہجوم کسی چیز کو دیکھتا ہے تو لوگ دیکھنے میں مختلف ہو جاتے ہیں خاص طور پر جب ایسی چیز دیکھیں جس میں ایک طرح کی پوشیدگی ہو ازدحام کے سبب ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں، کوئی دیکھنے والا مکمل طور پر دیکھتا ہے اور کوئی اس سے کم تو "مخلیا" سے مراد دیدار کے کمال کو ثابت کرنا ہے اس لئے جواب چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ کو شامل تھا، نہ کہ ہلال سے۔(مرقات)۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ادنیٰ درجہ کا شخص وہ ہوگا جو اپنے باغوں، بیویوں، نعمتوں، خدمت گذاروں اور تختوں کو ایک ہزار سال کی مسافت 1 کے پھیلاؤ پر دیکھے گا، اور ان میں اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے عظمت والا وہ شخص ہوگا جو صبح 2 وشام اسکی ذات کا دیدار کرے گا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: '' وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ · اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ '' (75۔سورۃ القیامۃ، آیت نمبر: 22/23) اس دن بعض چہرے تروتازہ اپنے رب کو دیکھنے والے ہوں گے۔ (احمد، ترمذی)۔

300/7076 ﴿ سیدنا صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہونگے تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا: کیا تم ایسی چیز چاہتے ہو جو میں تمہیں زائد عطا کروں؟ تو وہ کہیں گے، کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں کئے، کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا، اور دوزخ سے نجات نہیں دی۔ فرمایا: تو حجاب اٹھا لیا جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے، تو اُنہیں ان کے رب کے دیدار سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں دی گئی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى 3

---

1 ﴿ قولہ مسیرۃ الف سنۃ (ایک ہزار سال کی مسافت) یعنی اسکے باغات اور مذکورہ تمام چیزیں ایک سال کی مسافت پر رہنے کی حالت میں اس کے رہیں گے کہ ایک ہزار سال کی مسافت پر ہونگے مطلب یہ ہے کہ اس کی ملکیت اس فاصلہ کے بقدر ہوگی کہا گیا دیکھنے والے کی اس حالت سے کنایہ ہے جو جنت میں ایک ہزار سال کی مسافت والی مقدار پر ملکیت رکھتا ہے، کیونکہ جنت میں مالک ہونا دنیا میں مالک ہونے کے برخلاف ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قولہ غدوۃ وعشیۃ (یعنی صبح اور شام) اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے کناروں کی دو نمازوں کی پابندی کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ مذکور ہے۔ (مرقات)۔

3 ﴿ قولہ الحسنی اچھا ثواب اور وہ جنت ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ''زیادۃ'' (اس سے زیادہ) یعنی اسکی ذات مقدسہ کا دیدار ہے۔ ''زیادہ'' کو تعظیم کے لئے نکرہ لایا گیا، یعنی ایسا عظیم زائد اجر ہے جس کی شان معلوم نہیں ہوسکتی اور اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کیا جاسکتا۔ (مرقات)۔

وَزِيَـادَةٌ ''(10۔سورۃ یونس،آیت نمبر:26) نیک عمل کرنے والوں کے لئے اچھا بدلہ اور اس سے زیادہ ہے۔(مسلم)۔

7077/301﴿سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: اس دوران کہ اہل جنت اپنی نعمتوں میں ہونگے کہ اچانک اُن کے لئے ایک نور چمکے گا، وہ اپنے سروں کو اٹھائیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کے اوپر سے ان کی جانب متوجہ ہوگا اور فرمائے گا: اے جنتیو! تم پر سلامتی ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''سَلٰمٌ'' ، قَوْلاً مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ''(36۔سورۃ یٰسٓ ،آیت نمبر:58) مہربان رب کی طرف سے سلامتی کی گفتگو ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر فرمائے گا اور یہ لوگ اس کا دیدار کریں گے اور جب تک اس کا دیدار کرتے رہیں گے، نعمتوں میں سے کسی نعمت کی طرف نہیں دیکھیں گے یہاں تک کہ وہ اُن سے حجاب میں ہوجائیگا، اور اس کا نور باقی رہے گا1۔(ابن ماجہ)۔

7078/302﴿امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ''(75۔سورۃ القیامۃ،آیت نمبر:23)(اپنے رب کا دیدار کریں گے) کے بارے میں دریافت کیا گیا2 کچھ لوگوں کے بارے میں کہا گیا3

1﴿ قولہ ویبقی نورہ یعنی اس کے نور کا اثر اور اسکے ظہور کا فائدہ ان کے ظاہر و باطن پر باقی رہے گا جیسے اہل مشاہدہ فناء ثابت ہونے کے بعد بقاء کی حالت میں اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔(مرقات)۔

2﴿ قولہ سئل مالک بن انس (مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا) وہ مذہب مالکی کے امام ہیں۔(مرقات)۔

3﴿ قولہ فقیل قوم (کچھ لوگوں کے بارے میں کہا گیا) یعنی معتزلہ اور اس جیسی بدعتی جماعتیں۔(مرقات)۔

جو کہتے ہیں 1: اسکے ثواب کو دیکھیں گے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: انہوں نے جھوٹ کہا تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کیا کہیں گے: "کَلَّا اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ" (83۔سورۃ المطففین، آیت نمبر:15) یقیناً انہیں اپنے رب کے دیدار سے حجاب میں ہونگے، قیامت کے دن لوگ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے اور کہا اگر ایمان والے قیامت کے دن اپنے رب کو نہ دیکھیں تو اللہ تعالیٰ حجاب کے ذریعہ کفار کو عار نہیں دلاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کَلَّا اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ" (83۔سورۃ المطففین، آیت نمبر:15) یقیناً اُنہیں اپنے رب کے دیدار سے حجاب ہوں گے۔(شرح السنۃ)۔

7079/303 ﴿ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: "مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی" (53۔سورۃ النجم، آیت نمبر:11) 2 "وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً

---

1 ﴿ قولہ یقولون (جو کہتے ہیں) یعنی آیت کریمہ کے معنی میں اور "الی ثوابہ"، یعنی ان کے رب کا ثواب دیکھیں گے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ "الی" یہاں نعمت کے معنیٰ میں ہے جو "اَلْآء" کا واحد ہے اور "نَاظِرَۃ کا مفعول مقدم ہے یعنی اپنے رب کی نعمت کے منتظر رہیں گے، اس کا جواب دیا گیا کہ انتظار ایک عذاب ہے اور جنت میں عذاب نہیں ہوگا، تم غور کرو، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: لَمَحْجُوْبُوْنَ (انہیں حجاب میں رکھا جائیگا) یعنی وہ اللہ سبحانہ کو نہیں دیکھیں گے اور حجاب سخت ترین عذاب ہے، جیسا کہ نعمت دیدار ہر ثواب پر اضافہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ" (10۔سورۃ یونس، آیت نمبر:26) نیک عمل کرنے والوں سے اچھا بدلہ ہے بلکہ اس سے زیادہ ہے" مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو اس فرمان کے مفہوم ومعنیٰ سے دور غفلت میں پڑے ہیں کہ ایمان والوں کو دیدار سے نہیں روکا جائیگا، بلکہ وہ مقام دیدار میں مطلوب ہونگے اور اپنے کمال کی وجہ سے مرتبۂ محبت میں محبوب ہونگے۔(ماخوذ از مرقات ولمعات)۔

2 ﴿ قولہ: مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ الخ (دل نے نہیں جھٹلایا) علامہ سید نے کہا: حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا اور دونوں آیتوں میں جسکو دیکھنے کا ذکر کیا گیا وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں، ۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

اُخْــرٰی‘‘ (53۔سورۃ النجم،آیت نمبر:13)دل نے نہیں جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا،اور بیشک آپ نے اسے دوبارہ دیکھا،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قلب سے اللہ تعالیٰ کا دومرتبہ دیدار کیا۔(مسلم)۔

7080/304 ﴾ اور ترمذی کی روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا [1]۔

۔۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔اور جمہور کا مذہب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تو کہا گیا اپنے دل سے دیدار کیا آنکھوں سے نہیں اور کہا گیا اپنی چشمان اقدس سے دیدار کیا،یہی صحیح ہے **قولہ قال عکرمۃ** (حضرت عکرمہ نے کہا) حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چشم مبارک سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا لیکن اپنے قلب کی مدد سے،اسی لئے آیت کریمہ سے استدلال کیا،اگر مراد یہ ہوتا کہ دل سے دیدار عینی مشاہدہ کی طرح واضح تھا تو آیت کریمہ کے ذریعہ سؤال نہیں ہوسکتا سوائے اس صورت میں کہ آیت کریمہ کو اس معنی پر محمول کیا جائے کہ اس ادراک کی نفی مراد ہے جو واضح اور ظاہر ہونے میں آنکھ کے ادراک کی طرح ہے،آنکھ کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا کہ وہ عادت کے مطابق واضح ادراک کا مقام ہے،اور ظاہر ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا سوال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول ’’حضرت سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا‘‘ پر تھا جو ترمذی شریف کی روایت ہے،ان کے قول ’’حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قلب سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا‘‘ پر نہیں جیسا کہ مسلم شریف کی روایت ہے اور اس وقت آیت کریمہ سے استدلال میں کوئی اشکال نہیں رہتا،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب کا معنیٰ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی حقیقت کے ساتھ اپنے نور سے تجلی فرمائے تو ادراک زوال پذیر ہوجاتا ہے،اور جب اللہ تعالیٰ اپنی اس تجلی کے ساتھ ظہور فرمائے جس کے ادراک سے انسانی طاقت باقی رہتی ہے تو اسی جہت سے اس کا دیدار ہوتا ہے۔

[1] ﴾ **قولہ رأی محمد ربہ** (حضرت سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار فرمایا) علمائے متقدمین ومتاخرین سے شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے سے متعلق تین مختلف اقوال ہیں،تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دیدار کو ثابت کیا،ایک جماعت نے توقف کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے ادراک کا انکار کیا،جیسا صحیح مسلم شریف۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

۔۔۔ماقبی حاشیہ۔۔۔ میں وارد ہے، اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت سے روایت آئی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہی مشہور ہے، محدثین و متکلمین کی ایک جماعت اسی کی طرف گئی ہے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے علماء کی اتباع کرتے ہوئے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کسی مرفوع حدیث سے دیدار کے ثبوت کی نفی نہیں فرمائی، اگر اُن کے پاس کوئی مرفوع حدیث ہوتی تو ضرور ذکر فرماتیں، انہوں نے تو استنباط کیا جیسے آیت کریمہ کے ظاہری معنیٰ ذکر فرمائیں اور دیگر صحابہ کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موافقت نہیں کی، جب صحابی کا قول دیگر صحابہ کرام کے موافق نہ ہو تو وہ قول بالاتفاق حجت نہیں ہوتا، اب رہا ارشادِ الٰہی "لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ" (نگاہیں اس کا ادراک و احاطہ نہیں کرسکتیں) سے اُن کا استدلال کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ "ادراک" احاطہ کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا تو جب نص (آیت کریمہ) احاطہ کی نفی سے متعلق وارد ہو تو اس سے احاطہ کے بغیر دیدار کی نفی نہیں ہوتی جیسا کہ چاند کو دیکھنے والا شخص صرف چاند کو دیکھتا ہے لیکن اس کی حقیقت و ماہیت کا ادراک نہیں کرتا لہٰذا احاطہ نہ کرنے کی وجہ سے دیدار نہ کرنا لازم نہیں آتا اور صحیح حدیث شریف میں وارد ہے "میں تیری حمد و ثنا نہیں کرسکتا جیسا تو نے اپنی ذات کی حمد و ثنا کی" تو اس سے حمد و ثنا نہ کرنا لازم نہیں آتا۔

امام قرطبی نے اس مسئلہ میں توقف کرنے کے قول کو ترجیح دی اس لئے کہ کوئی دلیل قطعی نہیں، دونوں جماعتوں کے دلائل الفاظ کے ظاہر پر (مبنی) باہم مخالف اور تاویل کے قابل ہیں اور یہ مسئلہ اعمال سے متعلق نہیں، عقائد سے متعلق ہے، اس لئے قطعی دلیل پر ہی اکتفاء کیا جاسکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چشم مبارک سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا، اسی طرح حضرت انس حضرت ابوذر، حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امام زہری حضرت معمر اور دوسرے حضرات سے مروی ہے، حضرت حسن اس کو قسم کے ساتھ ذکر فرماتے تھے، حضرت ابن مسعود، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ایسی ہی روایت کی گئی ہے، اصحاب مقالات نے امام ابوالحسن اشعری اور آپ کے شاگردوں کی ایک جماعت سے یہی بیان کیا کہ حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا انتہی۔ میں کہتا ہوں کاش میں جانتا کہ امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کہا، شاید اللہ تعالیٰ اسکے بعد علم عطا کیا ہو۔

امام نووی کی شرح مسلم میں ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ فرمایا، حضرت رسول اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی" "وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی" (دل نے نہیں جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا، اور آپ نے اسے دوبارہ دیکھا۔ میں جو فرمایا اُن کا یہی مذہب ہے، جمہور مفسرین کا مذہب یہ ہے: حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سبحانہ کا دیدار کیا، پھر مفسرین نے اختلاف کیا ایک جماعت اس طرف گئی یہ کہ حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے رب تعالیٰ کا دیدار کیا، چشم مبارک سے نہیں، اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر انور کی چشم مبارک سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا، امام ابوالحسن واحدی کہتے ہیں: مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے کہا: اس (آیت کریمہ میں) شب معراج میں نبی اکرم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب کے دیدار کرنے کے بارے میں خبر دینا ہے، حضرت ابن عباس، حضرت ابوذر اور حضرت ابراہیم تیمی رضی اللہ عنہم نے کہا: حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قلب مبارک سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا، اس کے مطابق آپ نے اپنے قلب مبارک سے اپنے رب کا صحیح دیدار کیا، وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نگاہ کو آپ کے قلب اطہر میں رکھ دیا یا آپ کے قلب اطہر کو ایک آنکھ عطا فرمائی یہاں تک کہ آپ نے اپنے رب کا اچھی طرح دیدار کیا جیسا کہ آپ چشم مبارک سے دیدار کرتے ہیں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ اچھا قول اور بہتر توجیہ ہے جس سے مختلف اقوال کو تطبیق دینا ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ حقیقت حال بہتر جانتا ہے، اسی لئے شرح عقائد نسفی میں ہے،: پھر صحیح یہ ہے کہ حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا قلب اطہر سے دیدار کیا چشم مبارک سے نہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثبات اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کو آنکھ کے دیدار پر محمول کیا جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثبات کو قلب کے دیدار پر محمول کیا جائے، محض علم پر محمول نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ جانتے ہیں اور جو دیدار آپ کو حاصل ہوا آپ کے قلب اطہر میں پیدا کیا گیا جیسے دوسروں کے لئے آنکھ میں دیدار پیدا کیا جاتا ہے اور دیدار کے لئے باعتبار عقل کوئی خاص چیز شرط نہیں اگرچہ آنکھ میں دیدار پیدا کرنے کی عادت جاری ہوئی ہے اور روح البیان میں ہے حضرت کعب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دیدار اور کلام کو حضرت سیدنا محمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان تقسیم فرمایا الخ، تو کلام کے مقابل دیدار کو ذکر کرنا آنکھ کے دیدار پر دلالت کر رہا ہے، ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ۔۔۔

حضرت عکرمہ کہتے ہیں: 1 میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرمایا: "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ،

۔۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنکھ سے دیدار کی درخواست کی تھی اور آپ کو اس سے روک دیا گیا تھا، تو کلام کے مقابل دیدار کو ذکر کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چیز کے ذریعہ فضیلت دی جائے جس سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منع کیا گیا اور وہ آنکھ کا دیدار ہی ہے، اور اس میں شک نہیں کہ تغیر احوال سے حاصل ہونے والے قلبی دیدار میں تمام انبیاء یہاں تک کہ اولیا شریک ہیں اور صحیح روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا جس وقت آپ کوہ طور پر بے ہوش ہو کر گرے اور دیدار کو مزید معرفت پر محمول کرنا فائدہ مند نہیں، کشف الاسرار میں ہے: بعض لوگوں نے کہا حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قلب مبارک سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا، چشم مبارک سے نہیں اور یہ حدیث شریف کے خلاف ہے، صحیح مذہب یہ ہے کہ حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سرِ انور کی چشم مبارک سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ انتہی اور مدارج النبوۃ میں ہے: علماء کرام نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہونے پر اتفاق کیا ہے تو ممکن ہونے کے بعد معراج میں دیدار سے کوئی مانع نہیں لیکن مقام معراج دار آخرت کی ایک حقیقت ہے تو دار آخرت میں جو دیدار ہوگا وہ دیدار نبی اکرم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں کیا تا کہ عین الیقین کے بعد لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں اھ، اور مرقات میں ہے، بعض لوگوں نے گمان کیا کہ کچھ صوفیہ نے خود ان کے حق میں دیدار کا دعویٰ کیا اور مشائخ کرام نے ایسا دعویٰ کرنے والوں کو گمراہ قرار دینے پر اتفاق کیا اور اس مسئلہ میں کئی کتابیں تحریر کیں، اُن حضرات میں ابوسعید خزار رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اُن کے اس دعویٰ کے انکار میں ایک کتاب اور چند رسالے ہیں، اسی طرح جنید رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرح دعویٰ کرنے والوں کی تکذیب میں چند رسائل اور تفصیلی بحث ہے، اور ان حضرات نے اس پر اتفاق کیا کہ جس شخص نے دیدار کا دعویٰ کیا وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کیا انتہی۔ یہ سب اس تفصیل کا حاصل ہے جو خازن، روح البیان، مدارج النبوۃ، مرقات اور مولانا محمد کرامت علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف سیرۃ محمدیہ میں ہے۔

1 ﴿ **قولہ قال عكرمة الخ** (حضرت عکرمہ کہتے ہیں) ظاہر ہے کہ حضرت عکرمہ کا سوال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول "حضرت سیدنا محمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا" پر تھا، جو ترمذی شریف کی روایت ہے، ان کے قول "حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قلب مبارک سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا" پر نہیں جو مسلم شریف کی روایت ہے اور اس وقت آیت کریمہ سے استدلال میں کوئی اشکال نہیں رہتا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب کا معنیٰ یہ ہیکہ جب اللہ تعالیٰ اپنی حقیقت کے ساتھ اپنے نور کی تجلی فرمائے تو ادراک زوال پذیر ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنی اس تجلی کے ساتھ جلوہ فرما ہو، جس کے ادراک سے انسانی طاقت باقی رہتی ہے تو اسی جہت سے اس کا ادراک ہوتا ہے۔ (مرقات)۔

وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ'' (6۔سورۃ الانعام،آیت نمبر:103) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا احاطہ کرتا ہے،حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے یہ اس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا (ذاتی حقیقی) نور ہے، یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دومرتبہ اپنے رب کا دیدار کیا۔(ترمذی)۔

7081/305 ﴿حضرت شعبی سے روایت ہے اُنہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرفہ میں حضرت کعب سے ملاقات کی اور اُن سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے اللہ اکبر کہا 1 یہاں تک کہ پہاڑ گونج اُٹھے،تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم بنو ہاشم ہیں، حضرت کعب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور کلام کو حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کردیا،تو موسیٰ علیہ السلام سے دومرتبہ کلام کیا اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دومرتبہ دیدار کیا،حضرت مسروق کہتے ہیں: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: کیا حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے ایسی بات کہہ دی جسکی وجہ سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے میں نے عرض کیا: کچھ توقف کیجئے، پھر میں نے تلاوت کی 2: '' لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى'' (53۔سورۃ النجم،آیت نمبر:18) (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

1 ﴿ فكبر حتى جاوبته الجبال (انہوں نے اللہ اکبر کہا یہاں تک کہ پہاڑ گونج اٹھے) توجیہ یہ ہے کہ تکبیر کو اس مقام کی تعظیم اور اس مقصد کا شوق ظاہر کرنے پر محمول کیا جائے لیکن حضرت کعب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو گفتگو کا جواب نہیں دیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم بنو ہاشم ہیں یعنی ہماری تعظیم کرنا، ہم سے گفتگو کرنا اور ہمیں سمجھانا واجب ہے۔(مرقات)۔

2 ﴿ قوله: ثُمَّ قَرَأْتُ: '' لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى'' (پھر میں نے تلاوت کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں) پوشیدہ نہیں کہ یہ آیت کریمہ دیدار کو ثابت کرنے میں ان کے مقصود کے مناسب نہیں بلکہ مراد یہ ہے: میں نے وہ آیتیں تلاوت کیں جن میں آخری یہ آیت کریمہ ہے۔

اپنے رب کی بڑی نشانیا دیکھیں) تو حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ آیت تمہیں کہاں لے جارہی ہے وہ تو جبرئیل علیہ السلام ہیں، جو تمہیں یہ بتائے کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا، یا جن چیزوں کی تبلیغ کا آپ کو حکم دیا گیا آپ نے اس میں سے کچھ چھپایا، یا یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ پانچ چیزیں جانتے ہیں جس سے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ اللّٰہَ عِندَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ، وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ '' (31۔سورۃ لقمان، آیت نمبر:34) (قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہ بارش نازل کرتا ہے) تو یقیناً اُس نے بڑا بہتان باندھا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا، آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں صرف دو مرتبہ دیکھا، ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، دوسری مرتبہ اجیاد میں اُن کے چھ سو پر تھے جو اُفق کو بھر دیئے تھے۔(ترمذی)۔

7082/306 اور شیخین (امام بخاری وامام مسلم) نے کچھ اضافہ اور اختلاف کے ساتھ روایت کی ہے ان دونوں کی روایت میں ہے حضرت مسروق کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے کیا معنیٰ ہیں: '' ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى . فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى '' (53۔سورۃ النجم، آیت نمبر:9/8) پھر وہ قریب ہوئے اور قریب ہوئے یہاں تک کہ دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے کم فاصلہ رہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں [1] وہ حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مرد کی شکل میں آتے تھے اور اس مرتبہ وہ اپنی اس صورت میں آئے ہیں جو ان کی حقیقی صورت ہے جس سے افق بھر گیا۔(متفق علیہ)۔

1۔ قولہ ذلک جبریل علیہ السلام (وہ تو جبرئیل علیہ السلام ہیں) یعنی اس مقام پر اللہ سبحانہ تعالیٰ مراد نہیں، پھر اس اعتراض کو دور کرنے کے لئے جملہ شروع کیا گیا جو کہا جا سکتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ہمیشہ دیکھتے تھے، پھر اس مقام پر اُنہیں دیکھنے کا خاص طور پر ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے، تو حضرت عائشہ نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آدمی کی صورت میں یعنی آدمی کی شکل اختیار کر کے حاضر ہوتے تھے اور اکثر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں۔(مرقات)۔

7083/307 ﴿سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ارشاد خداوندی: فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی " (53۔سورۃ النجم، آیت نمبر:9) (تو دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے کم فاصلہ رہا) "مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی" (53۔سورۃ النجم، آیت نمبر:11) (دل نے نہیں جھٹلایا جو نگاہ نے دیکھا) اور" لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی" (53۔سورۃ النجم، آیت نمبر:18) یقیناً آپ نے اپنے رب کی بڑی نشانیوں کو دیکھا) کے بارے میں انھوں نے فرمایا: ان سب آیتوں میں 1 یہ ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا، اُنہیں چھ سو بازو تھے۔ (متفق علیہ)۔

7084/308 ﴿اور ترمذی کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ما کذب الفؤاد مارای (دل نہیں جھٹلایا اس کو جو آپ نے دیکھا) انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو سبز ریشم کے ایک جوڑے میں دیکھا، اُنہوں نے آسمان اور زمین کے درمیان خلاء کو بھر دیا۔

7085/309 ﴿ترمذی اور بخاری کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: " لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی" (53۔سورۃ النجم، آیت نمبر:18) (یقیناً آپ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں) اُنہوں نے فرمایا: حضوصلی اللہ علیہ وسلم نے سبز باریک ریشم دیکھا، جو آسمان کے کنارے کو بھر دیا۔

7086/310 ﴿سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا:

---

1 ﴿ قولہ قال فیھا کلھا رای جبریل علیہ السلام یعنی تمام ضمیریں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان آیتوں سے سمجھیں جیسا کہ اس پر تنبیہ گذری، اور ہمارے بعض علماء نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود چار خلفاء کے بعد صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے ہیں۔ (مرقات)

میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیا 1 آپ نے اپنے رب کا دیدار کیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً وہ نور 2 ہے میں اسکو دیکھتا ہوں۔ (مسلم)۔

بَابُ رُؤیَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی ختم ہوا

❁ ❁ ❁

1 ﴾ قولہ ھل رأیت ربک یعنی شب معراج میں۔ (مرقات)۔

2 ﴾ قولہ نور انی اراہ ابن الملک نے کہا: اس رات اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے میں اختلاف ہے اور اس حدیث شریف میں دو روایتوں کے اختلاف کے مطابق فریقین کے لیے دلیل ہے اس لئے کہ ہمزہ کے زبر نون مفتوحہ کی تشدید کے ساتھ روایت ہے، تو یہ انکار کے طور پر سوال ہوگا اور نون کے زیر کے ساتھ روایت ہے تو یہ دیدار ثابت کرنے والوں کی دلیل ہے اور حال سے ماضی کی حکایت اور بیان ہے۔ (مرقات)۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمُ

14/247 بَابُ صِفَةِ النَّارِ وَاَهْلِهَا

دوزخ اور دوزخیوں کی صفت کا بیان

311/7087 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری آگ، دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں کا ایک حصہ ہے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! یہی آگ کافی تھی 1، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ آگ اس آگ سے انہتر (79) درجہ زیادہ تیز رکھی گئی ہے، اُس کے ہر جز کی گرمی اسکی گرمی کی طرح ہے۔ (متفق علیہ)۔

یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

312/7088 ﴿اور مسلم کی روایت میں ہے: تمہاری آگ جس کو انسان جلاتا ہے؟ اور مسلم کی اس روایت میں "عَلَيۡهِنَّ" اور "كُلُّهُنَّ" کے بجائے "عَلَيۡهَا" اور "كُلُّهَا" ہے۔ (مسلم)۔

---

1 ﴿ قولہ ان كانت لكافية (یہی آگ کافی تھی) "اِن" مثقلہ سے مخففہ ہے اور "لام" مخففہ اور مثقلہ کے درمیان فرق کرنے والا ہے قولہ "قال فضلت" (زیادہ تیز رکھی گئی) حاصل جواب یہ ہے کہ یہ آگ کافی نہیں۔ یعنی اس سے زیادہ تیز ہونا ضروری ہے اس حکمت کے لئے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب لوگوں کے عذاب سے زیادہ سخت ہو، اسی وجہ سے قرآن وحدیث کے بہت سے مقامات پر آگ کے ذکر کو عذاب کی باقی قسموں پر ترجیح دی گئی، اور دار آخرت میں جو عذاب ہے اس کے نمونہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آگ کے اس حصہ کو ظاہر فرمایا، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں کہا: جان لو کہ تم نے قیاس میں غلطی کی کیونکہ دنیا کی آگ دوزخ کی آگ سے مناسبت نہیں رکھتی جب دنیا میں سخت ترین عذاب اس آگ کا عذاب ہے تو اس سے جہنم کے عذاب کا اندازہ ہوسکتا ہے اور دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔ اگر دوزخی لوگ اس طرح کی آگ پائیں تو جس عذاب میں وہ ہیں اُس سے بھاگتے ہوئے ضرور اس آگ میں اُتر جائیں گے۔ (مرقات)۔

7089/313﴿انہی سے روایت ہے وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشادفرمایا: (دوزخ[1] کی) آگ کو ہزار برس دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی، پھر ہزار برس دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی، پھر ہزار برس دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی، چنانچہ وہ سیاہ اور تاریک ہے۔(ترمذی)۔

7090/314﴿سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس جیسا سیسہ اور آپ نے کھوپڑی کی طرف اشارہ فرمایا آسمان سے زمین کی طرف چھوڑا جائے جو پانچ سو سال کی مسافت ہے تو وہ رات سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا اور اگر اسی کو زنجیر کے سرے سے چھوڑا جائے تو اس کی جڑ تک یا فرمایا[2] اسکی تہہ تک پہنچنے سے پہلے، چالیس برس دن رات چلے گا۔(ترمذی)۔

7091/315﴿حضرت ابو بردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جہنم میں ایک وادی ہے جسے ''ھبھب'' کہا جاتا ہے اس میں ہر ظالم رہے گا۔(ترمذی)۔

7092/316﴿سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ﴿ قوله او قد علی النار الخ (دوزخ کی آگ کو دہکایا گیا) یہ حدیث شریف اس بات کی دلیل ہے کہ دوزخ پیدا کی جاچکی ہے، جیسا کہ اہلسنت و جماعت کا مذہب ہے برخلاف معتزلہ اور بدعتیوں کی ایک جماعت کے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ'' (وہ (دوزخ) کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے) ماضی کے صیغہ سے وارد ہے جو ہماری تائید کرتا ہے۔(مرقات)۔

[2] ﴿ قوله او قعرها (یا اسکی تہہ تک) راوی کی جانب سے شک ہے اور اسکی تہہ سے مراد اسکی انتہاء ہے اور وہ حقیقت کے اعتبار سے یا مجاز کے اعتبار سے اصل کے معنی میں ہے۔ تو شک اور تردد سنائی دئے ہوئے لفظ میں ہے۔(مرقات)۔

سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: صعود ''آگ کا ایک پہاڑ ہے، جس میں دوزخی ستر سال چڑھے گا اور اس سے گرے گا، وہ اس میں ہمیشہ 1 اِسی طرح گرتا رہے گا'' ۔ (ترمذی)۔

317/7093 ﴿ انہی سے روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخ کو گھیری ہوئی دیواریں چار ہیں، ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت ہے۔ (ترمذی)۔

318/7094 ﴿ سیدنا عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخ میں اونٹ 2 کی مانند سانپ ہیں۔ اُن میں سے کوئی ایک مرتبہ ڈسے گا تو وہ اس کے زہر کی شدت چالیس برس تک پائے گا، اور دوزخ میں پالان والے خچروں کی مانند بچھو ہیں، اُن میں سے کوئی بچھو ایک بار ڈنک مارے گا تو وہ اس کے زہر کی شدت چالیس سال تک پائے گا۔ (احمد)۔

319/7095 ﴿ حضرت حسن سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا ہم کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی آپ نے ارشاد فرمایا: : سورج اور چاند قیامت کے دن دوزخ میں دو بے نور ٹکڑے ہونگے، حضرت حسن نے عرض کیا اُن کا گناہ کیا ہے؟ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سُنا رہا ہوں 3 تو حسن خاموش ہو گئے۔ (بیہقی، کتاب البعث والنشور)۔

---

1 ﴿ قوله ابدا (ہمیشہ) یہ دونوں افعال کے لئے قید ہے یعنی وہ ہمیشہ چڑھنے اور گرنے میں رہے گا۔

2 ﴿ قوله كامثال البخت (اونٹ کی مانند) قاموس میں ہے ''بخت'' پیش کے ساتھ خراسان کے اونٹوں کو کہتے ہیں ''فيجد حموتها'' (تو وہ اسکی سختی کو پائے گا) حاء کے زبر اور میم کے سکون کے ساتھ یعنی اس کی تکلیف کی سختی کو پائیگا، اور ''صراح'' میں ہے ''الحموة'' سختی اور تکلیف کی شدت، ''البغال المؤكفة'' پالان والے خچر، پالان گدھے کے لئے ایسا ہی ہے جیسے زین گھوڑے کے لئے۔ (لمعات)۔

3 ﴿ قوله احدثک عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ---بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

7096/320 ﴿سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد الٰہی: ''کَــالْــمُهْــلِ'' (44۔سورۃ الدخان، آیت نمبر:45) (پگھلے ہوئے تانبے کی مانند) کے متعلق فرمایا: یعنی تیل کے تلچھٹ کی طرح، تو جب وہ اسکے چہرہ کے قریب کیا جائیگا تو چہرہ[1] کی کھال اُسمیں گر جائیگی۔(ترمذی)۔

7097/321 ﴿سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''وَ يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ . يَّتَجَرَّعُهٗ'' (14۔سورۃ ابراہیم، آیت نمبر:16/17) (پیپ پلایا جائیگا جسے وہ مشقت سے نگلے گا) کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسکے منہ کے قریب لایا جائیگا تو وہ اسے ناپسند کریگا اور جب اسکے قریب کر دیا جائیگا تو وہ اسکے چہرہ کو بھون دے گا اور اسکے سر کی کھال گر جائیگی اور جب اسے پیئے گا تو اسکے آنتوں کو کاٹ

۔۔۔باقی حاشیہ۔۔۔(میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنا رہا ہوں)۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یعنی تم واضح نص کا قیاس سے مقابلہ کر رہے ہو اور عمل کو دوزخ میں داخل ہونے کا سبب قرار دیتے ہو؟ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور جو ارادہ کرتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔ میں کہتا ہوں: ان کے سوال سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ملک جبار کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کے باوجود ان دونوں کو دوزخ میں داخل کرنے کی حکمت بیان کی جائے، جبکہ دوزخ تو کافروں اور گنہگاروں کے لئے ہلاکت کا ٹھکانہ ہے، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں حضرت رسول اللہ ﷺ سے حدیث شریف بیان کر رہا ہوں جو میں نے سنا اور اس سے زائد مجھے علم نہیں، تو حضرت حسن خاموش ہو گئے، تو ثابت ہوا کہ ان کا سوال اچھا ہے اسی طرح اُن کا جواب بہتر ہے باوجود اسکے کہ چاند اور سورج کو دوزخ میں ڈالنے سے اُن کو عذاب دینا لازم نہیں آتا جیسے دوزخ کے فرشتے، بعض علماء نے کہا اُنہیں کافروں کی سرزنش کے لئے دوزخ میں ڈالا جائیگا، کیونکہ اللہ کے سوا چاند اور سورج کی عبادت کی گئی تھی۔(مرقات)۔

[1] ﴿ قولـه فـروة وجهـه (اس کے چہرہ کی کھال) ''فروۃ'' دراصل بالوں کے ساتھ سر کی جلد کو کہتے ہیں تو چہرہ کی جلد کے لئے استعارہ لیا گیا۔(مرقات)۔

دے گا یہاں تک کہ وہ اسکے دبر (مقعد) سے نکلے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآئَهُمْ" (47۔سورۃ محمد، آیت نمبر:15) (اُنہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائیگا تو وہ اُن کی آنتیں کاٹ دیگا) اور فرماتا ہے: "وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ، بِئْسَ الشَّرَابُ" (18۔سورۃ الکہف، آیت نمبر:29) اور اگر وہ پانی مانگیں تو اُنہیں پگھلی ہوئی دھاتوں کے مانند پانی دیا جائیگا وہ چہرے بھون دے گا یہ نہایت بُرا پانی ہے۔(ترمذی)۔

322/7098 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: کھولتا ہوا پانی اُن کے سروں پر ڈالا جائیگا تو وہ سرایت کرے گا یہاں تک کہ اسکے پیٹ تک پہنچے گا تو جو کچھ پیٹ میں ہے اسے کاٹ دے گا یہاں تک کہ اسکے قدموں سے نکل جائے گا، یہی صھر یعنی پگھلانا ہے، پھر اسے 1 لوٹایا جائے گا جیسا وہ تھا۔(ترمذی)۔

323/7099 ﴿سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر غساق 2 کا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو دنیا والوں کو بدبودار کردے گا۔(ترمذی)۔

---

1 ﴿ **قوله ثم يعاد** (پھر اُسے لوٹایا جائیگا) یعنی اسکے پیٹ میں جو کچھ ہے لوٹایا جائیگا۔(مرقات)۔

2 ﴿ **قوله من غساق** (غساق کا) وہ ٹھنڈا بدبودار پیپ ہے، جسکی ٹھنڈک کی وجہ سے دوزخی اسے نہیں پی سکے گا جیسا کہ حمیم (کھولتا ہوا کو اسکی) کی گرمی کی وجہ سے نہیں پی سکے گا، میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "هٰذَا، فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْم ' وَّغَسَّاقٌ" (38۔سورۃ ص، آیت:57) (یہ کھولتا پانی اور پیپ ہے تو چاہئے کہ وہ اسکو چکھیں) میں دونوں کے درمیان تطبیق کے لئے یہی معنیٰ مناسب ہے اور اسی طرح ارشاد الٰہی: "لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا. اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا" (78۔سورۃ النباء، آیت:24/25) (وہ اس میں کوئی ٹھنڈی چیز اور پانی نہیں چکھیں گے سوائے کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کے) میں ہے کہ اس آیت میں سننے والے کی سمجھ پر اعتماد کرتے ہوئے لف ونشر غیر مرتب کے طور پر ذکر کیا گیا۔(مرقات)۔

7100 / 324 ﴿سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: " اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ " 1 (3۔سورۃ آل عمران، آیت نمبر:102) (اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہوں) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپکایا جائے تو زمین والوں کے لئے اُن کی زندگیوں کو خراب کردے گا، تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی غذا ہی زقوم ہو۔ (ترمذی)۔

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

7101 / 325 ﴿سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخیوں پر بھوک ڈال دی جائیگی تو وہ بھوک ان سارے عذابوں کے برابر ہوجائیگی جس میں وہ مبتلاء ہیں، وہ فریاد کریں گے تو انہیں غذا میں خاردار درخت ضریع 2 دیا جائیگا، جو نہ موٹا کرے گا، اور نہ بھوک دور کرے گا پھر وہ کھانا مانگیں گے تو اُنہیں گلے میں پھنسنے والا کھانا دیا جائیگا، تو وہ یاد کریں گے کہ پھنسنے والی چیزوں کو دنیا میں پانی سے اُتارتے تھے

---

1 ﴿قولہ: " وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ " (اور تم نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہوں) یعنی اسلام کی حالت کے سوا کسی حالت پر مت رہو جب تمہیں موت آئے، پس جو شخص اس حالت پر پابندی کے ساتھ رہتا ہے اور ہمیشہ اسی پر قائم رہتا ہے وہ مسلمان مرتا ہے، دنیا میں مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے اور آخرت میں سزاؤں سے مامون ہوجاتا ہے۔ اور جو شخص اس میں کوتاہی کرتا ہے اور پیچھے رہتا ہے وہ آخرت میں عذاب میں گھر جاتا ہے، اس وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے اسکے بعد یہ ارشاد فرمایا: اگر زقوم کا ایک قطرہ............ ختم حدیث تک۔ ایک شارح نے کہا: زقوم ایک خبیث کڑوا، بدمزہ اور بدبودار درخت ہے، جسے کھانے پر دوزخیوں کو مجبور کیا جائیگا۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قولہ من ضریع (بدمزہ دار درخت) وہ حجاز میں ایک قسم کا پودا ہے جسے کانٹے ہوتے ہیں، کوئی جانور اس کی خباثت کی وجہ سے اسکے قریب نہیں جاتا، اور اگر کھالے تو مرجائے، یہاں پر مراد دوزخ کا کانٹا ہے جو ایلوے سے زیادہ کڑوا، مردار سے زیادہ بودار اور آگ سے زیادہ گرم ہوگا۔۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

تو پانی مانگیں گے تو انکو لوہے کے اکوڑیوں سے کھولتا ہوا پانی دیا جائیگا، تو جب وہ ان کے چہروں کے قریب ہوگا تو ان کے چہروں کو بھون دے گا، اور جب ان کے پیٹوں میں داخل ہوگا تو پیٹ میں جو کچھ ہے اسے کاٹ دے گا تو وہ کہیں گے: دوزخ کے نگران فرشتوں کو پکارو، تو فرشتے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح نشانیاں نہیں لائے تھے، دوزخی کہیں گے: کیوں نہیں، فرشتے کہیں گے: تو پکارو اور کافروں کی پکار تو ضائع و بے کار ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کہیں گے مالک (داروغۂ دوزخ) کو پکارو، تو وہ کہیں گے ائے مالک! تیرا پروردگار ہم کو موت دے کر ہمارا کام تمام کردے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو وہ (مالک) اُنہیں جواب دے گا کہ تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے، اعمش کہتے ہیں مجھے خبر دی گئی کہ اُن کی پکار اور مالک کے اُنہیں جواب دینے کے درمیان ہزار سال کی مدت ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر وہ کہیں گے: تم اپنے رب کو پکارو کہ کوئی بھی تمہارے رب سے بہتر نہیں تو کہیں گے اے ہمارے رب! بدبختی ہم پر غالب آ گئی تھی اور ہم گمراہ تھے، اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم کفر کی طرف لوٹیں تو یقیناً ہم ظالم ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ اُنہیں جواب دے گا: دھتکارے ہوئے

۔۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ قولہ: ''تو وہ کہیں گے پکارو الخ'' یعنی کفار ایک دوسرے سے کہیں گے جہنم کے نگران فرشتوں کو پکارو، تو وہ اُن کو پکاریں گے اور اُن سے کہیں گے: تم اپنے رب کو پکارو کہ وہ ہم سے کسی دن عذاب کم کرے، قولہ: ''اور کافروں کی پکار تو ضائع اور بے کار ہے'' یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ دنیا میں اُن کی کوئی دعا قبول نہیں کی جائیگی جیسا کہ بعض علماء نے سمجھا جبکہ مہلت دینے کے بارے میں شیطان کی دعاء قبول کی گئی قولہ: ''کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے'' اس میں حجت کا الزام واثبات اور ڈانٹنا ہے، اور اُن لوگوں نے دعاء اور تضرع وزاری کے اوقات کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا اور ان اسباب کو ضائع کردیا جس کی وجہ سے دعائیں قبول کی جاتی ہیں، فرشتوں نے کہا: تم خود پکارو، کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسکی جرأت نہیں کرسکتے، اور ان کا کہنا ''پکارو'' فائدہ کی امید کے لئے نہیں بلکہ نامرادی کو بتانے کے لئے ہے کیونکہ جب مقرب فرشتہ کی دعاء نہیں سُنی جاتی تو کافروں کی پکار کیسے سُنی جائیگی، قولہ: ''اے مالک! تمہارا رب ہمارا فیصلہ کردے'' یعنی تم دعاء کرتے ہوئے رب سے گذارش کرو کہ ہم پر وہ موت کا فیصلہ فرمادے تا کہ ہم راحت حاصل کریں یا ''قضى عليه'' سے ہے یعنی موت دینا تو معنیٰ یہ ہے: تا کہ تمہارا رب ہمیں ماردے کہ ہم راحت حاصل کریں۔ (ماخوذ از مرقات)۔

اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے بات مت کرو، فرمایا: تو اس وقت وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو جائینگے اور اس وقت مصیبت، حسرت اور ہلاکت و بربادی کی پکار میں رہیں گے، عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے کہا: لوگ اس حدیث کو مرفوع نہیں کہتے، ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے کہا بلکہ اس کو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ پر موقوف قرار دیتے ہیں لیکن وہ مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس جیسی باتیں رائے سے کہنا تو ممکن نہیں، اس حدیث کو امام ترمذی نے مرفوع روایت کہا جیسا کہ حدیث کی ابتداء سے معلوم ہوتا ہے۔

7102 / 326 ﴿سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس دن جہنم 1 کو لایا جائیگا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسکو کھینچیں گے۔ (مسلم)۔

7103 / 327 ﴿سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً دوزخیوں میں عذاب کے اعتبار سے سب سے ہلکا عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کے لئے آگ کے دو جوتے 2 اور تسمے ہوں گے جسکی وجہ سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا جیسے ہانڈی کھولتی ہے، وہ یہ نہیں سمجھے گا کہ کوئی شخص اس سے زیادہ سخت عذاب والا ہے، جبکہ درحقیقت وہ سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔ (بخاری، مسلم)۔

---

1 ﴿ قولہ یوتی بجھنم (جہنم کو لایا جائیگا) یعنی جہنم کو اس مقام سے لایا جائے گا جہاں اللہ تعالیٰ نے اسکو پیدا فرمایا قولہ: یجرونھا (اسکو کھینچتے ہوئے) یعنی اسکو گھسیٹیں گے یہاں تک کہ اسکو زمین پر پھرایا جائیگا، دوزخ کی پشت پر موجود پل صراط کے سوا جنت کے لئے کوئی راستہ باقی نہ رہے گا۔ اور ان لگاموں کا فائدہ جس کے ذریعہ اسے کھینچا جائے گا اس کی عظمت کی جانب اشارہ کرنے کے ساتھ ساتھ یہ ہے کہ ان لگاموں سے دوزخ کو میدان حشر پر تجاوز کرآنے سے روکا جائیگا سوائے اُن لوگوں کے جن پر اللہ تعالیٰ اس کو پہونچانا چاہے اہل محشر میں سے۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قولہ نعلان (دو جوتے) یعنی اسکے قدم کے نیچے، شراکان (دو تسمے) یعنی قدم کے اوپر۔ یہ اس شخص کے بارے میں ہے جسے دوزخ میں ڈبویا نہ گیا ہو، اور اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مایری'' مجہول کے صیغہ کے ساتھ یعنی جس کے لئے آگ کے دو جوتے اور دو تسمے ہونگے وہ یہ گمان نہیں کریگا کہ دوزخیوں میں سے کوئی بھی اس سے زیادہ سخت عذات میں ہے۔ (مرقات)۔

7104/328 سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخیوں میں سب سے زیادہ 1 ہلکے عذاب والے ابوطالب ہونگے جبکہ وہ دو جوتے پہنے ہوں گے جس کی وجہ سے اُن کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (بخاری)۔

7105/329 سیدنا انس رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے شخص سے فرمائے گا: زمین میں جو کچھ ہے اگر 2 وہ تیرے لئے ہوجائے تو کیا تو (جان چھڑانے کیلئے) اس کا فدیہ دے گا، تو وہ کہے گا ہاں! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ سے اس سے آسان چیز طلب کی تھی جبکہ تو آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا (وہ یہ) کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے مگر تو شرک ہی کیا۔ (متفق علیہ)۔

7106/330 اور انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن

---

1 **قوله اهون اهل النار الخ** (دوزخیوں میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والے) ہلکا پن اسکے اوپر کے عذاب کی بہ نسبت ہے، اور اس عذاب میں ابوطالب اور دوسرے مشترک ہونگے جیسا کہ گذشتہ حدیث شریف سے ظاہر ہے، اور ہوسکتا ہے کہ ابوطالب کا عذاب دیگر تمام لوگوں کی بہ نسبت ہلکا ہے، اور یہ معنیٰ اہل سنت و جماعت کے مذہب کے مطابق ہے، اسکے خلاف ایک حدیث روایت کی جاتی ہے جو ضعیف ہے۔ (لمعات) صاحب مرقات نے کہا: اُن کے عذاب میں اس لئے تخفیف کی گئی کہ اُنہوں نے کفار کی سخت دشمنی سے حضور اکرم ﷺ کی حمایت کی، تو جب تخفیف کی جائے گی تو پورے بدلہ کے طور پر تخفیف کی جائیگی۔

2 **قوله لو ان لک** (اگر تیرے لئے ہوجائے) "لو ثبت" کے معنیٰ میں ہے یعنی اگر ثابت ہوجائے اس لئے کہ لفظ "لو" فعل ماضی کو چاہتا ہے اور جب "اَنَّ" مفتوحہ "لَو" کے بعد آئے تو فعل ماضی کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ "اَنَّ" میں تحقیق اور ثابت ہونے کے جو معنیٰ ہے اسکو فعل محذوف کے قائم مقام ہے۔ **قوله: ان لا تشرک بی شیئا**" (کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے) یہ جملہ "أهون" کا بدل ہے، یا اسکا بیان ہے۔ (مرقات)۔

دنیا والوں میں سے سب سے زیادہ خوشحال آدمی لایا جائیگا جو اہل دوزخ میں سے ہوگا اور اسکو دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائیگا، پھر اس سے کہا جائیگا اے انسان کیا تو نے کبھی کوئی بھلائی کو دیکھا ہے یا تجھ پر کوئی نعمت گزری ہے؟ تو وہ کہے گا نہیں خدا کی قسم اے میرے پروردگار۔ اور سب سے زیادہ دنیا میں مصیبت زدہ انسان کو لایا جائیگا جو جنتیوں میں سے ہوگا اور اسکو جنت میں ایک غوطہ دیا جائیگا اور اس سے کہا جائیگا اے انسان کیا کبھی تو نے کوئی مصیبت کو دیکھا ہے، کیا کبھی تجھ پر کوئی سختی گزری ہے تو؟ وہ کہے گا نہیں خدا کی قسم اے میرے پروردگار مجھ پر نہ کوئی مصیبت آئی اور نہ میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی۔ (مسلم)۔

7107 / 331 ﴿ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو آگ دونوں ٹخنوں تک پکڑے گی 1 اور بعض وہ ہیں جن کو دونوں گھٹنوں تک پکڑے لے گی اور بعض وہ ہیں جن کو آگ ہنسلی کی ہڈی تک پکڑ لے گی۔ (مسلم)۔

7108 / 332 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کے دو کاندھوں کے درمیان کا فاصلہ دوزخ میں تیز رفتار سوار کے تین دن کا فاصلہ ہے 2۔

---

1 ﴿ قوله" منهم من تاخذه النار الى كعبيه" الخ (اس حدیث شریف میں ہلکے اور سخت عذابوں کے فرق وتفاوت کا بیان ہے۔ یہ مطلب نہیں ہیکہ بعض کو سزا ہوگی اور بعض کو نہیں ہوگی اور گزری ہوئی حدیث میں ہے "وهو منتعل بنعلين يغلى منهما دماغه" (اور ان کو دو نعل ایسے پہنائے جائینگے ان سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا) (مرقات)۔

2 ﴿ قوله ما بين منكبى الكافر مسيرة ثلاثة ايام الخ (دوزخ میں کافر کے دو کاندھوں کے درمیان کا فاصلہ تین دن کی مسافت کا ہے) قاضی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کافر کو زیادہ سزا دینے کے لئے زیادہ آگ لگے گی اس لئے اس کے اعضاء کی مقدار میں زیادتی اور اضافہ کیا جائیگا۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ کافروں کے لئے ہوگا، کیونکہ احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ متکبرین کو قیامت کے دن چیونٹیوں کے مثل انسانی شکل میں اٹھایا جائیگا اور وہ جہنم کے قید خانہ میں ہانک دیئے جائیں گے۔

میں کہتا ہوں اس سے بظاہر نافرمان مسلمان مراد لئے جائیں اور علامہ قرطبی کے قول کو اسی پر محمول کیا جائے تا کہ آنے والی حدیث شریف کے موافق ہو یعنی ضرس الكافر يوم القيامة مثل احد سے موافق ہو کہ ان کا چیونٹیوں کے مثل ہونا میدان حشر میں ہوگا جس میں روندتے ---بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

7109/333 ﴿اور ایک روایت میں ہے کافر کا داڑھ احد پہاڑ کے برابر اور اس کے جلد کی موٹائی تین دن کی مسافت کی ہے۔(مسلم)۔

7110/334 ﴿سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دوزخی دوزخ میں بڑے جسم کے ہوجائیں گے یہاں تک کہ ان میں کسی کے کان کے دونوں لو سے اسکی گردن تک کی مسافت سات سو سال کی ہوجائیگی اور کھال کی موٹائی ستر گز کی، اور اس کا داڑھ احد پہاڑ کے مانند ہوجائیگا۔(احمد)۔

7111/335 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کافر کا داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوجائیگا اور اسکی ران بیضاء پہاڑ کے مانند اور اسکی آگ کی بیٹھک ربذہ کی مثل تین دن کی مسافت کی ہوگی۔(ترمذی)۔

7112/336 ﴿انہی سے روایت ہے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی جلد کی موٹائی بیالیس (42) گز کی ہوگی [1] اور اس کا داڑھ احد پہاڑ کے برابر اور دوزخ میں اسکی بیٹھک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان فاصلہ کی ہوگی۔(ترمذی)۔

7113/337 ﴿سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر اپنی زبان ایک دو فرسخ تک کھینچے گا لوگ اس کو روندتے ہوئے جائیں گے۔(احمد، ترمذی)۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ جاتے ہوں گے پھر انکے جسم بڑے ہوجائیں گے، وہ دوزخ میں داخل ہوجائیں گے۔ اور اس میں اسی طرح رہیں گے۔ امام نووی رحمۃ اللہ نے فرمایا: یہ سب ان کو تکلیف دینے کے لئے یہ مفہوم زیادہ مناسب ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہے اور رسول صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی خبر دی ہے اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ (ماخوذ از مرقات) ۔

1 ﴿ **قولہ ان غلظ جلد الکافر** (کافر کے جلد کی موٹائی) اس کے پہلے گزرا ہے کہ تین دن کی مسافت ہوگی ہوسکتا ہے یہ فرق کافروں کے اقسام کے فرق کی وجہ سے ہو اور یہ بات اس ارشاد میں بھی ہے **مقعدہ من النار مسیرۃ ثلاث**۔ اور اسکی بیٹھک دوزخ میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان کے فاصلہ کے برابر ہوگی تو یہ فاصلہ عام طور پر دس دن یا اس سے زیادہ کا ہے۔(لمعات)۔

338/7114 ﴿سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ" 1 (23۔سورۃ المومنون، آیت نمبر:104)(وہ اس میں سکڑے ہوئے منہ کے ہوں گے) آپ نے فرمایا: آگ اسکو بھون دیتی ہوگی اور اس کے اوپر کا ہونٹ سکڑ جائیگا یہاں تک کہ اس کے سر کے درمیان تک پہنچ جائیگا اور نیچے کا ہونٹ لٹک جائیگا یہاں تک کہ اس کی ناف پر گرتا ہوگا۔(ترمذی)۔

339/7115 ﴿سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا "يَاأَيُّهَاالنَّاسُ ابْكُوا" الخ (اے لوگو تم روؤ اگر رو نہ سکو تو رونے کی صورت بناؤ۔ دوزخی لوگ دوزخ میں روئیں گے یہاں تک کہ ان کے آنسو دوزخ میں ان کے چہروں پر ایسے بہیں گے گویا وہ نالیاں ہیں یہاں تک کہ آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون بہتے ہوں گے اور آنکھوں کو زخمی کر دیں گے اور اگر اس میں کشتیاں چلائی جائیں تو چلیں گی۔(امام بغوی نے شرح السنہ میں اسکی روایت کی ہے)۔

340/7116 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ میں شقی کے سوا کوئی نہیں جائیگا تو عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شقی کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اللہ کے لئے اطاعت کا عمل نہ کرے اور اللہ کے لئے برائی نہ چھوڑے 2۔(ابن ماجہ)۔

---

1 ﴿ **قولہ کالحون** شارحین نے کہا ہے کہ ان کے دانت باہر آ جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی جو تفسیر فرمائی جیسا کہ راوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا "تشویۂ النار" آگ اسکو بھون دیگی اس تفسیر کے مناسب یہی معنی ہیں۔

2 ﴿ **قولہ ولم یترک له بمعصیة** (جو اللہ کے لئے برائی کو نہ چھوڑے) یہ بات کافر اور فاجر دونوں کو شامل ہے۔اور اللہ کا ارشاد "لَايَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى .اَلَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى" (92۔اللیل، آیت:15/16)(اس میں داخل نہیں ہوتا مگر وہ شخص جو سب سے زیادہ بد بخت جو جھٹلایا اور منہ موڑا) یہ محمول ہے اس شخص پر جو ہمیشہ کے لئے داخل ہونے والا ہے۔(مرقات)۔

7117/341 ﴿سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا:
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں '' اَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ اَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ'' میں نے تم کو آگ سے آگاہ کردیا 1 میں نے تم کو آگ سے آگاہ کر دیا ہے، اس کو آپ مسلسل فرماتے رہے یہاں تک اگر وہ میری اس جگہ میں ہوتے تو آپ کی آواز کو بازار والے سن لیتے اور یہاں تک کہ آپ کی چادر جو آپ کے اوپر تھی آپ کے دونوں قدموں پر گر پڑتی ۔ (دارمی) ۔

بَابُ صِفَةِ النَّارِ وَاَهْلِهَا ختم ہوا

❁ ❁ ❁

---

1 ﴿ قولہ انذرتکم النار (میں نے تم کو دوزخ سے آگاہ کر دیا ہے) یعنی میں تم کو ایسی چیز بتادیا ہوں جس کے ذریعہ تم دوزخ سے بچو۔

وقولہ حتی لو کان یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری اس جگہ میں ہوتے یعنی اس مقام میں ہوتے (جس مقام میں راوی حدیث شریف کی روایت کر دیئے ہیں) تو بازار والے سن لیتے ۔ سمعہ سے مراد آپ کی آواز کو اھل السوق یعنی بازار والے سن لیتے) مطلب یہ ہے کہ آپ نے اس قدر بلند آواز سے فرمایا کہ بازار والے سن لیتے ۔ یعنی آپ نے آواز کو بلند کرنے میں مبالغہ فرمایا ۔ (مرقات) ۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمُ

15/248 بَابُ خَلۡقِ الۡجَنَّةِ وَالنَّارِ

جنت 1 اور دوزخ کے مخلوق ہونے کا بیان

342/7118 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت اور دوزخ نے آپس میں ایک دوسرے سے حجت 2 کیا، دوزخ نے کہا مجھے متکبرین اور سرکش لوگوں سے خاص کیا گیا ہے، اور جنت نے کہا اس کے سوا نہیں ہے کہ مجھ میں صرف کمزور 3 اور نظروں سے گرے ہوئے اور بھولے بھالے لوگ

---

1 قولہ: باب خلق الجنة والنار (جنت اور دوزخ کے مخلوق ہونے کا بیان) یعنی وہ دونوں مخلوق ہیں، جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔(مرقات)۔

2 قولہ تحاجت الجنة والنار (جنت اور دوزخ نے ایک دوسرے سے حجت کیا) یعنی زبان قال سے یا بیان حال سے، علامہ طیبی علیہ الرحمہ نے فرمایا یہ ایک دوسرے کا مناظرہ حقیقت میں ہوا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ ہر ایک کو باشعور اور خطاب کرنے والا بنائے، یا یہ بطور تمثیل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پہلا قول ہی قابل اعتماد ہے، کیونکہ معالم میں مذکور ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمادات اور تمام حیوانات کو سوائے عقلاء کے علم عطا فرمایا ہے جس سے اس کے سوا کوئی واقف نہیں، اور انکے لئے بھی نماز، تسبیح اور خوف وخشیت ہے، لہٰذا انسان پر ضروری ہے کہ وہ اس پر ایمان لائے اور اپنے علم کو اللہ سبحانہ کے سپرد کرے انتہی۔(مرقات)۔

علامہ سید علیہ الرحمۃ نے فرمایا: اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ دوزخ کا کلام بر سبیل فخر اور جنت کا کلام بطور شکوہ ہو جیسا کہ پیچھے گذرا۔

3 قولہ الا ضعفاء الناس (صرف کمزور اور نظروں سے گرے ہوئے) یعنی جو بدن اور مال کے اعتبار سے کمزور ہیں وقولہ: وَسَقَطُهُم (نظروں سے گرے ہوئے معمولی) یعنی: عام لوگوں کی نگاہوں میں گرے ہوئے عوام کے پاس ان کی جو حیثیت ہے اسکی نسبت سے یہ فرمایا گیا ہے،۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

ہی داخل ہونگے ، اللہ نے جنت سے فرمایا کہ اس کے سوانہیں تو میری رحمت ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تیرے ذریعہ سے رحم کرونگا، اور دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا تیرے ذریعہ سے عذاب دونگا، اورتم دونوں میں ہر ایک کواس کے لائق بھر دینا ہے اب رہی دوزخ تو وہ نہیں بھریگی یہاں تک کہ 1 اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق اپنا قدم اس میں رکھ دیگا تو وہ کہیگی قط قط قط بس بس بس اور اسکا ایک حصہ دوسرے حصہ کی

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن ان میں کے اکثرنہیں جانتے) اورایک مقام میں وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ (لیکن ان میں کے اکثر ناواقف ہیں)۔

اب رہا اللہ کے پاس ان کا جو مرتبہ ہے اسکی نسبت کرتے ہوئے یہ حضرات عظمت والے ہیں، اوراسی طرح علماء، صلحاء میں سے جنہوں نے انھیں پہچانا ہے انکے پاس بھی قدرومنزلت والے ہیں اور انھیں ''سقط'' اور کمزور کہنا اسی معنی کے اعتبار سے ہے یا اس میں جو حصر ہے وہ اکثریت کے اعتبار سے ہے۔

وقوله: غرتهم (ان میں کے بھولے بھالے لوگ) ''غین'' کے کسرہ اور ''را'' کے تشدید کے ساتھ، یعنی عدم تجربہ یا غفلت کو کہتے ہیں یعنی دنیاداری کا کوئی تجربہ نہیں اور نہ ہی انہیں دنیا کی کوئی فکر ہے، یا وہ لوگ ہیں جو دنیا داری سے غافل آخرت کے کاموں میں مصروف ہیں۔

جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اکثر جنتی لوگ دنیاوی معاملات میں بھولے بھالے ہونگے، برخلاف کفار کے، کیونکہ یہ لوگ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: (يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ، وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ) (30۔الروم، آیت:7) دنیوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور وہی آخرت سے غافل ہیں۔(مرقات)۔

1 ﴿ قوله حتى يضع الله رجله (یہاں تک کہ اللہ اپنا قدم رکھے گا) اورآنے والی روایت میں ''قَدَمَهُ''، یعنی اپنا قدم ہے۔سلف صالحین کا مذہب یہ ہے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کے ساتھ اس کی مراد کو اللہ کے سپرد کردیا جائے۔امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب اسی کے موافق ہے۔اور ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی مراد اللہ کے حوالے کردینا ہی مناسب ہے اورسب سے زیادہ سلامتی والا راستہ ہے جیسا کہ آپ نے ''الفقه الاكبر'' میں اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔(مرقات)۔

طرف سمٹ جائیگا اور اللہ اپنے مخلوق سے کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا 1۔ اب رہی جنت تو اللہ اسکے لئے بھی ایک مخلوق پیدا فرمائیگا 2۔ (متفق علیہ)۔

343/7119 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخ میں مسلسل ڈالا جاتا رہیگا اور وہ کہتی رہیگی کیا اور کچھ زیادہ ہے؟ حتی کہ رب العزت اپنا قدم اس میں رکھ دیگا تو اسکا بعض حصہ بعض کی طرف سمٹ جائیگا، اور وہ کہیگی تیری عزت وکرم کی قسم! بس بس، اور جنت کے اندر مسلسل زائد جگہ رہیگی، یہاں تک کہ اللہ اسکے لئے ایک مخلوق پیدا فرمائیگا 3 اور اس کو جنت کی زائد جگہ میں رکھے گا۔ (متفق علیہ)۔

---

1 ﴿ قولہ فلا یظلم اللہ من خلقہ احدا (اور اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرتا) یعنی: اللہ دوزخ کیلئے کسی دوسری مخلوق کو پیدا نہیں فرمائیگا، کیونکہ ایسا کرنا بظاہر ظلم ہے اگر چہ کہ حقیقت میں ظلم نہیں ہے، کیونکہ یہ اپنے ملک میں تصرف ہے اور اللہ تعالیٰ کوئی کام ایسا نہیں کرتا جو صورۃً بھی ظلم ہو۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قولہ ینشئ لھا خلقا (وہ اس کے لئے مخلوق پیدا کریگا) یعنی ایک جماعت جو کچھ بھی عمل نہیں کی۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جس طرح اللہ سبحانہ اگر دوزخ کیلئے ایک جماعت پیدا فرمائے جیسا کہ کہا گیا ہے تو یہ بھی عدل ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مرقات)۔

3 ﴿ قولہ لا یزال فی الجنۃ فضل: (مسلسل جنت میں خالی جگہ رہیگی) یعنی مکانات کی زیادتی ہوگی جو اہل خانہ سے خالی، جسمیں کوئی مقیم نہیں ہوگا، وقولہ: حتی ینشئی اللہ لھا خلقا (یہاں تک کہ اللہ اسکے لئے ایک مخلوق پیدا فرمائیگا) علامہ نووی علیہ الرحمہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اب رہی جنت تو اللہ اسکے لئے ایک جماعت پیدا فرمائیگا تو اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ اہل سنت کی دلیل ہے کہ ثواب اعمال پر موقوف نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ اسی وقت پیدا کئے جائینگے اور انہیں بغیر کسی عمل کے جنت عطا کی جائیگی۔

علامہ طیبی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ معتزلہ یہ اعتراض کرسکتے ہیں کہ بے گناہ سے ظلم کی نفی کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ اگر اللہ انہیں عذاب دے تو وہ ظلم ہوگا اور یہی ان کا عین مذہب ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ انہیں عذاب دے تو وہ ظلم نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے غیر کی ملکیت میں تصرف نہیں کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے انتہائی لطف وکرم کی وجہ سے ایسا نہیں کریگا، لہذا ظلم کی نفی لطف وکرم کا اثبات کرنا ہے۔ (مرقات)۔

7120/344 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ نے جنت کو پیدا فرمایا: تو جبریل سے کہا: جاؤ اور اس کو دیکھو، تو وہ گئے اور اسکو اور ان چیزوں کو دیکھا جسے اللہ نے اس میں رہنے والوں کے لئے تیار فرمایا ہے، پھر وہ آئے اور کہا اے رب! تیری عزت وجلال کی قسم کوئی اسکے بارے میں نہیں سنے [1] گا مگر اس میں داخل ہوگا، پھر اللہ نے اسے مشقتوں/تکالیف سے گھیر دیا اور پھر فرمایا: اے جبریل جاؤ اسے دیکھو، تو وہ گئے اور اسے دیکھا پھر آئے اور کہا اے رب! تیری عزت وجلال کی قسم! مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں داخل ہی نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور جب اللہ نے جہنم کو پیدا کیا تو فرمایا: اے جبریل جاؤ اور اس کو دیکھو! آپ نے ارشاد فرمایا: جبریل گئے اور اس کو دیکھا، پھر آئے اور کہا: اے رب! تیری عزت وجلال کی قسم نہیں سنے گا کوئی اس کے بارے میں اور یہ کہ وہ اس میں داخل ہوجائے، پس اللہ اس کو شہوات سے گھیر دیا، پھر فرمایا اے جبریل! جاؤ اور اسے دیکھو آپ نے ارشاد فرمایا: جبریل گئے اور اسے دیکھا تو کہا: اے رب! تیری عزت وجلال کی قسم مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی نہ رہے گا مگر وہ اس میں داخل ہوجائے گا۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)۔

7121/345 ﴿سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ﴿ **قولہ لا یسمع بھا احد الا دخلھا:** (اسکے بارے میں کوئی نہیں سنے گا مگر اس میں داخل ہوگا) یعنی: اس میں داخل ہونے کی خواہش کریگا اور اسکے لئے جدوجہد کریگا، اسکے حسن اور رونق کی وجہ سے صرف اسی کی فکر کریگا۔

و **قولہ: ثم حفھا بالمکارہ** (پھر اللہ نے اسے مشقتوں سے گھیر دیا) یہ خلاف قیاس ''کرہ'' کی جمع ہے، یعنی: مشقت اور شدت۔ اس سے مراد وہ شرعی احکام وتکالیف ہیں جو نفس کے پاس ناپسندیدہ اور اس پر گراں ہیں۔ اس سے اس بات کی رہنمائی ہوتی ہے کہ الفاظ کے معانی کی ان مقامات میں حسی صورتیں بھی ہوتی ہیں۔ **وقولہ: لا یسمع بھا احد فیدخلھا** (کوئی اسکے بارے میں نہیں سنے گا، کہ وہ اس میں داخل ہوجائے گا) یعنی کوئی اسکے متعلق نہیں سنے گا مگر اس سے خائف دہشت زدہ ہوگا اور اس میں داخل ہونے سے بچے گا۔ (مرقات)۔

نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی، پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور مسجد کے قبلہ کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا: ابھی جس وقت میں نے تمہیں نماز پڑھائی مجھے اس دیوار کی جانب 1 جنت ودوزخ ان کی اپنی شکلوں میں دکھائی گئیں اور میں نے خیر وشر میں آج کے دن کی طرح نہیں دیکھا۔ (بخاری)۔

بَابُ خَلْقِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

1 ﴾ **قوله ممثلين فی قبل هذا** (اسکے سامنے دونوں اپنی شکلوں میں دکھائی گئیں) تحقیق کہ یقیناً بعض روایات میں آیا ہے کہ "میں نے جنت اور دوزخ کو اس دیوار کے عرض میں دیکھا"۔

شارحین نے یہاں پر ایک اشکال وارد کیا کہ جنت اور دوزخ دیوار میں کیسے سما جائینگی؟ اور خود جواب دیتے ہیں کہ یہ اسی طرح ہے جس طرح ایک باغ یا ایک وسیع مکان کی مثال آئینہ میں نظر آتی ہے۔ اور شئی کی مثال کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ مقدار میں بھی اس شئی کے برابر ہو۔ اسکا جواب اس طرح بھی دیا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد: **فی قبل اوفی عرض** (سامنے یا چوڑائی میں) مفعول سے حال نہیں بلکہ فاعل سے حال ہے، یعنی میں اسی جگہ میں رہ کر ان دونوں کو دیکھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں (جنت ودوزخ) کی صورتیں نفس دیوار پر تھیں۔ بلکہ اسکے جانب تھیں۔ اس طور پر کہ شکل کو دیکھنے کا عمل اس جانب سے ہوا اور اسکی شکل دوسری جگہ ہو۔ (لمعات)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمُ

16/249 بَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ وَذِكْرِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

مخلوق کی ابتداء کا بیان اور انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا ذکر

346/7122 ﴿ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ہم میں قیام فرما ہوئے، اور ابتداء آفرینش سے متعلق یہاں تک کہ اہل جنت کے اپنے اپنے مقامات میں اور اہل دوزخ کے اپنے اپنے مقامات میں داخل ہونے تک ہم کو بتادیا [1]۔ جس نے اس کو یاد رکھا وہ یاد رکھا اور جس نے اس کو بھولا وہ بھول گیا۔ (بخاری)۔

347/7123 ﴿ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اچانک قبیلہ بنی تمیم کی ایک جماعت آئی تو آپ نے فرمایا: اے بنی تمیم! تم خوشخبری قبول کرو! تو انہوں نے کہا کہ آپ نے ہم کو خوشخبری تو سنائی ہے ہم کو کچھ دیجئے [2]۔

---

[1] ﴿ **قوله فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم الخ.** اور ابتداء آفرینش سے متعلق یہاں تک کہ اہل جنت اپنے اپنے مقامات میں اور اہل دوزخ اپنے اپنے مقامات میں داخل ہونے تک ہم کو بتلادیا۔ امام عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے مخلوقات کی ابتداء انتہاء اور زندگی سے متعلق تمام باتیں، احوال ایک ہی مجلس میں بیان فرمائیں اور ایک ہی مجلس میں ان تمام باتوں کو بیان کردینا آپ کے معجزات سے ہے اور یہ عظیم الشان معاملہ ہے۔ (مرقات)۔

[2] ﴿ **قوله بشرتنا فاعطنا الخ** ۔ (آپ نے ہم کو خوشخبری تو سنائی ہے ہم کو کچھ دیجئے) امام عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: "بشرتنا" کے لفظ سے ان کا مسلمان ہونا معلوم ہوتا ہے مگر وہ دنیا کا ارادہ کئے اور آخرت سے غفلت برتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ ہونا اور ان لوگوں کے خوشخبری کے قبول نہ کرنے کا ذکر فرمانا اس سے ان لوگوں کے علم کی اور قابلیت کی کمی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے فانی دنیا سے اپنی امیدوں کو وابستہ کیا اور دین کی تعلیم حاصل کرنے پر جو باقی رہنے والی آخرت کے ---بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

یمن کے کچھ لوگ داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے اہل یمن! تم خوشخبری قبول کرو، جب کہ بنی تمیم نے قبول نہیں کیا تو انہوں نے کہا: ہم قبول کرتے ہیں اور ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں تا کہ دین کا علم حاصل کریں اور آپ سے یہ دریافت کریں کہ اس امر کی ابتداء کیا تھی 1 تو آپ نے فرمایا: اللہ تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔ اور اس کا عرش پانی پر تھا 2 پھر اس نے آسمانوں اور

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ ثواب کا موجب ہے دنیا کو مقدم کیا جبکہ کلمہ توحید اور مبدا و معاد کے حقائق کو دریافت کرنا، اس کو یاد رکھنا اور اس کے ضروری مسائل اور اس تک پہنچانے والے امور سے متعلق سوالات کا اہتمام کرنا ان کے لئے ضروری تھا۔ (مرقات)۔

1 ﴾ **ولنسئلک من اول ھذا الامر.** (اور آپ سے دریافت کریں کہ اس امر کی ابتداء کیا تھی) اس سے مراد ابتداء آفرینش اور عالم کا آغاز ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴾ **قولہ و کان عرشہ علی الماء.** یہ جملہ حالیہ نہیں ہے کہ معیت کا وہم پیدا ہو اور مقصد یہ ہے کہ دونوں مستقل طور پر موجود ہیں، یہ مستقل جملہ ہے۔ اس کا عطف یا تو پہلے جملہ پر ہے۔ یا اس میں "واو" "**ثم**" کے معنی میں ہے اور لفظ **کان** گزرے ہوئے زمانے کے لئے آیا ہے خواہ وہ ازلی ہو یا غیر ازلی ہو۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ عرش اور پانی کو آسمانوں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے، اور عرش کے پانی پر ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عرش پانی کی پشت پر تھا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ عرش اور پانی کے درمیان کوئی دوسری چیز حائل نہیں تھی۔ (لمعات)

اور صاحب مرقات نے کہا ہے کہ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: **و کان عرشہ علی الماء** کا عطف **کان اللہ ولم یکن قبلہ شیء** کے پورے مجموعہ پر ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں اپنے اپنے اعتبار سے موجود ہیں اور ان کے درمیان ترتیب کیسی ہے یہ بات آپ کے ذہن کے حوالے ہے آپ اپنے ذہن سے اس کو سمجھ لیں اس میں **واو ثم** کے معنی میں ہے۔

علامہ عسقلانی نے فرمایا: یہاں پانی سے سمندر کا پانی مراد نہیں ہے بلکہ وہ پانی مراد ہے جو عرش کے نیچے ہے اللہ نے جیسے چاہا ویسا ہے۔

علامہ ابن الملک نے کہا: عرش پانی پر ہے اور پانی ہوا کی پشت پر ہے اور ہوا اللہ کی قدرت سے قائم ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ نے عرش اور پانی کو آسمانوں اور۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

زمین کو پیدا کیا اور (لوح محفوظ) میں ہر چیز کو لکھ دیا 1 پھر میرے پاس ایک شخص آیا اور کہا: اے عمر! تم اپنی اونٹنی کو پکڑو وہ جا چکی ہے، تو میں اس کو تلاش کرنے چلا گیا۔ اور خدا کی قسم میں نے تو یہ چاہا کہ وہ چلی جاتی اور میں نہ اٹھتا۔ (بخاری)۔

348/7124 ﴿حضرت ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا رب اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھا، آپ نے فرمایا: عماء (پردۂ غیب) 2 میں تھا نہ اس کے نیچے ہوا تھی نہ اس کے اوپر ہوا تھی اور اس نے اپنا عرش پانی پر

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ زمین سے پہلے پیدا کیا، پھر پانی سے ان دونوں کو پیدا کیا اس طرح سے کہ اللہ نے پانی پر تجلی ڈالی اس میں تموج اور اضطراب پیدا ہوا اور اس سے جھاگ اٹھا اور وہ کعبہ شریفہ کے پاس جمع ہوگیا، اسی لئے کعبہ شریف کا نام ام القری رکھا گیا۔ پھر اس کے نیچے سے زمین پھیلائی گئی اور اس کے اوپر پہاڑوں کو ڈالا گیا تا کہ زمین ہلنے نہ لگے۔ اور پہاڑوں میں سب سے پہلا پہاڑ ایک قول کے مطابق جبل ابوقبیس ہے، پھر پانی کے تموج سے اوپر کی طرف دھواں اٹھا اس سے آسمان بنائے گئے۔ اجمالی طور پر اس کا بیان سورہ حٰمٓ فُصِّلَتْ میں ہے اور اس کی تفصیل مفسرین کی کتابوں اور مورخین کی تاریخ میں ہے۔ **واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالاولین والآخرین۔** (اولین وآخرین کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی خوب جانتا ہے)

1 ﴿**قولہ وکتب الخ.** یعنی جو بھی ہونے والا تھا اس کو ذکر میں یعنی لوح محفوظ میں لکھ دیا اور راوی نے یہ جو کہا: **ثم اتانی** سے **ولم اقم** یعنی میں اس اونٹنی کی تلاش میں نہ اٹھتا تو اچھا تھا کہ یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل یمن کے ساتھ مابقی گفتگو سننے سے رکاوٹ بن گئی۔ (مرقات)۔

2 ﴿**قولہ کان فی عماء الخ.** عماء الف ممدودہ کے ساتھ ہلکے یا تہہ بہ تہہ کثیف بادل کو کہتے ہیں اور ایک روایت میں عمی میم کو زیر کے ساتھ ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی، اور یہ بھی قول ہے کہ وہ (یعنی عماء) ایک ایسی چیز ہے کہ اس کو انسانوں کی عقل پا نہیں سکتی اور کوئی بیان اس کی حقیقت تک پہنچ نہیں سکتا۔ اور نہ اُس کے نیچے ہوا تھی اور نہ اس کے اوپر۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی اور اس فرمان سے اس کے لئے کسی مکان کے واہمہ کو دور کرنا ہے کیونکہ عام طور پر جو بادل معروف ہے اس کا بغیر جگہ کے پایا جانا محال ہے۔ محدث ازہری نے فرمایا: ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں مگر اس کی کیفیت کے قائل نہیں ہیں (لمعات)

صاحب مرقات نے کہا **کان فی عماء** سے مراد اس کی ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

پیدا کیا، (ترمذی) امام ترمذی نے کہا کہ یزید بن ہارون نے فرمایا: عماء سے مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی۔

349/7125 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ ذات اس کے صفات کے مظاہر کا ظہور ہونے سے پہلے غیب الغیوب میں تھی۔ جیسا کہ اس نے اپنے اس قول سے بیان فرمایا ہے کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف (میں کنز مخفی تھا میں نے چاہا کہ میری معرفت ہوجائے تو میں نے مخلوق کو پیدکیا) اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے:وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ' (الذاریات:56) میں نے جن اور انسان کو پیدا نہیں کیا مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں یعنی معرفت حاصل کریں۔اور حبر الامۃ (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی تفسیر لیعرفون اس پر دلالت کرتی ہے یعنی وہ میری معرفت حاصل کریں۔شیخ علاء الدولہ نے اپنی کتاب ''العروۃ'' میں ذکر کیا کہ سب سے پہلے اس نے اپنے قول کنت کنزا مخفیا سے تجلی ذات کا ذکر کیا پھر اپنے قول فاحببت ان اعرف سے اپنی صفت احدیت کی تجلی پھر تیسرے نمبر پر اپنے قول فخلقت الخلق سے صفت واحدیت کا بیان فرمایا۔

علامہ کاشی کی کتاب اصطلاحات صوفیہ میں ہے۔ ہمارے پاس ''عماء'' سے مراد ذات احدیت ہے، کیونکہ اس کو سوائے اس کے کوئی نہیں جان سکتا وہ پردۂ جلال میں ہے۔

حضرت عارف جامی نے اس حدیث شریف کی شرح کی ہے تم اس کی تحقیق چاہتے ہو تو وہ کتاب پڑھو۔ ہر جماعت اپنا مشرب جانتی ہے اور ہر طبقہ اپنے مذہب پر چلتا ہے اس کو یادرکھو۔

علامہ ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ علماء میں سے کوئی بھی عماء کی کیفیت نہیں جان سکتا اور ماتحته هواء وما فوقه هواء (نہ اسکے نیچے ہوا تھی اور نہ اسکے اوپر ہوا تھی) میں دونوں جگہ ما نافیہ ہے اور اس میں سابقہ مضمون کان الله ولم يكن معه شيء ۔اللہ تھا اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی کی طرف اشارہ ہے، اس نہ ہونے سے مراد جسم سے پاک ومنزہ ہونا ہے یہ سامع کے تقریب فہم کے لئے ہے۔ یزید بن ہارون جن کا قول مذکور ہے اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں جو امام ترمذی کے اساتذۂ مشائخ میں سے ہیں۔

ایک فرمان لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے 1 اور یہ اس کے پاس عرش کے اوپر لکھا ہوا ہے۔ (متفق علیہ)۔

350/7126 ﴿ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: وہ بطحاء میں ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تشریف فرما تھے کہ ایک بادل گزرا اور لوگوں نے اسکو دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کا کیا نام رکھتے ہیں تو انہوں نے عرض کیا یہ سحاب (ابر) ہے آپ نے فرمایا اور مزن تو عرض کئے مزن بھی پھر آپ نے فرمایا عنان تو عرض کئے عنان بھی، آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو آسمان اور زمین کے درمیان کتنی مسافت ہے؟ تو عرض کئے ہم نہیں جانتے آپ نے فرمایا: ان دونوں کے درمیان 2 کی مسافت 71 یا 72 یا 73 سال کی مسافت ہے اور اس کے اوپر کا آسمان بھی اسی طرح ہے یہاں تک کہ آپ نے ساتوں آسمانوں کو شمار فرمایا: پھر ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے اس کے نیچے سے اوپر تک کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان

---

1 ﴿ قوله ان رحمتي الخ. (بے شک میری رحمت) اِن کا ہمزہ زیر کے ساتھ ہو تو یہ بطور حکایت ہے اور زبر کے ساتھ ہو تو کتاباً سے بدل ہے۔ رحمت کے غالب ہونے اور سابق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق کے لئے اللہ کی رحمت کا حصہ ان کے حق میں غضب کے حصہ سے زیادہ ہے اور رحمت ان کو بغیر استحقاق بھی حاصل ہے، غضب صرف استحقاق کی صورت میں ہوتا ہے، دیکھو اللہ کی رحمت انسان کے شامل حال ہے جب وہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے دودھ پیتا ہے اور جب وہ دودھ چھوڑتا ہے اس کے بغیر کہ اس زمانہ میں اس سے کوئی اطاعت وفرمانبرداری ہوتی ہی نہیں جس کی وجہ سے وہ رحمت کا مستحق ہو سکے۔ اور غضب خداوندی تو صرف اس وقت لاحق ہوتا ہے جب اس سے خلاف ورزیاں صادر ہوتی ہیں۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قوله اما واحدة واما اثنتان واما ثلاث وسبعون سنة ۔ (۷۱ یا ۷۲ یا ۷۳ سال) علامہ طیبی فرماتے ہیں: حدیث شریف میں ستر (۷۰) سے کثرت مراد ہے حد بندی مراد نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں آیا ہے آسمان وزمین کے درمیان اور آسمان وآسمان کے درمیان (۵۰۰) پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ یہاں حدیث شریف میں کثرت یعنی بہت زیادہ مراد ہے اور ایسے مقام کا تقاضہ بھی کثرت ہی ہوتا ہے۔

کے درمیان ہے، پھر اس کے اوپر آٹھ بکرے ہیں ان کے کھروں اور سرینوں کے درمیان فاصلہ اتنا ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے پھر ان کی پشت پر عرش ہے اور اس کے نیچے اور اوپر کے درمیان فاصلہ اتنا ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے پھر اللہ اس کے اوپر ہے (اس کی فرمانروائی عظمت و بلند عرش اعظم سے بھی اوپر ہے) 1۔ (ترمذی ابوداؤد)۔

351/7127 ﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ بیٹھے ہوئے تھے اس دوران کہ اچانک ان پر ایک بادل آیا 2 تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

1 ﴿ **ثم اللّٰہ فوق ذلک** . (پھر اللہ اس کے اوپر ہے) علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ان کو سفلیات سے علویات کی طرف مشغول کرنا ہے تاکہ آسمانوں کی حکومت اور عرش اعظم میں غور و فکر کریں پھر یہاں سے وہ ترقی کریں اپنے خالق و رزاق کی معرفت کی طرف اور بتوں کی عبادت سے نفرت کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں جو ہر چیز کا مالک اور ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے، آپ نے اولاً بادل سے غور و فکر میں ترقی کرنے کی طرف متوجہ فرمایا: پھر بادل سے اوپر آسمانوں اور اس سے اوپر سمندر اور اس سے اوپر ''اوعال'' جو حاملین عرش ہیں، پھر عرش اس میں غور و فکر کی دعوت دے کر مالک عرش تک پہنچایا، یہاں اللہ کا اس کے اوپر ہونے سے اللہ کی عظمت مراد ہے، یعنی عظمت کی فوقیت مراد ہے مکانی فوقیت مراد نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ اعلیٰ شان اور عظیم برہان والا ہے، ایک شارح نے اس کی توجیہ کرتے ہوئے کہا: اس کی فرمانروائی، عظمت اور بلندی عرش اعظم سے بھی اوپر ہے۔ (مرقات)۔

2 **قولہ اذاتی** . (یعنی بادل گزرا) اور **قولہ الی قوم لایشکرونہ ای بل یکفرونہ** (ایسی قوم کی طرف اس کو بھیجتا ہے جو اس کا شکر ادا نہیں کرتی بلکہ اس کا انکار کرتی اور کفر کرتی ہے) کیونکہ وہ بارش ہونے کی نسبت ستاروں کے ملنے، ان کے الگ ہونے، ان کے ڈوبنے اور نکلنے کی طرف کرتے ہیں اور کہتے ہیں **مطرنا بنوء کذا** فلاں نچھتر یا کارتی کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی۔ **ولایدعونہ** یعنی وہ اللہ کا ذکر نہیں کرتے اس سے دعائیں بھی نہیں کرتے اور اس کی عبادت بھی نہیں کرتے بلکہ وہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے باوجود اللہ اپنے عام کرم کی وجہ سے دیگر تمام مخلوقات کی طرح ان کو بھی رزق دیتا اور عافیت عطاء کرتا ہے **قولہ الرفیع**. رقیع آسمان دنیا کا نام ہے۔ **قولہ موج مکفوف** یعنی وہ موج گرنے سے روک دی گئی ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین پر گرنے سے اس کو محفوظ کر دیا ہے وہ بغیر کسی سہارے کے موج مکفوف کی طرح لٹکا ہوا اور معلق ہے۔ (مرقات)۔

نے فرمایا: تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ وہ عرض کئے اللہ اور اس کے رسول ہی خوب جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا: یہ عنان (بادل) ہے یہ زمین کو سیراب کرنے والے ہیں اللہ اس کو ایسی قوم کی طرف لے جارہا ہے جو نہ اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور نہ اس سے دعا کرتے ہیں پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو تمہارے اوپر کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی خوب جانتے ہیں آپ نے فرمایا: وہ رقیع ہے یعنی آسمان ہے محفوظ چھت ہے اور ایک روکی ہوئی موج ہے پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو تمہارے درمیان اور اس کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ وہ عرض کئے اللہ اور اس کے رسول ہی خوب جانتے ہیں آپ نے فرمایا: تمہارے اور اس کے درمیان پانچ سو (500) سال کا فاصلہ ہے پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ وہ عرض کئے اللہ اور اس کے رسول ہی خوب جانتے ہیں آپ نے فرمایا: دو آسمانوں کے درمیان کا فاصلہ پانچ سو سال کا ہے، پھر آپ نے اسی طرح فرمایا یہاں تک کہ آپ ساتوں آسمان گنائے کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان اسی قدر فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان کا فاصلہ ہے پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ تو وہ عرض کئے: اللہ اور اس کے رسول ہی خوب جانتے ہیں آپ نے فرمایا اس کے اوپر عرش ہے اور اس کے درمیان اور آسمان کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان ہے پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو تمہارے نیچے کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا وہ زمین ہے پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو اس کے نیچے کیا ہے انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں آپ نے فرمایا: اس کے نیچے ایک دوسری زمین ہے ان دونوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے یہاں تک کہ آپ نے سات زمین گنائے ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر تم

ایک رسی سب سے نچلی زمین کی طرف چھوڑ و تو وہ اللہ (کے علم) پر ہی گرے گی 1 پھر آپ نے قراءت فرمائی: ’’ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ‘‘۔(57۔سورۃ الحدید، آیت نمبر:3) وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔(احمد، ترمذی)۔

اور امام ترمذی نے فرمایا: 2 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آیت کو تلاوت فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ **لهبط على الله** (وہ اللہ کے علم پر ہی گرے گی) سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے علم، اسکی قدرت اور اسکی سلطنت پر گرے گی، اللہ کا علم، اسکی قدرت اور اسکی سلطنت ہر جگہ ہے اور جیسا اس نے اپنی کتاب میں اپنی صفت بیان فرمائی ہے عرش پر ہے۔

352/7128 ﴿ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

1 **قوله لهبط على الله** . (یعنی اللہ کے علم وقدرت پر گرے گی) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اسی طرح وضاحت کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم وقدرت سے تمام سفلیات (نیچے کے عوالم) کو ایسا ہی احاطہ کیا ہوا ہے جیسا وہ ملکوت کے علویات (عوالم بالا) کا احاطہ کیا ہوا ہے، آپ کا یہ فرمان اس لئے ہے کہ کسی کم فہم کو یہ خلجان اور خیال نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وعلم صرف عالم بالا پر ہی ہے عالم اسفل پر نہیں ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے حضرت یونس علیہ الصلوۃ والسلام کی معراج مچھلی کے پیٹ میں ہوئی، جیسا کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج آسمانوں کے اوپر ہوئی، ہر جگہ اللہ ہی کا کرم ہے ظاہری تقرب الٰہی ہر ایک کو برابر حاصل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں سے اپنے قرب کے بارے میں اس ارشاد میں بتایا ہے ’’وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ‘‘ (55ق، آیت:16)، ہم ان کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں، البتہ قرب معنوی عطائی شرافت وکرامت کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے، قرب فرائض اور قرب نوافل وغیرہ اسی میں داخل ہیں یہ اپنی جگہ ثابت شدہ چیز ہے۔(مرقات)۔

2 ﴿ **قوله وقال الترمذی الخ** . (امام ترمذی کے اس قول میں اس بات کا بیان ہے **هبط علی الله** کی یہ مذکورہ تاویل ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ’’عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى‘‘ (25 سورۃ طٰہٰ، آیت:5) کے علم کو اللہ تعالیٰ کے تفویض کرنا اور تاویل سے رک جانا ضروری ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ بعض خلاف ظاہر باتوں کو تاویل کی ضرورت ہے اور ان میں سے بعض میں غور وخوض کرنا بھی جائز نہیں ہے۔(مرقات)۔

روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے فرشتوں میں سے جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں مجھے ان میں سے ایک فرشتے سے متعلق بیان کرنے کی اجازت دی گئی ہے، اس کے دونوں کانوں کی دولولیوں سے اس کے دونوں کندھوں کے درمیان کا فاصلہ سات سو سال کا ہے۔(ابوداؤد)۔

353/7129 ﴿حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی نے آ کر عرض کیا: جانیں مشقت میں پڑ گئیں، بال بچے بھوکے ہوگئے، مال ودولت برباد ہوگئے اور جانور ہلاک ہوگئے آپ ہمارے لئے اللہ سے بارش طلب فرمائیں اور ہم آپ کو اللہ کے پاس شفیع بناتے ہیں، اور اللہ کو آپ کے پاس شفیع بناتے ہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ سبحان اللہ آپ مسلسل سبحان اللہ فرماتے رہے یہاں تک کہ یہ چیز آپ کے صحابہ کے چہروں میں پہچانی گئی، پھر آپ نے فرمایا: افسوس تجھ پر، اللہ کو کسی کے پاس شفیع نہیں بنایا جاسکتا۔ اللہ کی شان بڑی ہے، افسوس تجھ پر، کیا تو جانتا ہے اللہ کی شان کیا ہے؟ اس کا عرش اس کے آسمانوں کے اوپر اس طرح ہے [1] اور آپ نے اپنی انگشتہائے مبارک سے اس پر گنبد کی طرح اشارہ فرمایا اور یقیناً وہ کجاوہ کے سوار کی وجہ سے چر چرانے کی طرح چر چرا رہا ہے۔(ابوداؤد)۔

354/7130 ﴿امام ترمذی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے عافیت عطا فرمائے، آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں دعا کر دیتا ہوں اور اگر چاہو تو تم صبر کرلو یہ تمہارے لئے بہتر ہے، انہوں نے عرض کیا آپ دعا فرمائیں تو وہ کہتے ہیں کہ

---

[1] ﴿**قولہ لھکذا** میں لام ابتدائیہ ہے لام کے زبر کے ساتھ جو 'انّ' کی خبر پر حکم کی تاکید کیلئے داخل ہوا ہے، **قولہ وقال باصابعہ** کے معنی: اپنی انگشتہائے مبارک سے اشارہ فرمایا، آپ کا یہ عمل مبارک آپ کے فرمان **مثل القبۃ** کا بیان (مرقات)۔

آپ نے ان کو حکم دیا کہ وضو کریں اور اچھی طرح وضوء کر کے یہ دعا کریں: " اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیۡکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحۡمَةِ اِنِّیۡ تَوَجَّهۡتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیۡ فِیۡ حَاجَتِیۡ هٰذِهٖ لِتُقۡضٰی لِیۡ، اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعۡهُ فِیَّ". اے اللہ 1 میں تجھ سے متوجہ ہوتا ہوں اور تیرے حضور میں تیرے نبی حضرت محمد (ﷺ) نبی رحمت کے وسیلے سے مانگتا ہوں، یارسول اللہ! میں آپکے وسیلے سے میرے رب کے حضور میری اس ضرورت کے لئے حاضر ہوں تا کہ میری یہ ضرورت پوری ہو، اے اللہ حضور کی شفاعت کو تو میرے حق میں قبول فرما۔ (**هذا حديث حسن صحيح غريب**).

امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام طبرانی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ اور اس کے شروع میں ایک قصہ بیان فرمایا ہے، امام ابن خزیمہ نے اپنی "صحیح" میں اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ اور امام بیہقی نے بھی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

355/7131 ﴾ اور امام نسائی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں (ترجمہ) ایک نابینا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے

---

1 ﴾ **اللهم انی اسئلک و اتوجه الیک بنبیک الخ** ۔ (اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے نبی کے واسطے سے تیری جناب میں متوجہ ہوں) علامہ مناوی نے اس حدیث **اللهم انی اسئلک و اتوجه الیک بنبیک نبی الرحمة** سے متعلق فرمایا ہے کہ اللہ کی جناب میں صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قسم کھائی جاسکتی ہے اور کسی دوسرے کی قسم نہیں کھائی جاسکتی، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے، اور علامہ سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا: رب تعالیٰ کی جناب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لینا مستحسن اور بہتر ہے، متقدمین و متاخرین میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا سوائے علامہ ابن تیمیہ کے، انہوں نے ایک ایسی بدعت (نئی بات) نکالی جس کو ان سے پہلے علماء میں سے کسی نے نہیں کہا۔ اور علامہ ابن امیر حاج نے اس کے حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہونے کے دعوی پر بحث کی اور منیہ کی شرح کی تیرھویں فصل میں اس پر طویل گفتگو کی ہے تم اس کو دیکھو۔ (ردالمحتار)۔

دعا فرمائیں کہ وہ میرے لئے میری بینائی عطا کردے، آپ نے فرمایا: کیا میں تمہارے حق میں دعا کروں؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بینائی کا جانا میرے لئے گراں ہوگیا ہے، آپ نے فرمایا تو تم جاؤ اور وضو کرو پھر دو رکعت نماز ادا کرو، اس کے بعد یہ دعا کرو!

" اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ اِلٰی رَبِّیْ بِکَ اَنْ تَکْشِفَ لِیْ عَنْ بَصَرِیْ ، اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ وَشَفِّعْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ". " اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں، اور تیری جناب میں تیرے نبی حضرت محمد نبی رحمت کا وسیلہ لیکر آتا ہوں، اے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں میرے رب کی جناب میں آپ کا وسیلہ لیکر متوجہ ہوتا ہوں کہ آپ میری بینائی عطا کردیں، اے اللہ تُو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سفارش کو میرے حق میں قبول فرما" نابینا صحابی تو اس حالت میں واپس ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی کو لوٹا دیا۔

356/7132 ﴿ حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے فرمایا: کیا تم نے اپنے رب کو دیکھا [1] ہے؟ تو جبریل کانپ گئے اور عرض کئے: آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے اور اس کے درمیان نور کے ستر حجابات ہیں، اگر ان میں سے کسی ایک کے بھی قریب ہوجاؤں تو میں جل جاؤں گا (مصابیح میں اسی طرح ہے) اور ابونعیم نے حُلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے سوائے اس کے کہ انہوں نے **فانتفض جبریل** (جبریل کانپ گئے) کا ذکر نہیں کیا۔ (ابونُعیم)۔

---

[1] **قوله هل رأیت ربک** (کیا تم نے اپنے رب کو دیکھا ہے) اس حدیث شریف میں اس امر کی دلیل ہے کہ رب تعالیٰ کو **دار البقا** (آخرت) میں حقیقت میں دیکھا جاسکتا ہے، کیونکہ اگر یہ محال ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سوال نہ فرماتے، لیکن اختلاف اس امر میں ہے کہ فرشتے رب تعالیٰ کو دیکھتے ہیں یا نہیں، پھر جب رب تعالیٰ کا دیدار کرنا اس کے قرب پر دلالت کرتا ہے تو جبریل امین ہیبت کے مارے کانپ گئے اور (**وقوله ان بینی وبینه سبعین حجابا من نور**) میرے اور اس کے درمیان نور کے ستر پردے ہیں، ایک شارح نے فرمایا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا کمال اور جبریل کا عجز مراد ہے اور حجاب جبریل کی طرف سے ہے۔ (مرقات)۔

357/7133 ﷺ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ 1 نے حضرت اسرافیل کو پیدا فرمایا: وہ اپنی پیدائش کے دن سے اپنے دونوں قدموں کو جمائے کھڑے ہیں اور وہ اپنی نگاہ نہیں اٹھاتے، ان کے اور رب تعالیٰ کے درمیان ستر نور ہیں اور وہ ان میں سے کسی بھی نور کے قریب جائیں گے تو ضرور جل جائیں گے۔(امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے)۔

358/7134 ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا کیا 2 اور اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا، اور درخت پیر کے دن پیدا کئے اور ناپسند چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا اور نور کو چہارشنبہ کے دن پیدا کیا، اور اس میں جانوروں کو جمعرات کے دن پھیلا دیا، اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد ساری مخلوق کے آخر میں دن کی آخری گھڑی عصر سے رات تک کے درمیان 3 پیدا کیا۔(مسلم)۔

---

1 ﷺ قولہ ان اللّٰہ خلق اسرافیل منذ یوم خلقہ صافا قدمیہ (اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو پیدا کیا وہ اپنی پیدائش کے دن سے ہی اپنے دونوں قدموں کو جمائے ہوئے کھڑے ہیں) مطلب یہ ہے اسرافیل علیہ السلام اپنی پیدائش کے روز اول سے اپنے دونوں قدموں کو جمائے کھڑے ہیں، اپنی نگاہ اوپر یعنی آسمان کی طرف ادب کے مارے نہیں اٹھاتے یا خوف کے مارے اپنی نظر لوح محفوظ سے نہیں ہٹاتے، اور سبعون نورا سے انوار حجاب مراد ہیں۔(مرقات)۔

2 ﷺ قولہ خلق اللہ التربۃ یوم السبت (اللہ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا کیا) ہفتہ کے دن کا آخری وقت مراد ہے جس کو اتوار کی شام کہا جاتا ہے اس کو اسی اتوار کا حکم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے خلاف نہیں ہے ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ، وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴾ (اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو چھ (6) دن میں پیدا کیا اور ہمیں تھکان نہ پہونچی۔(مرقات)۔

3 ﷺ قولہ فیما بین العصر الی اللیل (عصر سے رات تک کے درمیان) جمعہ کے دن کی یہ گھڑی اکثر ائمہ کے پاس دعا کی قبولیت کی گھڑی ہے۔(مرقات) اور صاحب درمختار نے کہا کہ قبولیت دعا کی گھڑی عصر کا وقت ہے اور فقہاء کرام کا یہی مذہب ہے۔(فتاویٰ تاتارخانیہ)۔

359/7135﴿حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتی ہیں آپ نے فرمایا: فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور جنات 1 آگ کے شعلے سے پیدا کئے گئے ہیں، اور آدم علیہ السلام (مٹی) سے پیدا کئے گئے ہیں، جو تم سے (قرآن مجید میں) بیان کیا گیا ہے۔ (مسلم)۔

360/7136﴿حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم علیہ السلام کی لمبائی ساٹھ (60) ہاتھ اور چوڑائی سات (7) ہاتھ ہے۔ (احمد)۔

361/7137﴿حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو پیدا کیا تو فرشتوں نے کہا: اے پروردگار! آپ نے ان کو پیدا کیا یہ تو کھاتے ہیں پیتے ہیں، اور شادی بیاہ کرتے اور سواری کرتے ہیں آپ ان کیلئے دنیا کر دیجئے اور ہمارے لئے آخرت کر دیجئے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس کو میں

1﴿ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ (جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا) حکیم ترمذی نے اور ابن ابی الدنیا نے کتاب ''مکائد الشیطان'' میں اور امام الشیخ نے العظمۃ میں اور ابن مردویہ نے، ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اللہ بزرگ و برتر نے تین قسم کے جنات پیدا کئے ہیں (1) ایک قسم سانپ، بچھو اور زمین کے کیڑے مکوڑے ہیں۔ (2) ایک قسم فضاء میں ہوا کی طرح ہے (3) اور ایک قسم وہ ہے کہ ان کا حساب وکتاب اور سزا و جزاء ہے اور اللہ نے انسان بھی تین قسم کے پیدا کئے ہیں، (1) ایک قسم ایسی ہے جیسے جانور اور چوپائے (2) اور ایک قسم وہ ہے کہ ان کے جسم انسانوں کے جسم ہیں اور ان کی روحیں شیطانوں کی ہیں (3) اور ایک قسم اللہ کے سایہ قرب میں رہنے والی ہے جس دن اللہ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ آپ کے فرمان ایک قسم وہ ہے کہ ان کا حساب اور سزا ہے، میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی طرف اشارہ ہے کہ جنات کے ثواب کے بارے میں توقف ہے. واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب. (مرقات)۔

اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہوں اور اس میں اپنی روح پھونکا ہوں، اس کو ان کے جیسا نہیں کروں گا 1 جن کو میں نے "کن" ہو جا کہا تو وہ ہو گیا۔ (بیہقی: شعب الایمان)۔

1﴾ قولہ لا اَجعَلُ الخ (ان کے جیسا نہ کروں گا) علامہ ابن الملک نے کہا کہ بشر اور فرشتے دونوں بزرگی اور تقرب میں برابر نہیں ہو سکتے بلکہ بشر کی بزرگی اور کرامت زیادہ ہے اور اس کا مرتبہ بھی بلند ہے، انسان کی فرشتوں پر فضیلت سے متعلق اہل سنت منجملہ اور دلائل کے مذکورہ دلیل سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ (مرقات)۔

اور صاحب شرح عقائد نسفیہ نے کہا انسانوں میں جو رسول بھیجے گئے ہیں وہ فرشتوں میں کے فرستادہ فرشتوں سے افضل ہیں اور فرستادہ فرشتے عام انسانوں سے افضل ہیں، اور عام انسان عام فرشتوں سے افضل ہیں اور فرشتوں کے فرستادہ عام انسانوں سے افضل ہیں، یہ تو اجماع ہے اور یہ ایک بدیہی بات ہے، اب رہا انسانوں کے رسولوں کا فرستادہ فرشتوں سے افضل ہونا اور عام انسانوں کا عام فرشتوں سے افضل ہونا اس کے مختلف وجوہ ہیں (1) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم علیہ السلام کو ان کی تعظیم و تکریم کے لئے سجدہ کریں، اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی وجہ سے جس میں شیطان کے قول کی حکایت ہے "اَرَءَ یْتَکَ هٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ"، "اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ، خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ" (آپ بتائیے یہ وہ ہیں جن کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے، اور میں ان سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور انہیں مٹی سے پیدا کیا) اور حکمت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ادنی کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اعلیٰ کو سجدہ کرے نہ کہ اعلیٰ کو ادنیٰ کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا" آدم علیہ السلام کو تمام اسماء سکھائے" اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہر زبان داں سمجھ سکتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر فضیلت اور ان سے علم میں زیادہ ہونا اور مستحق تعظیم و تکریم ہونے کا بیان مقصود ہے۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ﴾ (3۔ آل عمران، آیت: 33) (بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدم (علیہ السلام) اور نوح (علیہ السلام) کو سارے جہاں سے اور ابراہیم (علیہ السلام) کی آل کو اور عمران علیہ السلام کی آل کو سارے جہان سے)۔

اور فرشتے عالمین میں داخل ہیں لیکن اس میں سے عام انسانوں کی فرستادہ فرشتوں پر فضیلت کو اجماع کے ذریعہ خارج کر دیا گیا، ان کے علاوہ ماقبی سب اس میں شامل و داخل ہیں۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

362/7138 ﴿حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: 1 مومن اللہ کے پاس بعض فرشتوں سے بھی افضل ہے۔(ابن ماجہ)۔

363/7139 ﴿حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ جنت میں آدم علیہ السلام کی صورت 2 بنایا جب تک ان کو چھوڑے رکھنا چاہا

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔اور یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ مسئلہ ظنی ہے اس کے لئے دلائل ظنیہ کافی ہوجاتے ہیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ انسان کبھی خواہشات نفس اور غصہ جیسے رکاوٹیں اور موانع ہونے کے باوجود اور کمالات کے حصول سے غافل کرنے والی ضروری حوائج درپیش ہونے کے ساتھ ساتھ فضائل اور علمی وعملی کمالات حاصل کرلیتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان ساری رکاوٹوں اور موانع کے ساتھ عبادت کرتے رہنا اور کمال حاصل کرنا نہایت مشکل اور اخلاص والا کام ہے اور اس وجہ سے انسان افضل قرار پاتا ہے۔

اور معتزلہ، فلاسفہ اور بعض اشاعرہ ان کے بعض دلائل کے ذریعہ فرشتوں کی فضیلت کے قائل ہیں، علماء اہل سنت نے فرشتوں کی فضیلت سے متعلق ان کے دعویٰ پر کئی ایک جوابات دیئے ہیں اس کی تفصیلات شرح عقائد نسفیہ میں موجود ہیں۔(والتفصیل مذکور فی شرح العقائد النسفیة فلیراجع).

1 ﴿المومن. یعنی مومن کامل جیسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ کے پاس بعض ان فرشتوں سے بھی افضل ہیں جو خاص یا عام فرشتوں میں سے منتخب فرشتے ہیں۔

علامہ طیبی نے فرمایا: مومن سے عام مومنین اور بعض فرشتوں سے بھی عام فرشتے مراد ہیں اور امام محی السنہ رحمہ اللہ نے اللہ کے ارشاد ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ﴾ (اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی) کی تفسیر میں فرمایا: مناسب بات یہ ہے کہ عام مومنین عام فرشتوں سے افضل ہیں اور خاص مومنین خاص فرشتوں سے افضل ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ، اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ (یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ہیں وہ مخلوق میں سب سے اچھے ہیں) اس آیت سے اہل سنت استدلال کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں۔(مرقات)۔

2 ﴿قوله لما صور الله آدم فی الجنة (اللہ نے جنت میں آدم کی صورت بنایا اور جب تک ان کو چھوڑے رکھنا چاہا جنت میں چھوڑے رکھا، علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کو بہت مشکل سمجھتا ہوں۔قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام زمین ۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

چھوڑے رکھا، پس شیطان ان کے اطراف چکر لگانے لگا، دیکھتا جاتا کیا چیز ہے 1، جب ان کے اندر خالی دیکھا تو سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی مخلوق پیدا کی جو اپنے پر قابو نہیں رکھے گی۔ (مسلم)۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ کے اجزاء سے پیدا کئے گئے ہیں۔ (قرآن مجید کی آیت: ''وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ'' (اور ہم نے فرمایا اے آدم تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو) سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ جنت میں جس وقت داخل کئے گئے وہ بشر تھے اور حیات تھے۔ ایک شارح نے یہ فرمایا ہے کہ اس روایت میں جو ''فی الجنة'' جنت میں ان کی صورت بنائی گئی کے کلمات ہیں، ہوسکتا ہے کہ یہ کسی روای سے بھول ہوگئی ہو اس کو سننے میں ان سے تسامح ہوا ہو۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: بکثرت احادیث ہیں کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سطح زمین کی مٹی سے پیدا کیا ہے اور اس کو اس قدر خمیر دی گئی کہ وہ گیلی مٹی بن گئی، اس کو اس قدر چھوڑ رکھا گیا کہ وہ صلصال (کھنکھناتی مٹی) بن گئی اور مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان وادی نعمان کے بیچ اس کو ڈال دیا گیا اور یہ عرفات کی وادیوں میں سے ہے، لیکن یہ جنت میں ان کی صورت بنانے والی روایت کے منافی نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کو زمین میں اس کی خمیر تیار کی گئی ہو اس کو زمین میں اس قدر چھوڑا رکھا گیا ہو کہ اس پر کئی اطوار گزرے ہوں وہ انسانی صورت بننے کے قابل ہوگئی ہو، پھر اس کو جنت میں منتقل کیا جا کر اس کی صورت بنائی گئی اور اس میں جان ڈالی گئی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾ اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو، اس میں اس بات پر کوئی دلالت نہیں ہے کہ ان میں جان ڈالنے کے بعد جنت میں داخل کئے گئے کیونکہ اُسکنُ کے حکم سے مراد قرار پانا اور جمے رہنا ہے اور ضروری نہیں کہ قرار پانے کا حکم جنت میں جانے سے پہلے دیا گیا ہو۔

جب کہ بکثرت روایات جو اس امر کی دلیل ہیں کہ حواء علیہا السلام کو جنت میں آدم علیہ السلام سے پیدا کیا گیا اور حواء علیہا السلام کو (جنت میں رہنے کا) حکم ملا ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ آدم علیہ السلام کا مادہ یعنی ان کا بدن عالم سفلی سے ہو اور ان کی وہ صورت جس کی وجہ سے وہ تمام حیوانات سے ممتاز ہیں اور اس کی وجہ سے فرشتوں سے مشابہت رکھتے ہیں، عالم علوی سے ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدم علیہ السلام کے مادہ کی نسبت زمین کی طرف کی کیوں کہ وہ اسی سے بنائے گئے اور آپ کی صورت کی نسبت جنت کی طرف کی؛ کیونکہ وہ صورت جنت میں بنی ہے۔ (مرقات)۔

1 ﴿قوله ينظر ماهو. (دیکھتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے) یہ بیان یا حال ہے یعنی اس کے انجام کے بارے میں غور کرتا ہے کہ اس سے کیا چیز ظاہر ہوگی۔ فَلَمَّا رَآهُ اَجْوَفَ ۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

364/7140 ﴿ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کونسے پیغمبر پہلے ہیں؟ آپ نے فرمایا: آدم علیہ السلام، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ وہ نبی تھے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں وہ کلام والے نبی ہیں، 1 میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! رسول کتنے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تین سو دس پر کچھ زیادہ ہیں جو بڑی جماعت ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت میں ہے، حضرت ابوذر نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! نبیوں کی پوری تعداد کتنی ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ 2 چوبیس ہزار ہیں، ان میں رسول کی تین سو پندرہ کی بڑی جماعت ہے۔ (احمد)۔

365/7141 ﴿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب وہ اسی (80) سال کے تھے مقام ''قدوم'' میں بسولہ سے اپنی ختنہ کی۔ (بخاری ومسلم)۔

۔۔۔ ماقبی حاشیہ۔۔۔ (جب وہ اسکو اندر سے خالی دیکھا) امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اجوف انسان کی صفت میں اللہ کی صفت صمد کے مقابل ہے۔ علامہ سید نے فرمایا: اللہ کی صفت صمد ہے اس لئے کہ ضرورتوں میں اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور مقاصد میں اسی کا ارادہ کیا جاتا ہے، تو انسان اپنی ضرورتوں کی تکمیل میں دوسرے کا محتاج ہے، اسی طرح پیٹ بھرنے کے لئے کھانے اور پانی کا محتاج ہے، اسی وجہ سے وہ اپنے ظاہر و باطن میں کسی ایک چیز پر قائم نہیں ہے بلکہ اس کا معاملہ الٹ پلٹ ہوتا ہے اور اس کی حالت بدلتی رہتی ہے اور وہ آفات سے دوچار ہوتا رہتا ہے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

1 ﴿ قوله نبی مکلم. یعنی صرف نبی ہی نہیں بلکہ نبی مکلم تھے ان پر صحیفے نازل ہوئے۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قوله مائة الف واربعة وعشرون الفا الخ (ایک لاکھ چوبیس ہزار) اس حدیث شریف میں جو عدد آیا ہے اگرچیکہ صراحت سے ہے لیکن قطعی عدد نہیں، اس لئے کسی عدد میں حصر کئے بغیر اجمالی طور پر تمام انبیاء ورسل علیہم السلام پر ایمان لانا ضروری ہے تاکہ کوئی نبی چھوٹ نہ جائے اور غیر نبی ان میں داخل نہ ہونے پائے۔ (مرقات، اور شرح عقائد نسفیہ)۔

366/7142 ﴿حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کبھی خلاف واقعہ نہیں کہے [1] سوائے تین واقعات کے

---

[1] ﴿قولہ لم یکذب ابراھیم الا ثلاث کذبات (حضرت ابراہیم علیہ السلام خلاف واقعہ نہیں کہے سوائے تین واقعات کے) تین واقعات کو بطور حصر کے ذکر کرنے پر امام مسلم کی اس روایت کی وجہ سے اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کے بارے میں ھذا ربی فرمایا: تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ واقعہ آپ کے بچپن کے زمانہ کا ہے وہ زمانہ میں احکام متعلق نہیں ہوئے یا اس سے مقصود قوم کو ڈانٹنے اور قائل کرانے کے لئے سوال کرنا تھا۔

امام مازری نے فرمایا ہے، انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں، اللہ کے احکام کے پہنچانے میں ان سے چھوٹی بڑی کسی قسم کی کوئی غلط بیانی نہیں ہوتی۔ ان سے اس طرح کی کوئی بات کا صادر ہونا جائز ہوتا تو ان کی باتوں پر سے اعتماد اٹھ جاتا کیونکہ منصب نبوت اس سے بلند اور پاک ہے۔

اب رہا تبلیغ احکام سے جو چیز متعلق نہیں ہے اور وہ صغائر میں سے ہو جیسے امور دنیا میں سے کوئی نہایت چھوٹی و معمولی خلاف واقعہ بات ان سے اس کا وقوع ممکن ہونے اور اس میں بھی ان کے معصوم ہونے میں سلف وخلف کے دو قول مشہور ہیں: قاضی عیاض نے فرمایا: صحیح بات یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے جھوٹ مطلق صادر نہیں ہوتی۔ اب رہی مذکورہ باتیں درحقیقت وہ کذب نہیں ہیں بلکہ سامع کے فہم کے اعتبار سے بظاہر کذب معلوم ہو رہی ہیں، میں کہتا ہوں ہمارے علماء میں سے بعض شارحین نے اسی طرح کی بات کہی ہے دراصل اس کا نام کذب اس لئے رکھا گیا کہ وہ معاریض و کنایات میں سے ہیں، کیونکہ حق کے معاملہ میں بطور کنایہ بات کرنے سے انبیاء علیہم السلام کی شان بالاتر ہے تو یہ بات ان حضرات کے حق میں اس درجہ کی ہے جس طرح دوسروں کے حق میں جھوٹ بات ہے یا اس لئے کہ اس میں جھوٹ کی صورت نظر آ رہی ہے لہٰذا اس کو کذب کا نام دیا گیا۔

اور علامہ اکمل نے کتاب شرح المشارق میں فرمایا: اس میں حقیقی طور پر جھوٹ کا بھی احتمال ہے کیونکہ لم یکذب ابراھیم الا ثلاث کذبات نفی سے استثناء کرنا اثبات ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں عذر کی ضرورت ہوگی، کیونکہ اصلاح کے لئے جب جھوٹ جائز ہے، تو تمہارا کیا خیال ہے جب کہ ظالموں کے ظلم کو دور کرنے کے لئے ضرورت ہو۔ اور علامہ ابن ملک فرماتے ہیں اس میں جھوٹ کا احتمال کیسے ہو سکتا ہے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو میں لمی و قولی قرینہ موجود ہے کہ یہاں ---

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر---

ان میں سے دو تو اللہ کی ذات کے بارے میں تھے 1 کہ میں بیمار ہوں اور آپ کا یہ فرمان بلکہ اس کام کو ان کا یہ بڑا کیا ہے (بڑے بت کی طرف اشارہ ہے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 2

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔اس کے مجازی معنی مراد ہے ظاہری معنی مراد نہیں۔ کیا یہ بات دکھائی نہیں دیتی کہ آپ کے منجملہ کذبات میں سے ایک یہ ہے حضرت سارہ کے لئے آپ نے فرمایا انکِ اختی فی الاسلام (تم میری اسلامی بہن ہو) آپ کے قول میں فی الاسلام کا لفظ قرینہ ہے کہ یہاں نسبی بہن مراد نہیں ہے اور آپ کا یہ ارشاد "بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا" (بلکہ اسکوان کا بڑا کیا ہے) جمادات سے کسی کام کا صادر ہونا محال ہے اور یہ قرینہ ہے اس بات پر کہ اس میں تاویل ہے یا یہاں مجازی معنی مراد ہیں لہٰذا یہ جھوٹ نہیں ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ اس میں ایک قول یہ بھی ہے کہ "بَلْ فَعَلَهٗ" پر وقف ہے اور "كَبِيْرُهُمْ هٰذَا" نیا جملہ ہے (مرقات)۔

اور صاحب درمختار نے فرمایا: اپنے حق کے لئے اور اپنے اوپر سے ظلم کو روکنے کے لئے جھوٹ جائز ہے اس سے مراد تعریض، یعنی (کنایہ وتوریہ) ہے، کیونکہ حقیقی کذب حرام ہے اور فرمایا: یہی بات حق ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ" (اندازہ سے جھوٹ کہنے والے ہلاک ہوگئے) یہ سارا مضمون مجتبیٰ سے ماخوذ ہے)۔

1﴾ اثنتین منهن فی ذات اللّٰه. یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے۔ ایک شارح نے اسکی وضاحت میں کہا کہ اس سے اللہ کے حکم اور اس سے مختص امور کے بارے میں مراد ہے، کیونکہ اس میں خود ابراہیم علیہ السلام کی کوئی حاجت نہیں تھی اس لئے کہ آپ نے اپنی پہلی بات سے ارادہ کیا تھا اس عذر کی بنیاد پر قوم سے پیچھے رہیں اور پھر بتوں کے ساتھ وہ عمل کریں جو آپ نے کیا۔

اور دوسری بات سے آپ کا مقصد ان پر دلیل وحجت قائم کرنا تھا کہ وہ گمراہ ہیں، بیوقوف ہیں اس چیز کی عبادت کررہے ہیں جو ان کو نہ نفع پہنچاسکتی ہے اور نہ ہی نقصان پہنچاسکتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں ذات سے پہلے مضاف محذوف ہوسکتا ہے، فی کلام ذات اللہ یعنی مذکورہ یہ دو کام اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق گفتگو کے بارے میں ہیں اور تیسری بات "وہ میری بہن ہے" حضرت سارہ سے متعلق ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: اور یہ (تیسری بات بھی) اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہے، کیونکہ وہ بات ظالم کافر کو بہت بڑے فحش کام سے روکنے کا سبب ہی تو ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں اور صرف دو کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں خصوصیت سے ذکر کیا گیا اس لئے کہ وہ دو تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کے بارے میں ہیں، تیسرے میں خود آپ کے لئے فائدہ ہے اور آپ کی زوجہ کی حفاظت بھی ہے۔ (مرقات)۔

2﴾ قوله وقال. یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بات سے متعلق فرمایا جو آپ نے فرمایا کہ "یہ میری بہن ہے" اس سے اسلامی بہن مراد ہے۔

کہ وہ اور حضرت سارہ ایک دن جارہے تھے کہ ظالموں میں سے ایک ظالم کے پاس سے گزرہوا، تواس ظالم سے کہا گیا کہ یہاں ایک صاحب ہیں اور ان کے ساتھ ایک خاتون ہے جو تمام انسانوں میں بہت خوبصورت ہے، تو وہ آپ کو بلا بھیجا اور خاتون کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہے آپ نے فرمایا: میری بہن ہے، تو آپ حضرت سارہ کے پاس آئے اوران سے فرمایا: یہ ظالم اگر یہ جان لے گا کہ تم میری بیوی ہو تو وہ تمہارے تعلق سے مجھ پر غلبہ کرے گا، اگر وہ تم سے پوچھے تو اس کو بتانا کہ تم میری بہن ہو، کیونکہ تم میری اسلامی بہن ہو، سطح زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے 1 پس وہ سارہ کو بلا بھیجا اوران کو لایا گیا اور ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، پس جب حضرت سارہ اس کے پاس پہنچیں تو اپنے ہاتھ سے ان کو پکڑنے گیا 2 تو وہ

---

1 قولہ لیس علی وجہ الارض مومن غیری وغیرک. (روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے) اس میں ایک اشکال یہ ہے کہ اس وقت حضرت لوط علیہ السلام ایمان میں ان دونوں کے ساتھ شریک تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاٰمَنَ لَہٗ لُوْط''. (29۔العنکبوت، آیت:26) پس اس پر لوط ایمان لائے تھے۔ اس کے جواب میں علامہ عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ اس سرزمین کی بات ہے جس میں یہ واقعہ پیش آیا اس وقت وہاں لوط علیہ السلام نہیں تھے، پھر اس ظالم کے معاملہ سے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس کے سیاسی قوانین میں یہ تھا کہ وہ ظالم، شوہر والی خواتین کے درپئے ہوتا تھا، کیونکہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ جب وہ شوہر کو اختیار کرتی ہے تو اُسے اپنے آپ کو بادشاہ روکنے کا حق نہیں ہے بلکہ بادشاہ اس کے لئے اس کے شوہر سے زیادہ حقدار ہے۔ اب رہی وہ عورتیں جن کے شوہر نہیں ہیں تو وہ عورتیں جب تک راضی نہ ہوں ان پر اس کا حق نہیں ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے آپ کی مراد یہ ہو کہ اگر اس کو یہ (کہ تم میری بیوی ہو) معلوم ہو جائے تو طلاق دینے کے لئے مجھے مجبور کرے گا یا تم پر حریص ہو کر مجھے قتل کردینے کا ارادہ کرے گا۔ اوراس سے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے، بادشاہ کے دین میں پیغمبروں کے رشتہ دار خواتین سے شادی کرنا یا ان سے کسی قسم کا تمتع کرنا جائز نہیں تھا (اسی لئے آپ نے فرمایا: یہ میری بہن ہے) (مرقات)۔

2 قولہ ذھب یتناولھا بیدہ (ان کو اپنے ہاتھ سے پکڑنے گیا) آپ سے کوئی سوال وجواب کے بغیر ہی یا سوال وجواب کو سننے کے بعد آپ کے نہایت حسن وجمال کی وجہ سے آپ کی جانب میلان کا غلبہ ہونے سے پکڑنے گیا۔ (مرقات)۔

خود پکڑ لیا گیا، اور روایت ہے کہ اس کو دبوچ لیا گیا کہ وہ اپنے پاؤں رگڑنے لگا، تو اس نے کہا: تم میرے لئے اللہ سے دعا کرو، میں تم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا، وہ اللہ سے دعا کیں تو وہ چھوڑ دیا گیا، پھر دوسری مرتبہ ان کو پکڑنے گیا تو پھر اسی طرح بلکہ اس سے بھی سخت پکڑ لیا گیا تو بولا میرے لئے اللہ سے دعا کرو اور میں تم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا، تو وہ اللہ سے دعا کیں تو وہ چھوڑ دیا گیا، پھر وہ اپنے بعض نگران کاروں کو بلایا اور کہا: تو نے میرے پاس کسی انسان کو نہیں لایا، تو میرے پاس ایک شیطان کو لایا ہے اور اس نے ان کی خدمت کے لئے بی بی ہاجرہ کو دیا، پھر بی بی سارہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں، جبکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے، تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کیا ہوا تو وہ بولیں اللہ نے کافر کا مکر اسی کے گلے میں لوٹا دیا، اور بی بی ہاجرہ عطا کیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ تمہاری ماں ہے، اے آسمان کے پانی کے بچو 1۔ (بخاری ومسلم)۔

1۔ ﴿قولہ یا بنی ماء السماء. (اے آسمان کے پانی کے بچو) علامہ قاضی نے فرمایا: ان سے سارا عرب مراد ہے، کیونکہ یہ بارش کے پانی کی تلاش کرتے اور اسی سے زندگی گزارتے تھے اور عرب اگرچیکہ سارے کے سارے سیدہ بی بی ہاجرہ کے بطن سے نہیں تھے لیکن اس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو دوسروں پر غلبہ دیا گیا ہے اور یہ بھی قول ہے کہ ان سے انصار مراد ہیں، کیونکہ وہ عامر بن حارثہ ازدی کی اولاد ہیں جو حسان بن منذر کے دادا ہوتے ہیں اور وہ ماء السماء آسمان کے پانی سے ملقب تھے ان کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی تھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بنی ماء السماء سے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی کی اولاد مراد ہو اور بارش کے پانی کی پاکیزگی کی طرح ان کے نسب کی پاکیزگی اور آباء واجداد کی شرافت وبزرگی کی وجہ سے بنی ماء السماء (آسمان کے پانی کے بچے) کہا گیا ہے۔

علامہ ابن الملک نے فرمایا: ان کو بنی ماء السماء اس لئے بھی کہا گیا ہے وہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کی اولاد سے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے زمزم کو بھیج دیا تھا اور وہ آسمان سے آیا ہوا پانی ہے (واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم)۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر تم کہتے ہو: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ومصدوق نے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دامن سے ان کی براءت کی ہے تو پھر۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

367/7143 ﴿حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (تو پھر) ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کرنے کا 1 حق رکھتے ہیں (جبکہ مجھے کوئی شک نہیں) جس وقت انہوں نے کہا تھا اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو مُردوں

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے حدیث شفاعت میں کیوں فرمایا: انی کذبت ثلاث کذبات (مجھ سے تین خلاف واقعہ باتیں سرزد ہوئیں) اوران کو ذکر کیا خلیل اللہ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا : نفسی نفسی حالانکہ یہ معاریض وتوریہ ہیں مگر بظاہر خلاف واقعہ معلوم ہونے کی وجہ سے ان باتوں کو کذب کا نام دیا گیا، میں کہتا ہوں اگر چیکہ ہمارے پاس باعتبار توریہ یہ کذب نہیں ہیں پھر بھی بظاہر اس میں سیدھی بات سے ہٹی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے اسی لئے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نامناسب امر سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی براءت کا ارداہ فرمایا: حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی وہاں مرتبہ شفاعت پر نظر تھی کہ یہ مرتبہ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اس لئے اپنے معاریض وتوریہ کو کذب سے تعبیر فرمایا۔

1 ﴿ نحن احق بالشک من ابراھیم. علامہ ابن ملک نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی سے مراد یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام سے جو عمل صادر ہوا ہے وہ کسی شک کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ مزید طلب علم کے لئے تھا اور میں اس کا زیادہ حق دار ہوں کیوں کہ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وقل رب زدنی علما آپ کہیے اے میرے رب مجھے علم اور زیادہ عطا فرما، اور اس میں شک کا ذکر بطور مشاکلت ہے، اور امام مزی نے اس کا معنی یہ بتایا ہے کہ اگر آپ کو شک آتا تو مجھے اس کا زیادہ حق ہوتا اور تمہیں معلوم ہے کہ مجھے کوئی شک نہیں ہے تو تم اس بات کا یقین کر کہ وہ بھی ایسے ہی ہیں یعنی ان کو بھی کوئی شک نہیں تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اوپر جو ترجیح دی ہے وہ بطور تواضع ہے یا آپ کا یہ فرمانا اس وقت سے پہلے کا ہے جب کہ آپ سارے بنی آدم سے افضل ہیں، کا علم ابھی نہیں اتارا گیا تھا، اب رہا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا سوال کرنا علم الیقین سے عین الیقین کی طرف ترقی کرنے کے لئے تھا یا اس لئے تھا کہ آپ نے جب مشرکین کے خلاف یہ استدلال فرمایا تھا کہ آپ کا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے تو آپ نے چاہا کہ اس کی کھلی (آنکھوں دیکھی) دلیل مل جائے۔

میں یہ کہتا ہوں کہ صیغہ نحن (جمع متکلم) تعظیم کے لئے نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ عذر پیش کیا جائے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لئے آپ نے بطور تواضع کے فرمایا ہے بلکہ اس کے معنی۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

کوکس طرح زندہ کرتا ہے؟ اور اللہ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے وہ سخت ستون کی طرف پناہ لیتے تھے 1 اور اگر میں قید خانہ میں اتنی دراز مدت تک ٹھیرتا 2 جتنی مدت یوسف علیہ السلام ٹھہرے تھے تو میں بلانے والے کی بات قبول کرلیتا۔ (بخاری ومسلم)۔

۔۔۔ماقبی حاشیہ۔۔۔ یہ ہیں ہم یعنی میں اور میری امت مردوں کوزندہ کرنے کے بارے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی شک نہیں کرتے بلکہ تمام امتوں میں سے ہم خاص طور پر مردوں کوزندہ کرنے پراس کی قدرت کاعقیدہ رکھتے ہیں اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو مرتبۂ توحید اور مقام تفرید میں اکمل الانبیاء ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی سیدھی راہ اور سیدھے طریقے کی اتباع کاحکم فرمایا تو ان کی نسبت شک کرنے کا کیسے تصور کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اگر ان کے لئے جبکہ وہ معصومین اور متبوعین میں سے ہیں شک جائز ہوتا تو ہمارے لئے جب کہ ہم بعد میں آنے والوں میں سے ہیں بدرجہ اولی جائز ہوتا، خلاصہ یہ ہے کہ اس سے مراد زبردست دلیل کے ذریعہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے شک کی نفی کرنا اور یہ بتلانا ہے کہ وہ مقام طمانینت اور مشاہدہ کی کیفیت سے سرفراز ہیں۔ (مرقات)۔

1 ﴾ لقد کان یاوی الی رکن شدید (وہ رکن شدید کی پناہ لیتے تھے) اس سے مراد طاقتور خاندان ہیں، اس کا معنی اللہ بہتر جانتا ہے، یہ ہے کہ آپ بعض ضروری امور میں بشری تقاضے کے مطابق طاقتور خاندان کی مدد طلب کرنے کی طرف مائل تھے اور ہم تو اللہ رب الارباب پر اعتماد اور بھروسہ رکھتے ہوئے اس جیسے مقامات میں ارباب کمال کی اتباع کرنے کے مامور ہیں یعنی اسباب کو اختیار کرنا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا ہے اور اللہ تعالیٰ صحیح بات کو بہتر جاننے والا ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴾ قوله ولو لبثتُ فی السجن الخ. (اگر میں قید میں ٹھہرا رہتا) علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر اور قید خانہ میں اگرچیکہ مدت دراز ہوگئی تھی مگر اس سے نکلنے میں جلدی نہ کرنے کے قابل تعریف ہونے کا بیان ہے انہوں نے فرمایا: پھر اس کے ضمن میں یہ بات بھی بتانا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے پاس اس مقام پر ہیں کہ اس مرتبہ میں کوئی شخص ان کے برابر نہیں ہوتا، اور وہ بشر ہیں، بشریت کے تقاضے کے مطابق جو احوال بشر پر طاری ہوتے ہیں ان پر بھی طاری ہوتے ہیں تو اسے تم ان کے لئے نقص شمار مت کرو اور اس کو برامت سمجھو۔

اور علامہ ابن الملک نے فرمایا: اس میں ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قلت صبر اور بے قراری کی کوئی بات نہیں بلکہ اس میں یوسف علیہ السلام کے صبر کی تعریف اور قید خانہ سے نکلنے میں جلدی نہ کرنے کا ذکر ہے تاکہ آپ پر جو برائی کی تہمت لگائی گئی تھی وہ بادشاہ کے دل سے نکل جائے اور بادشاہ آپ کو شک کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ (مرقات)۔

368/7144 حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس انبیاء علیہم السلام پیش کئے گئے 1 تو موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ 2 وہ حضرات میانہ قد کے ہیں گویا وہ قبیلہ شنوءہ کے مردلوگوں میں سے ہیں، اور عیسیٰ بن مریم کو دیکھا تو وہ ان میں لوگوں میں جن کو میں دیکھا ہوں عروہ بن مسعود کے زیادہ مشابہ ہیں، اور ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو جن حضرات کو میں دیکھا ہوں تو ان سے زیادہ مشابہ تمہارے صاحب ہیں اس سے مراد آپ کی ذات اقدس ہے اور میں جبریل کو دیکھا جنہیں میں دیکھا ہوں ان میں ان سے زیادہ مشابہ دحیہ بن خلیفہ ہیں۔ (مسلم)۔

369/7145 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس رات مجھے معراج کا سفر کرایا گیا موسیٰ علیہ السلام سے میں ملاقات کیا وہ قد آور 3

---

1 قولہ عرض علیَّ الانبیاء (میرے پاس انبیاء علیہم السلام پیش کئے گئے) یہ واقعہ معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں ہوا یا جیسا کہ اس کے بعد والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے آسمانوں پر ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح دنیا میں جس شکل میں تھیں اسی شکل وصورت میں وہاں پیش ہوئے ہیں ہمارے علماء میں سے شارحین نے اسی طرح بیان کیا ہے، اور علامہ ابن ملک نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے اور واضح بات ہے، علامہ قاضی نے فرمایا: ہوسکتا ہے ان کی ارواح کی یہ صورتیں بنائی گئی ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی صورتیں اسی طرح ہوں یا یہ ان کے جسم کی صورتیں آپ کے لئے خواب میں یا بیداری میں ظاہر کی گئی ہوں۔ (مرقات)

2 قولہ ضرب من الرجال یعنی کم گوشت اور ہلکے بدن کے تھے۔ (مرقات)۔

3 قولہ رجل مضطرب (سیدھے دراز قد چھریرے بدن) علامہ قاضی اور دیگر شارحین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سیدھے دراز قد کے تھے اور چھریرے جسم اقدس کے تھے۔ کیونکہ حاد کا معنی لچکدار اور حرکت کرنے والا ہے گویا اس میں جنبش ہے اور جو نیزہ طویل، سیدھا ہوتا ہے اسکو رمح مضطرب کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرز جاتے تھے اور یہ انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کی صفت ہوتی ہے جیسا کہ روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو آپ کے قلب میں دیگچی کے کھولنے کی آواز ہوتی تھی۔ (مرقات)۔

چھلے دار بال والے تھے گویا وہ قبیلہ شنوءہ کے مرد حضرات میں سے ہیں، اور میں عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کیا، وہ میانہ قد اور سرخ رنگ تھے گویا حمام سے نکلے ہیں اور میں ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا ان کی اولاد میں سے میں ان کے سب سے زیادہ مشابہ ہوں، آپ نے فرمایا: میرے پاس 1 دو برتن لائے گئے ان میں سے ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی اور مجھ سے کہا گیا ان میں سے آپ جو چاہتے ہیں لے لیں، تو میں دودھ کو لے لیا 2 اور اس کو پی لیا، تو مجھ سے کہا گیا آپ کو فطرت کی ہدایت دی گئی اور اگر آپ شراب کو لیتے 3 تو آپ کی امت گمراہ ہوجاتی۔ (بخاری ومسلم)۔

360/7146 ﴿ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، جس رات مجھے معراج کا سفر کرایا گیا تھا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا گندمی رنگ کے دراز قامت چھلے دار بال تھے گویا وہ قبیلہ شنوءہ کے مرد حضرات میں سے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا میانہ قد اور سرخی وسفیدی مائل، سیدھے بال والے ہیں اور دوزخ کے

1 ﴿ قولہ احدھما لبن (ان میں سے ایک میں دودھ تھا) علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عالم حسی (دنیا) کے کاموں کو عالم قدسی میں صورتیں اور شکلیں عطا ہوتی ہیں تاکہ غیر محسوس اور معنوی امور کا ادراک حاصل ہو، عالم حسی میں بچہ کی سب سے پہلی غذاء اور تربیت دودھ سے ہوتی ہے تو فطرت کو جس سے روحانی قوت کامل ہوتی اور انسانی خصوصیات ابھرتی ہیں اس کو دودھ کی شکل میں دکھایا گیا۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قولہ فاخذت اللبن فشربته (میں دودھ لیا اور اس کو پیا) جب پینے کا حکم دیا گیا تو اس سے پینے کا جواز خود بخود معلوم ہوتا ہے، کیونکہ حکم کا مقصود یہی ہوتا ہے اور آپ پر ان دونوں چیزوں کو پیش کرنا اور اختیار دینا فرشتوں کو آپ کی فضیلت بتانے کے لئے تھا کہ آپ نے امت کے لئے بہترین چیز کو اختیار کیا ہے۔ (مرقات)۔

3 ﴿ قولہ لواخذت الخمر غوت امتک (اگر آپ شراب کو لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہوجاتی) اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ نبی، عالم، بادشاہ جو کہ مقتدا ہیں ان کا ہدایت پر رہنا اِن کے پیروکاروں کی استقامت کا سبب ہے، کیونکہ یہ حضرات اس درجہ میں ہیں جس طرح دیگر اعضاء کے لئے دل ہے۔ (مرقات)۔

داروغہ مالک کو دیکھا اور دجال 1 کو دیکھا، ان نشانیوں میں جو اللہ نے آپ کو دکھائیں، تم اس کی ملاقات سے شک میں مت ہونا 2۔ (بخاری ومسلم)۔

361/7147 ﴿حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان چلے اور ایک وادی کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: یہ کونسی وادی ہے تو صحابہ نے عرض کیا وادی ازرق ہے تو آپ نے فرمایا: گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں اور آپ نے ان کے رنگ اور بالوں کا کچھ ذکر کر کے فرمایا: اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں رکھے ہوئے ہیں، اور اللہ کی جناب میں اس وادی سے گزرتے

---

1 ﴿قولہ الدجال فی آیات اراھن اللّٰہ ایاہ. (اللہ نے جونشانیاں دکھائیں ان میں دجال کو بھی دیکھا) یعنی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نشانیوں کے ساتھ جو اللہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائیں دجال کو بھی دیکھا اور ان کو بھی جو آپ نے بیان کیا۔

اور حدیث شریف میں یہ قول فی آیات اراھن اللہ ایاہ (ان نشانیوں میں جو اللہ نے آپ کو بتائیں) راوی کا قول ہے راوی نے سامعین کے استبعاد کو دور کرنے کے لئے ان کے دلوں میں کھٹکنے والے خیال کو نکالنے کے لئے اپنی اس عبارت کو داخل کیا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جو ارشاد فرمایا: ﴿لقد رأى من آیات ربہ الکبری﴾ ۔ سے مراد یہی نشانیاں ہیں، کیونکہ اگر یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوتا تو اراھن اللّٰہ ایای (مجھے جونشانیاں اللہ نے دکھائیں) ارشاد ہوتا۔ بعض شارحین نے ایسا ہی ذکر کیا ہے ظاہر ہے کہ ضمیر کا مرجع دجال ہے اور ''آیات'' سے وہ خرق عادت امور مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے دجال کے حق میں بطور استدراج اور بندوں کے حق میں امتحان و آزمائش کے لئے رکھے ہیں۔ واللہ اعلم۔ (مرقات)۔

2 ﴿قولہ: فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ (تم ان سے ملاقات کے بارے میں شک میں نہ ہوں) علامہ مظہر نے فرمایا: فلاتکن کا خطاب عمومیت کے ساتھ قیامت تک آنے والے اس حدیث کے تمام سامعین سے عام ہے اور لقاءٗ میں ضمیر کا مرجع دجال ہے۔ یعنی جب اس کا نکلنا وقت مقررہ پر ہے تو اس کی ملاقات میں شک مت کرو۔ اور دوسرے حضرات نے کہا کہ ضمیر کا مرجع ما ذکر یعنی مذکورہ امور ہیں مطلب یہ ہے کہ قیامت کی جونشانیاں دکھائی گئی ہیں ان میں شک مت کرو۔ (مرقات)۔

ہوئے بلند آواز میں لبیک پڑھ رہے ہیں آپ نے فرمایا: پھر ہم چلے یہاں تک کہ ایک گھاٹی پر پہنچے، تو آپ نے فرمایا: یہ کونسی گھاٹی ہے؟ تو صحابہ نے کہا یہ ہرشیٰ یالفت گھاٹی ہے تو آپ نے فرمایا: گویا میں یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں سرخ اونٹنی پر سوار ہیں ان پر اونی جبہ ہے 1 ان کی اونٹنی کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے 2 اس وادی سے گزرتے ہوئے لبیک پڑھ رہے ہیں۔ (مسلم)۔

362/7148 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ایک مسلمان اور ایک یہودی دونوں نے آپس میں ایک دوسرے کو سخت سست کہا، مسلمان صاحب نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہانوں پر منتخب فرمایا: تو یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سارے جہانوں پر منتخب فرمایا: تو مسلمان نے اس وقت ہاتھ اٹھا کر یہودی کے منہ پر طمانچہ لگا دیا تو یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

1 قولہ علیہ جبّة صوف (ان پر اونی جبہ ہے) یہ تواضع اور زہد کی بناء پر تھا اور یہی صوفیہ کرام اور ان کی راہ پر چلنے والے علماء کرام جیسے علامہ کسائی وغیرہ کا ماخذ ہے، اور ہوسکتا ہے اس وقت آپ اس کو عام طریقہ سے ہٹ کر پہنے ہوں یا ان کی شریعت میں محرم کے لئے جبہ اور اس جیسا لباس پہننا مطلقاً جائز ہوگا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) (مرقات)۔

2 قولہ مارا بھذا الوادی ملبیا. (اس میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حج شعائر اللہ میں سے ہے اور انبیاء علیہم السلام کا شعار ہے خواہ وہ حیات ظاہری میں ہوں یا بعد وصال کی زندگی میں اور اس میں حج کے مقصد کی اور اس کے متعلقات جیسے تلبیہ کی رغبت دلانا ہے جو توحید پر دلالت کرتے ہیں۔ اور احرام کی حالت کا شوق دلانا ہے جس میں تجرید و تفرید کا اعلان ہے۔ (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر کہا جائے وہ کیسے حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں جب کہ وہ دنیوی مدت گزار چکے ہیں اور آخرت دار العمل نہیں ہے، اس کے چند جوابات ہیں، ایک یہ کہ وہ شہداء کی طرح ہیں بلکہ شہداء سے افضل ہیں اور شہداء کرام اپنے رب کے پاس زندہ ہیں تو یہ بات بعید نہیں کہ حج کریں نماز ادا کریں اور اپنی استطاعت کے مطابق اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں، کیونکہ وہ اگرچہ اپنی دنیوی مدت پوری کر چکے ہیں تاہم اسی دنیا میں ہیں جو دار العمل ہے یہاں تک جب اس کی مدت ختم ہوگی اور اس کے پیچھے آخرت آئے گی جو دار الجزاء ہے تو عمل منقطع ہوجائے گا۔

کی خدمت میں گیا اس کا اور مسلمان کا جو کچھ معاملہ ہوا تھا آپ سے ذکر کیا تو آپ نے مسلمان کو بلایا اور اس کے متعلق ان سے دریافت فرمایا: تو اس نے آپ کی خدمت میں سارا واقعہ کہہ سنایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم موسیٰ علیہ السلام کی تنقیص کے بطور میری بزرگی کا ذکر مت کرو 1 کیونکہ قیامت کے دن سب لوگ بیہوش ہوں گے اور میں بھی ان کے ساتھ بیہوش ہوں گا اور میں سب سے پہلے اٹھوں گا، تو یک بہ یک میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا کنارہ پکڑے ہوئے ہوں گے۔ تو میں نہیں جانتا 2 کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو بیہوش ہوئے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے، یا ان حضرات میں سے ہیں جن کو اللہ نے (بے ہوشی سے) مستثنیٰ فرمایا۔

---

1 ﴾ قولہ لا تخیرونی. (دوسروں کی تنقیص کے بطور میری بزرگی کا ذکر مت کرو) آپ نے یہ بطور تواضع فرمایا یا یہ منع اس شخص کے لئے ہے جو اپنی رائے سے بولتا ہے، جو شخص دلیل سے بولتا ہے اس کے لئے منع نہیں ہے یا اس شخص کے لئے منع ہے جو اس طرح بیان کرتا ہے جس سے مفضول کی تنقیص ہوتی ہے یا اس کی وجہ سے کسی قسم کا جھگڑا یا تنازع پیدا ہوتا ہے یا اس منع سے مراد یہ ہے کہ میرے تمام فضائل اس طرح مت بیان کرو کہ مفضول کے لئے کوئی فضیلت باقی نہ رہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ فضیلت کو بیان کرنے سے جو منع کیا گیا ہے وہ نفس نبوت کے بارے میں ہے یعنی نبوت پر ایمان لائے جانے کے اعتبار سے سب برابر ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍمِّنْ رُّسُلِہٖ'' (البقرۃ، آیت:285) ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ یہ منع انبیاء علیہم السلام کی شخصیات اور ان کی رسالت کی عمومی شان سے متعلق نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ'' (البقرۃ، آیت:253) (ان رسولوں کو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے) اور علامہ حلیمی نے کہا ہے کہ جن احادیث شریفہ میں تخییر یعنی دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت بیان کرنے کی ممانعت آئی ہے وہ صرف اہل کتاب سے بحث کرتے وقت ہے کیونکہ جب دو دین والوں کے درمیان بحث کا موضوع بنے گا تو کوئی ایک دوسرے پر عیب لگانے سے محفوظ نہیں رہ سکے گا اور یہ بات کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ (ماخوذ از فتح الباری و کتاب التوشیح)۔

2 ﴾ قولہ فلا ادری کان فیمن صعق فافاق قبلی او کان فیمن استثنی اللّٰہ. (میں نہیں جانتا کہ وہ بیہوش ہونے والوں میں سے ہیں اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا ان حضرات میں سے ہیں جن کو اللہ نے (بے ہوشی سے) مستثنیٰ کیا ہے)۔۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

363/7149﴾ اور ایک روایت میں ہے میں نہیں بتلاتا کہ ان کا طور کی بیہوشی میں حساب لگایا گیا ہے یا مجھ سے پہلے اٹھائے گئے ہیں۔ اور میں نہیں کہتا کہ کوئی یونس بن متی علیہ السلام سے افضل ہے۔

364/7150﴾ اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: انبیاء کرام کے درمیان ترجیح مت دیا کرو۔ (بخاری ومسلم)۔

365/7151﴾ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے درمیان فضیلت مت دو۔

366/7152﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: رسول اللہ

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔صاحب مرقات نے فرمایا: اس حدیث شریف میں بیہوش ہونے کا ذکر ہے۔ وہ دوبارہ اٹھائے جانے سے پہلے خوف کے نفخہ کے وقت کا ذکر ہے اب رہا دوبارہ اٹھائے جانے کے وقت اس میں ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کو تقدم حاصل نہیں، اور اس فضیلت کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت انہیں ان پر مقدم نہیں کرتی جو کوئی ایک فضائل اور بہت سارے مناقب کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت رکھتے ہیں۔

صاحب لمعات نے فرمایا ہے: اس حدیث شریف میں صعقہ بے ہوشی کے صور سے مراد فزع کا صعقہ (ہیبت وجلال کی وجہ سے بے ہوش ہونا) ہے جو دوبارہ اٹھائے جانے سے پہلے ہوگا، جس سے سب بے ہوش ہوجائیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش نہیں ہوں گے، کوہ طور پر وہ جو بے ہوش ہوئے تھے اس کو اس کے حساب میں لگایا جائے گا۔

اور صاحب فتح الباری نے فرمایا: اگر اس سے پہلا صور مراد ہے جس میں سب پر موت آجائے گی اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تردد نہیں فرمایا آپ نے قطعی طور پر فرمایا: موسیٰ علیہ السلام وصال فرماگئے ہیں اس لئے اس سے فزع کا صعقہ مراد ہے، موت کا صعقہ مراد نہیں ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی بندے کو نہیں کہنا چاہئے 1 میں یونس بن متی سے افضل ہوں۔

367/7153 ﴿ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے جو شخص کہے کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں تو اس نے جھوٹ کہا۔

368/7154 ﴿ ان ہی سے (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب ملک الموت حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے پاس آئے اوران سے کہا: آپ اپنے رب کا بلاوا قبول کیجئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پر طمانچہ رسید کر دیا 2 اوران کی آنکھ کو پھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتہ اللہ تعالیٰ کے

---

1 ﴿ قولہ: **وما ینبغی لعبد ان یقول انی خیر من یونس بن متی.** (کسی بندے کو سزاوار نہیں وہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں) دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے خاص طور پر حضرت یونس بن متی کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یونس علیہ السلام کا جو ذکر فرمایا کہ وہ اپنی قوم کے پاس سے چلے گئے اور قوم آپ کی دعوت کو قبول نہیں کی تھی آپ ان سے دل برداشتہ ہو گئے اور تحمل نہیں کئے اور جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا **و لا تکن کصاحب الحوت** آپ مچھلی والے صاحب کی طرح نہ ہو جایئے اور فرمایا: وہ اپنے آپ کو ملامت کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ امت کے وہ لوگ جن کا باطن ضعیف ہے کہیں حضرت یونس علیہ السلام کی تنقیص شان کریں اس لئے آپ نے ان کو بتادیا کہ یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو فضیلت عطاء فرمائی ہے یہ بات ان کے لئے عیب کی نہیں ہے، اوراس کے باوجود بھی یقیناً وہ تمام انبیاء و مرسلین کی طرح شان رکھتے ہیں۔

اس باب میں جس قدر وضاحتیں کی گئی ہیں ان سب میں یہ جامع بیان ہے اس میں تمہارے لئے سب سے اچھی بات کی طرف رہنمائی ہے۔ اور یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد **انا سید ولد آدم ولا فخر** (میں تمام انسانوں کا سردار ہوں اور یہ فخر کی بات نہیں) کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ یہ آپ نے مخلوق پر اپنے فخر اور تعلّی کے لئے نہیں فرمایا: بلکہ تحدیث نعمت اور شکر گزاری کے طور پر فرمایا: اور **انا سید ولد آدم** سے روز قیامت آپ کی شفاعت سے مخلوق کی حاجت روائی ہے مراد ہے۔ (**واللہ تعالیٰ اعلم**) (ماخوذ از مرقات)۔

2 ﴿ قولہ **فلطم موسیٰ عین ملک الموت ففقاھا** (موسیٰ علیہ السلام نے فرشتہ کی آنکھ پر طمانچہ مارا اور آنکھ کو پھوڑ دیا) فرشتے انسانی شکل و صورت اختیار کرتے ہیں اوران۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ کے لئے یہ صورتیں انسانوں کے لباس کی طرح ہیں اور طمانچہ کا اثر انسانی صورت کی آنکھ پر ہوا اور ملکی آنکھ پر نہیں، کیونکہ ملکی آنکھ طمانچہ وغیرہ سے متاثر نہیں ہوتی اور ایک شارح نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو طمانچہ اس لئے مارا کہ وہ اختیار سنانے سے پہلے ہی روح قبض کرنے کا اقدام کر رہے تھے کیونکہ آخر میں انبیاء علیہم السلام کو اپنے لئے وفات یا حیات منتخب کرنے کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے اختیار دیا جاتا ہے۔

علامہ مازری کہتے ہیں بعض ملحدین نے اس حدیث شریف کا انکار کیا اور یہ کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے ملک الموت کی آنکھ پھوڑ دینا کیسے جائز ہے، اس کا علماء نے جواب دیا ہے، ایک تو یہ کہ موسیٰ علیہ السلام یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ ملک الموت ہیں بلکہ وہ یہ خیال کئے کہ ایک شخص ہے جو ان کی جان چاہتا ہے تو آپ اس کی مدافعت کئے اور یہ مدافعت ان کی آنکھ کے پھوٹنے کا سبب بنی، آپ فی الواقع آنکھ پھوڑنے کا ارادہ نہیں کئے تھے۔ اور امام ابوبکر بن حزم اور دیگر متقدمین نے یہ فرمایا ہے: موسیٰ علیہ السلام جب دیکھے وہ انسانی شکل میں ہے اور روح قبض کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے تو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹا ہے اور اس پر غصہ ہوئے اور طمانچہ مار دیئے۔ علامہ قاضی عیاض نے اسی کو اختیار کیا ہے، اور ان بزرگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دوسری مرتبہ وہ ایسی علامت کے ساتھ آئے جس سے معلوم ہو گیا کہ وہ ملک الموت ہیں آپ نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا، برخلاف پہلی مرتبہ کے وہ اس وقت اس طرح نہیں آئے تھے۔

اور علامہ ابن الملک نے شرح المشارق میں فرمایا: اگر یہ کہا جائے کہ اس طرح کا عمل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیسے صادر ہوا تو اس کے جواب میں کہا گیا ہے یہ متشابہات میں سے ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے علم کے تفویض کیا جاتا ہے۔

اور کتاب شرح السنہ میں ہے ہر مسلمان پر واجب ہے اس پر ایسا ہی ایمان لائے جیسا احادیث میں آیا ہے اس میں انسانی طور وطریق کا اعتبار نہ کرے ورنہ وہ شک وشبہات میں پڑ جائے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت سے صادر ہونے والے امور ہیں، اور یہ ملک کریم اور نبی کلیم کے درمیان مباحثہ ہے، ان میں سے ہر ایک کی ایک خاص صفت ہے اور یہ اپنی خصوصی صفت کی بناء پر عام بشری حکم اور عام انسانی عادات اور ان کے طور وطریق سے خارج ہیں، دوسروں کے احوال پر ان کے احوال کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ (ماخوذ از مرقات)۔

پاس واپس گیا اور عرض کیا کہ تو نے مجھے اپنے ایک ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے [1] جو مرنا نہیں چاہتا اور انہوں نے میری آنکھ بھی پھوڑ دی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ انہیں لوٹادی اور فرمایا: میرے بندے کے پاس واپس جاؤ، اور کہو آپ زندگی چاہتے ہیں؟ اگر آپ حیات چاہتے ہیں تو اپنا ہاتھ ایک بیل کی پشت پر رکھ دو، تمہارا ہاتھ اس کے جس قدر بال کو ڈھانکے گا تم اتنے سال دنیا میں حیات رہوگے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر اس کے بعد کیا ہوگا [2]؟ فرشتہ نے کہا: آپ کو موت آئیگی تو آپ نے فرمایا: ابھی قریب ہی میں تیار ہوں، اے میرے پروردگار! [3] مجھے مقدس سرزمین بیت المقدس سے پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر قریب کردئے، اللہ کی قسم! اگر میں ان کے پاس ہوتا تو تم کو ان کی مزار دکھادیتا جو راستہ کے کنارہ سرخ ٹیلہ کے پاس ہے۔ (بخاری ومسلم)۔

369/7155 حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خبر (سنی ہوئی بات) دیکھنے کی طرح نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ نے

---

[1] **انک ارسلتنی الی عبدلک الخ.** (تو نے مجھے اپنے ایک ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے) علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر تم یہ کہو کہ کیا فرق ہے فرشتے کے قول میں اس نے **عبدلک** کہا اور **عبد** کو نکرہ لایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں **عبدی** کہا عبد کی اپنے طرف نسبت کی ہے، تو میں کہتا ہوں کہ اس میں فرق یہ ہے کہ فرشتے نے عبد کو نکرہ لاکر ایک قسم کا طعن کیا کہ وہ موت نہیں چاہتے ہیں۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے عبدی کہہ کر عبد کی نسبت اپنے طرف کی اور آپ کی شان کی بلندی اور مرتبہ کی عظمت کو بیان کیا۔ (مرقات)۔

[2] **قولہ مَہُ** (اس کے بعد کیا ہوگا) امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مہ میں ہا سکتہ کی ہے اور ما استفہامیہ ہے یعنی پھر کیا ہوگا حیات یا وفات؟۔ (مرقات)۔

[3] **قولہ رب اَدْنِنِی من الارض المقدسۃ** (اے میرے رب! مجھے ارض مقدسہ سے قریب کردے) ممکن ہے اس وقت آپ میدان تیہ میں تھے، آپ کا ارادہ ہوا کہ یہاں سے رب تعالیٰ کے گھر بیت المقدس کے قریب ہوجائیں اگرچیکہ مقام دعا سے تھوڑا فاصلہ ہی کیوں نہ ہو قریب ہوجائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدس مقامات مبارک مقامات اور دیندار حضرات کے مزارات کے قریب موت کا آنا اور وہاں دفن ہونا مستحب ہے۔ (مرقات)۔

موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے بچھڑے کے بارے میں جو کچھ کیا تھا بتادیا اور آپ نے تختیوں کو نہیں ڈالا تھا، جب آپ نے وہ دیکھا جو قوم نے کیا تھا تو تختیوں کو ڈال دیا تو وہ ٹوٹ گئیں۔ (احمد)۔

370/7156 ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت حیاء دار اور ستر پوش تھے، آپ کے جسم مبارک کی کوئی چیز بھی حیاء کی وجہ سے دکھائی نہیں دیتی تھی اور بنی اسرائیل میں سے جس نے بھی ان کو تکلیف دی اُس نے تکلیف دی، اور قوم نے کہا آپ کا اس قدر ستر پوشی کرنا آپ کی جلد میں کسی عیب کی وجہ سے ہے یا[1] برص ہے یا خصیوں میں ورم آگیا ہے اور اللہ نے چاہا کہ ان کا بے

[1] ﴿ ما تستر ھذا الستر الا من عیب (وہ اس قدر پردہ نہیں کرتے مگر جلد میں کسی عیب کی وجہ سے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور حضرات صالحین کو کم عقل اور جاہلوں کی طرف سے آزمائش اور تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اس پر صبر کرتے ہیں۔

اور قولہ ففر الحجر بثوبہ۔ (پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگا) اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزے ہیں، ان میں سے ایک پتھر کا آپ کے کپڑے لے کر بھاگنا ہے۔ اور دوسرا آپ کے مارنے سے پتھر میں نشان قائم ہوجانا ہے، اور اس واقعہ سے جمادات میں تمیز کرنے اور شناخت کرنے کی قوت بھی معلوم ہوتی ہے اور یہ حدیث شریف علمائے کرام کے اس اصول کا ماخذ ہے ان ضرر الخاص یتحمل لنفع العامّ یعنی عام فائدہ کے لئے خاص کا ضرر برداشت کیا جائے گا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالمرام)۔

پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھ اس پتھر کو اٹھا کر لے چلنے کا حکم فرمایا: یہاں تک کہ جب آپ میدان تیہ میں تھے تو اپنے عصا سے ایک یا ایک سے زائد مرتبہ اس پر ضرب لگایا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے قولہ طفق بالحجر ضربا یعنی پتھر کو مارنے لگے یہ پتھر پر مارنا آپ کے غصہ کی وجہ سے تھا، کیونکہ وہ پتھر بھاگا تھا اور ادب کا لحاظ نہیں رکھا تھا اور یہ بھی ہوسکتا ہے اس پتھر کا مامور ہونا آپ سے ذہول ہوگیا ہو یا یہ کتاب (توراۃ) میں لکھا ہوا تھا۔ قولہ واللہ مابموسیٰ من باس (خدا کی قسم موسیٰ (علیہ السلام) میں کوئی عیب نہیں ہے)۔

انبیاء علیہم السلام مخلوق میں پائے جانے والے نقائص سے اور وہ اپنی صورت وسیرت میں ہر عیب سے پاک ہوتے ہیں، اور حق یہ ہے کہ وہ گھناؤنی بیماریوں اور عیبوں سے بھی پاک ہوتے ہیں وہ صرف آزمائش کے لئے آتی ہیں۔ (ماخوذ از مرقات)۔

عیب ہونا ظاہر کرے تو وہ ایک دن تنہائی میں گئے 1 تا کہ غسل کریں اور اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ دئے، تو پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگا موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑے اے پتھر میرے کپڑے! اے پتھر میرے کپڑے! یہاں تک کہ آپ بنی اسرائیل کی ایک جماعت تک پہنچ گئے تو بنی اسرائیل آپ کو برہنہ دیکھے کہ آپ اللہ کی پیدا کردہ مخلوق میں سب سے زیادہ حسین ہیں اور کہے کہ اللہ کی قسم موسیٰ علیہ السلام میں کوئی عیب نہیں ہے اور موسیٰ علیہ السلام کپڑے لے لئے اور پتھر کو مارنے لگے پس خدا کی قسم! پتھر میں آپ کے مار کے تین یا چار یا پانچ نشانات ہیں۔ (بخاری و مسلم)۔

372/7157 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایوب علیہ السلام زائد لباس اتارے ہوئے غسل فرما رہے تھے، 2 آپ پر سونے کے ٹڈے گرے، تو ایوب علیہ السلام ان کو اپنے کپڑے میں سمیٹنے لگے، تو آپ کے رب

---

1 **فخلا یوما وحده لیغتسل** (آپ ایک دن غسل کرنے کے لئے تنہائی میں گئے) امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے تنہائی میں برہنہ نہانے کا جواز معلوم ہوتا ہے اگرچیکہ ستر عورت افضل ہے، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ نے یہی فرمایا ہے، اور علامہ ابن ابی لیلی نے ان سے اختلاف کیا ہے جب کہ پانی ٹھہرا ہوا ہو، میں کہتا ہوں ہمارے امام اعظم بھی جمہور کے ساتھ ہیں اور علامہ ابن ابی لیلی کا اختلاف بظاہر پانی میں داخل ہونے سے متعلق ہے۔ (مرقات)۔

2 **بینا ایوب یغتسل عریانا** (اس دوران کہ حضرت ایوب علیہ السلام زائد لباس اتارے ہوئے غسل کر رہے تھے) ہوسکتا ہے آپ تہبند باندھے ہوئے ہوں جیسا کہ آنے والی عبارت **یحثی فی ثوبه** (اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے) سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تہہ بند پہنے ہوئے ہوں گے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ بھی سارے کپڑے نکالے ہوئے ہوں اور یہ ان دونوں انبیاء کی شریعت میں جائز ہو، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولیٰ تعالیٰ سے حیاء کے تقاضے کی بناء پر ستر کے ساتھ غسل کرنا اولیٰ و بہتر ہے، کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکارم اخلاق کو پورا کرنے کے لیے مبعوث کئے گئے ہیں۔ (مرقات)۔

نے آپ کوندادی اے ایوب! کیا میں تم کو اس چیز سے جس کو تم دیکھ رہے ہو بے نیاز نہیں کیا؟ تو آپ نے کہا: کیوں نہیں تیری عزت کی قسم! لیکن مجھے تیری برکت سے بے نیازی نہیں ہے [1]۔ (بخاری)۔

372/7158 ﴿حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس لڑکے کو خضر [2] علیہ السلام نے قتل کیا تھا

---

[1] ﴿قولہ" لا غنی بی عن برکتک" (آپ کی برکت سے بے نیازی نہیں ہوسکتی) یعنی تیری نعمتوں کی کثرت اور تیری رحمت کی زیادتی سے استغناء اور بے نیازی نہیں ہوسکتی، اور ایک روایت میں ہے من یشبع من رحمتک او من فضلک تیری رحمت یا تیرے فضل سے کون شکم سیر اور بے نیاز ہوسکتا ہے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال مال کی زیادتی کی حرص جائز ہے ایسے شخص کے لئے جس کو اپنے اوپر بھروسہ ہو کہ وہ اس کا شکر ادا کریگا اور رب تعالیٰ کی پسند کے اور اس کی رضا وخوشنودی کے کاموں میں اس کو خرچ کرے گا تو یہ حکم ایسے ہی شخص کے لئے ہوگا۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حلال طریقہ سے آنے والے مال کو اس کے اچھے نتیجہ اور اس کے اچھے فوائد کی بناء پر برکت کا نام دیا جاسکتا ہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس طرح مروی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ آپ یہ مال مجھ سے زائد محتاج کو عطا فرمائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو جواب میں فرمایا: تم جب مال کی طرف نظر لگائے ہوئے نہ ہوں اور اس کا سوال بھی نہ کررہے ہوں تو اس کو لے لو اور جب ایسا نہ ہو تو اس کے پیچھے اپنے کو مت لگاؤ۔ (مرقات)۔

[2] ﴿قولہ الخضر. خ کو زبر (فتحہ) اور ض کو زیر (کسرہ) کے ساتھ اور ایک نسخے میں خ کے زیر (کسرہ) اور ض کو سکون کے ساتھ ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کے پاس خصوصاً صوفیہ کرام اور اہل صلاح واہل معرفت حضرات کے پاس خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور ہمارے درمیان موجود ہیں اور ان کو دیکھنے اور ان سے ملاقات کرنے اور ان سے اخذ کرنے اور ان سے سوال وجواب اور مبارک مقامات اور خیر کے مجالس میں ان کی تشریف آوری کے واقعات شمار سے زیادہ ہیں اور شیخ ابوعمرو بن صلاح نے بھی اس کی صراحت کی ہے اور محققین میں اس کا انکار کرنے والے بہت کم ہیں۔ شیخ حمیری مفسر اور ابوعمرو نے فرمایا کہ وہ نبی ہیں البتہ ان کے رسول ہونے میں اختلاف ہے، اور امام قشیری اور بہت سے حضرات نے فرمایا۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

۔۔۔ماقبی حاشیہ۔۔۔ کہ وہ ولی ہیں اور جو حضرات ان کے نبی ہونے کے قائل ہیں وہ ان کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں **ما فعلته عن امری** میں نے یہ کام اپنے امر سے نہیں کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر وحی آتی ہے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ جاننے والے ہیں اور یہ بات ممکن نہیں کہ ولی نبی سے زیادہ علم والے ہوں، دوسرے علماء نے اس کا جواب دیا ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ بطور الہام ہو اور ان پر الہام کیا جاتا ہو جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو الہام کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:: ﴿اِذْ اَوْحَيْنَـآ اِلَى اُمِّكَ مَا يُوْحٰى . اَنِ اقْذِفِيْهِ﴾ (تمہاری ماں پر ہم نے وحی بھیجی کہ تم ان کو دریا میں ڈال دو) اس بارے میں میں یہ کہتا ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی آئی تھی وہ بچے کے معاملے میں مجبوری کی حالت میں بچے کو بچانے کی تدبیر کی تھی، لیکن لڑکے کے (قتل) کے حکم کو ایک ولی پر الہام ہونے پر محمول کرنا درست نہیں ہے، ایک پاک جان کو بغیر کسی قتل ناحق کے وحی الہامی پر اعتماد کر کے کہ وہ کافر پیدا ہوا ہے قتل کر دینا کسی بھی ولی کے لئے جائز نہیں اور امام ثعلبی مفسر نے فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں ان کی بڑی عمر ہے وہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں اور آپ نے فرمایا ان کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے کہ آخر زمانہ میں جب قرآن مجید اٹھالیا جائے گا اس وقت تک آپ انتقال نہیں کریں گے، میں کہتا ہوں یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ دجال آپ کو شہید کرے گا، پھر انہوں نے بہت سے اقوال ذکر کئے کہ وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے سے ہیں یا اس کے تھوڑا بعد یا ان کے بہت بعد زمانے کے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ روایت میں ہے کہ آپ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

اور جامع صغیر میں حارث کی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خضر علیہ السلام سمندر میں ہیں، اور الیاس علیہ السلام خشکی میں ہیں، اور حضرت ذوالقرنین نے جو یاجوج وماجوج اور عام انسانوں کے درمیان دیوار اور سد بنائی تھی وہاں یہ دونوں حضرات روزانہ رات میں ملاقات کرتے ہیں اور ہر سال حج وعمرہ کرتے ہیں اور اس قدر زمزم پیتے ہیں کہ وہ آئندہ سال تک کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔

اور فتاویٰ حدیثیہ میں ہے کہ ابن عدی نے الکامل میں روایت کی ہے کہ حضرت الیاس وحضرت خضر علیہما الصلاۃ والسلام ہر سال حج کے موقع پر ملاقات کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک دوسرے کا حلق کرتے ہیں اور جاتے وقت یہ کلمات پڑھتے ہیں: **بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا يَسُوْقُ الْخَيْرَ اِلَّا اللّٰهُ. بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ، لَا يَصْرِفُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰهُ۔ مَاشَاءَ اللّٰهُ مَاكَانَ مِنْ نِعْمَةٍ** ۔۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

وہ کافر پیدا ہوا تھا 1 اور اگر وہ زندہ رہتا تو وہ اپنے ماں باپ کو سرکشی اور کفر میں مبتلاء کر دیتا 2۔ (بخاری و مسلم)۔

۔۔۔ ماقبی حاشیہ۔۔۔ فَمِنَ اللّٰهِ. مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ بھلائی کو صرف اللہ تعالٰی ہی لاتا ہے، برائی کو صرف اللہ تعالٰی ہی دور کرتا ہے۔ ماشاء اللہ ہر نعمت صرف اللہ کی طرف سے ہے۔ ماشاء اللہ برائی سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت صرف اللہ سے ہے۔ (مرقات)۔

1 ﴾طبع کافرا (وہ کافر پیدا ہوا) یعنی وہ لڑکا پیدا ہو کر کفر کو اختیار کرے گا اور یہ اس حدیث شریف "کل مولود یولد علی الفطرۃ" (ہر پیدا ہونے والا فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے) کے خلاف نہیں ہے؛ کیونکہ فطرت سے مراد قبول اسلام کی صلاحیت لیکر پیدا ہونا ہے اور اپنی جبلت میں وہ شقی ہو تو یہ اس حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں اہل سنت و جماعت کے مذہب کے صحت کی دلیل ہے کہ کسی بھی بندے کو اللہ تعالٰی کے ارادہ اور اس کی تیسیر کے بغیر کسی کام کی قدرت نہیں۔ اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں بندہ اپنی ذات سے کسی کام کو کرنے کی اور ہدایت و گمراہی کی قدرت رکھتا ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جن لوگوں کے لئے دوزخ کا فیصلہ ہو چکا ہے ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، ان کے آگے پیچھے سد و رکاوٹ کردی گئی یا پوشیدہ پردہ دلوں پر ڈال دیا گیا اور ان کے کانوں میں ڈاٹ اور ان کے قلوب میں بیماری ڈال دی گئی ہے۔

ان کے پاس اللہ کا فیصلہ آگیا اور اس کا کلمہ نافذ ہوگا، اس کے حکم کو کوئی روکنے والا نہیں اور اس کے امر اور فیصلہ کو کوئی پیچھے ہٹا نہیں سکتا۔

جو حضرات کافروں کے بچوں کے لئے دوزخ کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں تفصیل مناسب ہے جن پر کفر کی مہر لگ گئی ہے وہ دوزخ میں جائیں گے اور جو اسلام پر پیدا ہوئے ہیں وہ جنت میں جائیں گے۔ اس سے ائمہ کے تمام اقوال کے درمیان توفیق ہو جاتی ہے اور سب سے زیادہ راجح قول توقف کا قول ہے جس کو ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ (واللہ تعالٰی اعلم) (مرقات)۔

2 ﴾قولہ لأ رھق ابویہ طغیانا و کفرا (اپنے ماں باپ کو سرکشی اور کفر میں ڈال دے گا) یعنی ان کو گمراہ کرنے کا سبب بن جائے گا، خلاصہ یہ ہے کہ اس کے قتل کئے جانے کا سبب دو چیزوں سے مرکب ہے (1) وہ کافر پیدا ہوا ہے (2) اور اگر فرض کرلیا جائے کہ وہ زندہ رہے گا تو گمراہ کرنے والا اور بدکار رہوگا۔

علامہ ابن الملک نے فرمایا: اگر تم یہ کہو کہ کسی کا آخر میں کافر۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

373/7159 ﴿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ خضر (علیہ السلام) کا نام خضر اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ خشک زمین پر بیٹھتے تو وہ آپ کے پیچھے سے سبزہ زار ہوکر لہلہانے لگتی تھی۔ (بخاری)۔

374/7160 ﴿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: داؤد علیہ السلام پر زبور کا پڑھنا آسان کردیا گیا[1] اور وہ اپنی سواری کے بارے میں حکم دیتے تو اس پر زین کس دی جاتی آپ کی

۔۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔ ہوجانے کا اندیشہ ہوتو اس کو قتل کردینا حلال نہیں ہوتا، تو حضرت خضر علیہ السلام اس کے کفر کے اندیشہ کی بناء کیسے قتل کیے؟ تو اس کے جواب میں میں یہ کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ان کی شریعت میں جائز ہو۔ اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بیان میں اور موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں بھی اس کی صراحت موجود ہے بلکہ اس جیسی بات ہماری شریعت میں بھی جائز ہے جب کہ قطعی طور پر معلوم ہوجائے کہ وہ کافر پیدا ہوا ہے جیسا صاحب شریعت علیہ السلام نے اس حدیث شریف میں بیان فرمایا ہے، پس ایسی صورت میں اس لڑکے کے مسلمان ہونے کی بات غلط ہے؛ کیونکہ کسی مسلمان کو بغیر وجہ کے قتل کرنا ایسی صورت میں بالاتفاق جائز نہیں ہے، آپ نے فرمایا: پھر ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ یہ علم لدنی، بغیر وسیلے واسطے کے آیا ہوا علم ہے اور اس کا مشرب، مقررہ طریقوں سے ہٹ کر ہے اس لئے ہم اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوں گے، میں یہ کہتا ہوں کہ طریقت میں شریعت اور حقیقت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے جو شخص اس میں فرق کرتا ہے وہ مرتبہ جمع تک نہیں پہنچا ہے وہ زندیق و بے دین ہوگا، پھر یہ کہ یہ معاملہ دو چیزوں میں کسی ایک سے خالی نہیں؛ کیونکہ خضر علیہ السلام اگر نبی ہیں تو ان کا کام شریعت کے مطابق ہونا ضروری ہے اور اگر وہ ولی ہیں تو اس جیسے بڑے قضیہ اور بڑے مسئلہ میں انہیں اپنے لدنی اور الہامی، غیبی علم پر اعتماد کرنا درست نہیں اور اس حدیث شریف میں خضر علیہ السلام کا لڑکے کو قتل کرنے کی حکمت کی صراحت ہے گویا اس میں ان کے قتل کرنے کا عذر بیان کیا گیا ہے برخلاف آیت کریمہ کے اس میں اس جانب اشارہ ملتا ہے۔

[1] ﴿ **خفف علی داؤد القرآن** (حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور کا پڑھنا ہلکا کردیا گیا) علامہ تورپشتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن سے مراد زبور ہے اس کو قرآن اس لئے کہا گیا ہے کہ اس کو پڑھنا داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا، اور حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں ۔۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

سواری پر زین کس دی جانے سے پہلے آپ زبور کو پڑھ لیتے تھے، اور اپنے ہاتھ کی محنت کے سوا نہیں کھاتے تھے۔(بخاری)۔

375/7161 ﴿حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: دو عورتیں تھیں اور ان دونوں کے ساتھ ان کے دو بچے تھے، بھیڑیا آیا اور دونوں میں سے ایک کے بچے کو لے گیا تو اسکی ساتھی عورت بولی وہ تو تیرے بچے کو لے گیا ہے اور دوسری بولی وہ تیرے بچے کو لے گیا ہے، تو وہ دونوں داؤد علیہ السلام کے پاس فیصلہ لے گئے، تو داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں اس کا فیصلہ کر دیا 1، پھر وہ دونوں حضرت

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔ سے جس کے لئے چاہتا ہے طئ مکان کی طرح طئ زمان بھی کر دیتا ہے (وقت اور زمین کو سمیٹ دیتا ہے) اور یہ ایک ایسا عنوان ہے جو فیض ربانی کے بغیر سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

میں کہتا ہوں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ امر خرق عادت ہے اس میں اختلاف یہ ہے کہ یہ بسط زمان ہے یا طی لسان ہے اور پہلی صورت زیادہ واضح ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے معراج کی شب طی مکان اور بسط زمان سننے اور بولنے کی مناسبت سے کامل طور پر تھوڑے سے وقت میں کرا دیا اور آپ کی اتباع کرنے والے صالحین کو بھی اس شان مبارک کا ایک حصہ ملا ہے جیسا کہ مروی ہے، سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سواری کا ارادہ فرماتے تو قرآن مجید کی مخارج وصفات کا خیال کرتے ہوئے اور معانی ومفاہیم کو سمجھتے ہوئے تلاوت شروع کرتے اور جب اپنا قدم دوسرے رکاب میں رکھتے تو درمیانی وقفہ میں قرآن مجید ختم کر دیتے تھے۔ حضرت مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ سرہ السامی اپنی کتاب نفحات الانس فی حضرات اصحاب القدس میں بعض مشائخ کرام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ حجر اسود کے استلام کے وقت قرآن مجید کی تلاوت شروع کرتے اور کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے آنے تک قرآن مجید کو ختم کر دیتے تھے، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کے صاحبزادے نے اپنے والد کریم سے اتنے سے وقفہ میں ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف شروع سے آخر تک سنا ہے اللہ تعالیٰ ان کی باطن کی پاکیزگی میں برکت دے اوران کے انوار کی برکت سے ہم کو نفع پہنچائے۔(مرقات)۔

1 ﴿قولہ" فقضی به للکبری" (آپ نے اس کا فیصلہ بڑی کے حق میں دیا) یہ فیصلہ آپ نے اس لئے دیا کہ شرعی قاعدہ ہے قبضہ جس کا ہوتا ہے وہی اس کا زیادہ حق دار ہوتا ہے یا ۔۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

سلیمان بن داوٗد علیہما السلام کے پاس گئے اور آپ کو اسکی خبر دیئے تو آپ نے فرمایا: میرے پاس چھری لاؤ میں اس کو چیر کر تم دونوں کے درمیان تقسیم کر دوں گا، تو چھوٹی بولی آپ ایسا مت کیجئے! اللہ آپ پر رحم کرے، یہ اس بڑی کا بچہ ہے، تب آپ نے اس کا چھوٹی کے حق میں فیصلہ دیا1۔ (بخاری ومسلم)۔

376/7162 ﴿حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آج کی رات نود (90) بیویوں کے پاس جاؤں گا۔

اور ایک روایت میں ایک سو ہے ان میں سے ہر ایک شہسوار2 پیدا کرے گی جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرے گا تو فرشتہ نے ان سے کہا: آپ ان شاء اللہ کہہ دیجئے تو آپ یہ نہ کہہ سکے اور

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ علم قیافہ کے اعتبار سے وہ لڑکا اس عورت سے زیادہ مشابہت رکھتا تھا جیسا کہ اس کے متعلق امام شافعی نے فرمایا اور اس کا اعتبار ہے۔ (مرقات)۔

1﴾ **قولہ" فقضى به للصغرى"** (آپ نے اس کا فیصلہ چھوٹی کے حق میں دیا) ایک شارح نے کہا ہے کہ دونوں کا فیصلہ حق ہے کیونکہ دونوں مجتہدین ہیں اور اس مسئلہ میں دونوں کے فیصلہ کی بنیاد قرینہ ہے لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے جس قرینہ کی بناء پر فیصلہ دیا وہ ظاہری طور پر زیادہ قوی ہے، اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے والد محترم حضرت داوٗد علیہ السلام کے فیصلہ کو کس طرح توڑا؟ تو اس کا جواب چند وجوہ سے دیا گیا ہے منجملہ ان کے ایک وجہ یہ ہے کہ دونوں کے پاس اولویت کا اعتبار کرتے ہوئے قوی تر قرینہ موجود تھا اور اگر بڑی کا یہ اقرار ہو کہ وہ بچہ چھوٹی کا ہے تو بہر حال کوئی اشکال نہیں ہوتا کیونکہ ہماری شریعت میں بھی فیصلہ کے بعد بھی اقرار درست ہے جس طرح اگر وہ شخص جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہے وہ فیصلہ کے بعد اقرار کرے کہ حق، فریق مخالف کا ہی ہے تو درست ہے۔ (اور اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے) (مرقات)۔

2﴾ **قولہ تاتی بفارس یجاهد فی سبیل الله** (وہ ایک ایک شہسوار کو پیدا کرے گی جو اللہ کے راستے میں جہاد کرے گا) یہ اچھی نیت ہے مگر اس میں انشاء اللہ نہیں کہا گیا ہے **قولہ فلم یقل** (ان شاء اللہ نہیں فرمایا) دل میں جو (اللہ کی مشیئت کے مطابق کرنے کا ارادہ ہے) اسی پر اکتفا کیا، اس کو زبان سے نہیں فرمایا۔ **قولہ لو قال ان شاء الله لجاهدوا** (اگر وہ ان شاء اللہ کہتے تو وہ مجاہدین پیدا ۔۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

بھول گئے، چنانچہ آپ ان سب کے پاس چکر لگائے تو ان میں سے کوئی بھی حاملہ نہیں ہوئی سوائے ایک بیوی کے جو آدھا بچہ جنی، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! اگر وہ انشاء اللہ کہتے تو وہ سب شہسوار ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ۔ (بخاری و مسلم)۔

377/7163 ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے 1۔ (مسلم)۔

378/7164 ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں 2 عیسیٰ بن مریم سے دنیا 3 و آخرت میں سب لوگوں سے زیادہ قریب

۔۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ ہوتے) حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے جو شخص کوئی کام کرنا چاہتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں فلاں کام کروں گا تو مستحب ہے اس کے ساتھ ہی ان شاء اللہ کہے۔ اس سے اس کام میں برکت بھلائی اور آسانی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ " ذٰلِکَ غَدًا. اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ (18۔ الکہف، آیت: 23)۔ (تم کسی کام کو کل کروں گا کہو تو ان شاء اللہ کہو) (مرقات)۔

1 ﴿ قوله كان زكريا نجارا (حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے) اس حدیث شریف سے اور حضرت داؤد علیہ السلام سے متعلق سابق حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ کسب کرنا (معیشت کے لئے محنت کرنا) انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، اور یہ ترک اسباب کر کے توکل کرنے کے منافی نہیں ہے، جیسا بعض انبیاء علیہم السلام اور اولیاء واصفیاء کی ایک جماعت نے کیا ہے، ان دونوں میں افضل کیا ہے اس میں علماء کرام کے پاس اختلاف ہے اس کی تحقیق کتاب احیاء العلوم میں موجود ہے۔ (مرقات)۔

2 ﴿ قوله انا اولى الناس بعيسى بن مريم (میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے تمام انسانوں میں زیادہ قریب ہوں) علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب اسلئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی (یاتی من بعدی اسمه احمد) یعنی آپ نے بشارت سنائی تھی کہ میرے بعد خاتم المرسلین جن کا نام نامی احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے تشریف لائیں گے) چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سید المرسلین ہی ہیں اور آپ دونوں حضرات کے درمیان کوئی نبی نہیں ہیں۔ اس میں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ﴾ (3۔ آل عمران، آیت: 68) (حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ قریب ان کی اتباع کرنے والے ہیں اور یہ نبی ہیں) ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے قرب باعتبار اقتداء وموافقت کے ہے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے قرب بہ اعتبار زمانہ ہے۔ (مرقات)۔

3 ﴿ قوله: " فی الاولیٰ والآخرة " (پہلے اور آخر میں) ہوسکتا ہے ۔۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ۔۔۔

ہوں، حضرات انبیاء 1 علیہم السلام علاتی بھائی ہیں اور ان کی مائیں الگ الگ ہیں اور ان کا دین ایک ہے، ہم دونوں کے درمیان کوئی نبی نہیں ہیں۔(بخاری ومسلم)۔

379/7165 ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر انسان جب وہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اپنی دو انگلیوں سے اس کے دونوں پہلو میں ٹھونسا مارتا ہے 2۔ سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ ٹھونسا مارنے گیا تو وہ پردے میں ٹھونسا مارا۔(بخاری ومسلم)۔

۔۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔ اس سے مراد دنیا وآخرت مراد ہو یا پہلی حالت اور دوسری حالت دونوں صورتیں مراد ہو سکتے ہیں، پہلی حالت یعنی جب آپ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری سنائی اور دوسری حالت سے مراد جب آپ (دوبارہ آکر) دین کی مدد کریں گے اور اس کو طاقت عطا کریں گے۔(مرقات)۔

1 ﴿ **الانبیاء اخوۃ من علات و امھاتھم شتی** (حضرات انبیاء علیہم السلام علاتی بھائی ہیں اور ان کی مائیں علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں) علماء نے کہا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری کا مقصد مخلوق کی ہدایت کرنا ان کو راہ حق دکھانا ہے اسی لئے دین کے اصول اور قواعد کو والد سے تشبیہ دی گئی ہے اور ان کی شریعتوں کو جو بظاہر الگ الگ ہیں اور مقصد میں قریب قریب ہیں ماؤں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

قولہ دینھم واحد (ان کا دین ایک ہے) یعنی ان کی شریعتیں الگ الگ ہونے کے باوجود ان کے دین کی بنیاد توحید وطاعت ایک ہی ہے۔ میرے لئے سب قریب ہیں مگر عیسیٰ علیہ السلام زیادہ قریب ہیں۔(لمعات)۔

2 ﴿ **قولہ یطعن الشیطان** (شیطان ٹھونسا مارتا ہے) یعنی شیطان چھوتا ہے، **وقولہ فی جنبیہ باصبعیہ** (دونوں بازوؤں میں دو انگلیوں سے چبھوتا ہے) یعنی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے چھونا مراد ہے۔ **قولہ غیر عیسی** (عیسیٰ علیہ السلام کے سوا) یہ ان کی والدہ کے حق میں دادی کی دعا کی وجہ سے ہے انہوں نے کہا تھا میں نے ان کا نام مریم رکھا اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے۔ **قولہ فطعن فی الحجاب** (پس وہ پردہ میں ٹھونسا مارا) یعنی اس کی انگلی بچہ دانی کو جس میں بچہ ہوتا ہے لگی اس کے چھونے سے عیسیٰ علیہ السلام کو کچھ اثر نہیں ہوا۔(مرقات)۔

380/7166 ﴿حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: مرد حضرات میں تو بہت لوگ کامل ہوئے اور عورتوں میں کامل نہیں 1 ہوئے سوائے مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کے اور عائشہ کی

1 ﴿قولہ ولم یکمل من النساء الا مریم بنت عمران و آسیة (عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ کے سوا کوئی کامل نہیں ہوئیں) علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: ان کمال کو ان دونوں خواتین میں حصر کرنے کی وجہ سے استدلال کیا گیا وہ دونوں نبی ہیں، کیونکہ انسانوں میں سب سے بڑھ کر کامل انبیاء علیہم السلام ہیں، پھر صدیقین، شہداء اور اولیاء کرام ہوتے ہیں اور اگر یہ نبی نہیں ہیں تو اس حصر سے یہ ثابت ہوگا کہ ان دونوں کے سوا عورتوں میں کوئی ولیہ، صدیقہ اور شہیدہ نہیں ہے اور علامہ کرمانی نے فرمایا: لفظ کمال سے ان کا نبی ہونا لازم نہیں آتا؛ کیونکہ لفظ کمال کسی چیز کے پورا پورا ہونے اور اس میں اپنی انتہاء کو پہنچنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ اس لئے یہاں ان دونوں کا کمال کو پہنچنے سے عورتوں کے لئے جو فضائل ہیں ان کی انتہاء کو پہنچنا مراد ہے۔ میں کہتا ہوں اس توجیہ سے اشکال دور نہیں ہوتا، یعنی نبوت کا ثبوت لازم نہیں آتا، ایسی صورت میں کمال سے نبوت لازم نہیں ہوتی بلکہ اس کے کمال کے لئے ولایت کے درجہ تک پہنچنا کافی ہے۔ ان دو بزرگ خواتین کا بطور حصر ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ صفت کمال کی ان دونوں کے ساتھ ان کے زمانہ کی عورتوں کے درمیان میں ہے اور ان سے پہلے زمانہ کی عورتوں میں بھی یا مطلق کسی زمانہ کی عورت ہو کوئی بھی صفت کمال میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہے اور علماء سے اجماع منقول ہے کہ عورتوں میں نبوت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی ہے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالاً﴾ (اور ہم نے آپ سے پہلے مرد حضرات کے سوا کسی کو رسول نہیں بنایا) لیکن امام اشعری سے منقول ہے حضرات حواء، سارہ، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ، بی بی ہاجرہ، آسیہ اور بی بی مریم نبی ہیں اور یہ قول اس وقت درست ہو سکتا ہے جب نبی اور رسول میں فرق ہو۔ اور علامہ ابن الملک نے کتاب شرح المشارق میں اس اعتراض کے جواب میں فرمایا ہم کہتے ہیں کہ کسی چیز کے کمال کو حاصل کرنا کمال کی اہلیت والے کے لئے ہی ہوتا ہے اور عورتوں کے لئے منصب نبوت کی اہلیت نہیں؛ کیونکہ منصب نبوت عورتوں کے لئے مناسب ہی نہیں ہے، نبوت کی بنیاد ظہور اور دعوت پر ہے اور عورتوں کی حالت تو پردے میں رہنے کی ہے، عورتوں کے حق میں کمال کے معنی نبوت کے نہیں ہو سکتے بلکہ عورتوں کے حق میں کمال کے معنی صدیقیت کے ہیں اور اس کا درجہ نبوت کے بعد ہے،۔۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

فضیلت 1 تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی 2 فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔(بخاری و مسلم)۔

۔۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔اور یہ بات مخفی نہیں کہ یہ جواب اس وقت مکمل ہوسکتا ہے جب کہ نبی اور رسول مترادف یعنی ہم معنی ہوں اور اگر دونوں میں فرق کریں جیسا کہ جمہور علماء فرق کرتے ہیں کہ رسول تبلیغ پر مامور ہیں برخلاف نبی کے اس لئے نبی کے لئے عدم تَسَتُّر یعنی پردہ نہ کرنا لازم نہیں ہے جب کہ ستر یعنی پردہ میں رہنا رسالت کے بھی منافی نہیں ہے۔(اور اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے)(مرقات)۔

1 ﴾**قوله فضل عائشة على النساء.** (حضرت عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر) یعنی جنس عورت پر جس میں دنیا کی تمام عورتیں داخل ہیں یا ان عورتوں پر ہے جن کا پہلے ذکر آیا ہے یا جنت کی عورتوں پر یا آپ کے زمانہ کی عورتوں پر یا اس امت کی عورتوں پر یا ازواج مطہرات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فضیلت ہے، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عائشہ کا لفظ (بی بی) آسیہ پر عطف نہیں کیا گیا بلکہ ان کی فضیلت کے لئے مستقل جملہ لایا گیا ہے، یہ اس امر کو بتانے کے لئے ہے کہ حضرت عائشہ کو اپنے فضائل میں دیگر خواتین پر امتیاز حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد **حبب الی من الدنيا ثلاث الطيب والنساء وجعل قرة عيني فی الصلوة** میں بھی یہی اسلوب ہے دنیا میں سے تین چیزیں مجھے محبوب کردی گئیں خوشبو، عورتیں اور میری آنکھ کی ٹھنڈک صلوٰۃ میں ہے (صلوٰۃ کے امتیاز کو بتانے کے لئے اس کا ذکر مستقل جملہ میں کیا گیا ہے)(مرقات)۔

2 ﴾**قوله كفضل الثريد على سائر الطعام** (جیسے ثرید کو سارے کھانوں پر فضیلت ہے) علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثرید کی مثال اس لئے بیان فرمائی ہے کہ ثرید عرب کے سارے کھانوں میں افضل ہوتا ہے، وہ سیر شکمی کے لئے اس سے بڑھ کر کسی کھانے کو نہیں سمجھتے اور یہ کہا گیا کہ عرب حضرات ثرید کو گوشت میں پکائے جانے کی وجہ سے اس کی تعریف کرتے ہیں؛ کیونکہ روایت میں ہے گوشت کھانوں کا سردار ہے گویا جس طرح گوشت سارے کھانوں پر فضیلت لکھتا ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسی طرح تمام خواتین پر فضیلت حاصل ہے اس میں سر لطیفہ یہ ہے کہ ثرید جب گوشت کے ساتھ پکایا جاتا ہے تو اس میں غذائیت ہے، لذت ہے اور قوت ہے، کھانے میں آسانی ہے، چبانے میں مشقت کم ہے، حلق سے تیزی سے اتر جاتا ہے، تو اسکی مثال جو دی گئی یہ بتانے کے لئے ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی طرح حسن صورت، حسن سیرت، شیرینیٔ گفتار، فصیح زبان، عمدہ طبیعت، فکر اور عقل کی پختگی اور خاوند کے پاس محبوب ہونا جیسی صفات سے سرفراز کی گئی ہیں اور وہ اس لائق ہیں، کہ ان کی زوجیت اختیار کی جائے ان سے گفتگو کی جائے ان سے انسیت حاصل کی جائے اور۔۔۔۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔ان کی بات کوکان لگا کر سنا جائے،اوران کی فضیلت کے لئے تمہارے لئے یہ بات کافی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی تمام باتوں کوسمجھا اور یادرکھا ہے جس کو دوسری عورتیں نہیں سمجھ سکیں اوراس قدرروایتیں بیان کیں کہ مردحضرات سے اس کے مثل روایتیں نہیں ہیں۔

اور سے سیدتنا عائشہ،سیدسیدتنا خدیجہ اورسیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین کے درمیان فضیلت سے متعلق علماء کے درمیان اختلاف ہے، علامہ اکمل نے فرمایا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ تمام عالمین کی عورتوں میں حضرت سیدتنا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں، میں کہتا ہوں کہ اس میں حضرت سیدتنا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں کے برابر ہونے کا احتمال ہے، کیونکہ پہلی خاتون یعنی سے سیدتنا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اہل معرفت سوابق میں سے ہیں اور دوسری خاتون حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اہل فضیلت لواحق میں سے ہیں۔(مرقات)۔

اورعلامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بالاجماع سیدتنا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اورسیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں ان کے بعد حضرت سیدتنا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' پھر سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔(مرقات)۔

بَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ وَذِكْرِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ ختم ہوا

❁ ❁ ❁

الحمدللہ زجاجۃ المصابیح کی چوتھی جلداوراس کے حاشیہ کا ترجمہ مکمل ہوا،اس کے بعدجلد پنجم شروع ہوگی ان شاءاللہ اوراس کی ابتداء سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ والتابعین لھم باحسان الی یوم الدین اجمعین کےفضائل سے ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَسَلَّمَ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمُحِبِّيْهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اَجْمَعِيْنَ.

تاریخ 7 ربیع الثانی 1430ھ م 4/اپریل 2009ء شنبہ بعد نماز مغرب